جملہ حقوق محفوظ

کیڑے مکوڑے

از

پروفیسر رام سروپ کوشل ایم۔اے

سنہ ۱۹۳۰ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

T.T.F
NO: 17

گدھے کی آپ بیتی

کوشل صاحب کی بہت
ہی پر مذاق کتاب ہے۔ اس
میں ایک بہت بڑے تجربہ کار
گدھے نے اپنی زندگی کے
بڑے مزے دار حالات
بیان کئے ہیں۔ اور انسان
کو بُرا بھلا کہا ہے۔ گدھا
دھوبی کے ہاں رہتا تھا
وہاں سے بھاگ نکلا۔ اور
طرح طرح کی مصیبتوں
میں پھنسا۔ جو شخص اس
کتاب کو پڑھتا ہے۔ بے
اختیار ہنس دیتا ہے ✦

قیمت ۵ر ۵ پائی
ملنے کا پتہ
دارالاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق محفوظ

T.T.F LIBRARY
No. 172

کیڑے مکوڑے

از

پروفیسر رام سروپ کوشل ایم اے

سنہ ۱۹۳۰ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام
بابو عبدالواحد پرنٹر کے چھپی۔

Taj Tahir Foundation

فہرست مضامین

پہلی فصل - کیڑے اور ان کی قسمیں - - - - - - - - ۷
دوسری فصل - شہد کی مکھی کی کہانی - - - - - - - ۱۷
تیسری فصل - چیونٹی کی کہانی - - - - - - - ۶۲
چوتھی فصل - مکڑی کی کہانی - - - - - - - ۱۱۸
پانچویں فصل - بھڑ کی کہانی - - - - - - - ۱۵۳
چھٹی فصل - ٹڈی کی کہانی - - - - - - - ۱۷۹
ساتویں فصل - مکھی کی کہانی - - - - - - - ۲۰۴

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

اس دنیا میں بے حساب ایسے ننھے ننھے جاندار موجود ہیں۔ جن کی طرف عام طور پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ وہ بھنبھناتے ہوئے ہمارے کان سے گزر جاتے ہیں۔ دھوپ میں جگمگا کر اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ روزانہ ہمارے پیروں میں آ کر کچلے جاتے ہیں۔ اور ہمیں ان کا خیال تک نہیں آتا۔

لیکن جن عالموں نے اس ننھی مخلوق کے مطالعے میں عمریں صرف کر دی ہیں۔ ان کے مشاہدات کا بیان پڑھا جائے تو ان کی زندگی کا حال پریوں کی کہانی سے بھی زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔

پھر ان کیڑوں مکوڑوں میں سے کئی ایسے ہیں۔ جو انسان کو نفع نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ اور خود اپنی بہتری کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان کے مفصل حالات۔ اور نفع نقصان کی تفصیل معلوم ہو۔

اس مختصر کتاب میں اس عجیب و غریب ننھی مخلوق میں سے

صرف چند کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ جو امید ہے بہت دلچسپی اور شوق سے پڑھے جائیں گے۔ ہمیں دلی خوشی ہے۔ کہ ہماری فرمائش پر پروفیسر رام سروپ کوشل نے یہ کتاب پوری کوشش اور مناسب تحقیق سے مرتب کی ہے۔

پبلشر

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

کسی کتاب کا دیباچہ لکھنا ہمیشہ خوشی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ پروفیسر رام سروپ کوشل ایم۔اے ایک مشہور مصنف ہیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں دوسری زبانوں سے اردو میں منتقل کی ہیں۔ اکثر طبع زاد کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اور اپنی کثیر التعداد تصانیف سے ادب اردو میں معقول اضافہ کیا ہے۔ وہ جس آسانی کے ساتھ ادبی مسائل پر قلم اٹھا سکتے ہیں۔ اسی آسانی کیساتھ علمی موضوعوں پر لکھ سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب حشرات الارض کی زندگی سے متعلق ہے۔ اپنی اس تصنیف میں انہوں نے اس حقیقت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ کتاب فطرت کے مطالعہ سے ہمارے سامنے بے شمار ایسے حقائق آجاتے ہیں۔ جو خیالی افسانوں سے زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ اور انکی داستان اپنے اندر پریوں کے قصوں جیسی دلآویزی اور کشش رکھتی ہے۔

عالم حیوانات میں کوئی دوسری مخلوق ایسی نہیں جس کے حالات دلکشی کے اعتبار سے کیڑے مکوڑوں کی زندگی کا مقابلہ کر سکتے ہوں۔ مشہور فرانسیسی جین ہنری فیبر کو کون نہیں جانتا جس نے اپنی زندگی کیڑے مکوڑوں کے حالات کا مطالعہ کرنے میں وقف کر دی تھی۔ اور جس کے قلم سے حشرات الارض کے متعلق کئی دلکش کتابیں نکل چکی ہیں۔ اس نے لڑکپن میں ہی اس ننھی مخلوق کی زندگی سے دلچسپی لینا شروع کر دیا تھا۔ لڑکپن میں ایک دن وہ گھر سے نکل کر دیر تک گھاس اور جھاڑیوں میں کسی نئی دلچسپی کی تلاش کرتا رہا۔ کہتے ہیں کہ گھر واپس آکر وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ "دادی اماں مجھے کل رات پریوں کی جس سرزمین کے متعلق قصے سنا رہی تھیں یہ دنیا تو اس سے بدرجہا زیادہ حقیقی اور حیرت انگیز ہے۔ یہ شاندار پروں والی تیتری تو سچ مچ پری ہے۔ دیکھو ابھی ابھی یہ تاروا کے خطرناک زہر سے بچ نکلی ہے۔ یہ جادو نہیں تو اور کیا ہے ذرا اس ننھی مکڑی کو تو دیکھو۔ ابھی اس کے پر بھی نہیں نکلے۔ لیکن ہوا میں اڑتی چلی جا رہی ہے۔

آخر یہ مکڑی پروں کے بغیر کیونکر پرواز کرتی ہے"۔ اس کے لئے تمام فطرت خصوصاً کیڑے، مکوڑوں کی دنیا عجائبات اور حسن کی سرزمین تھی جب وہ بڑا ہوا۔ تو اُس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ کسی طرح اس دنیا کے اسرار بے نقاب کر ڈالے۔

مجھے اُمید ہے کہ اکثر بچے جن کی نظر سے پروفیسر کونشل کی یہ دلچسپ کتاب گذریگی اس کے مطالعہ سے اپنے آپ میں بھی اسی قسم کا شوق محسوس کریں گے۔ اور پروفیسر صاحب نے اس کتاب میں جس دلچسپ مخلوق کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں نہایت غور سے اُس کی زندگی کا مطالعہ کریں گے۔ اس غرض کے لئے انہیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارے مکانوں میں اور اُن کے اردگرد چیونٹیاں، مکھیاں، مچھر، جھینگر اور مکڑیاں بکثرت موجود ہیں۔ اگر وہ باغ میں چلے جائیں۔ تو انہیں شہد کی مکھیاں۔ تیتریاں اور بھونرے پھولوں کے گرد پھرتے نظر آئیں گے۔ ہری ہری دوب کے سبز تختوں پر نظر ڈالیں تو ٹڈے پھدکتے دکھائی دیں گے۔ تالاب پر چلے جائیں تو کالی مکھی منڈلاتی نظر آئے گی۔

درحقیقت کیڑے مکوڑوں کی زندگی اس قدر بوقلموں ہے۔ کہ وہ زمین پر، زمین کے نیچے۔ پانی پر اور ہوا میں غرض کہ ہر جگہ موجود ہیں۔ ان میں بعض جوؤں کی طرح بالوں میں چھپے رہتے ہیں۔ اور ہمارے جسم کی بدولت پلتے اور بڑھتے ہیں۔ بعض پسّوؤں کی طرح چوہوں کتّوں اور دوسرے جانوروں کی جلد پر پائے جاتے ہیں۔ بعض کھٹملوں کی طرح چارپائی میں چھپے رہتے ہیں۔ اور جب ہم سو جاتے ہیں۔ تو ہمارا خون پی پی کر موٹے ہوتے ہیں۔ سیب اور ناشپاتی کے درختوں پر ایک قسم کے ننھے ننھے سبز رنگ کے کیڑے پائے جاتے ہیں یہ کیڑے ان درختوں کو بیحد نقصان پہنچاتے ہیں۔

ٹڈی دل سے فصلوں کو جس قدر نقصان پہنچتا ہے۔ اُسے کون نہیں جانتا۔ ٹڈیاں ایک فتحمند لشکر کی طرح حملہ کرتی ہیں۔ اور اُن کے راستے میں جو چیز آتی ہے اُسے تباہ کر ڈالتی ہیں۔ ٹڈیوں کے دلچسپ حالات اس کتاب کے چھٹے باب میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں

Taj Tanir Foundation

ان کے علاوہ کئی دوسرے کیڑے ہیں۔ جو پھلوں اور کھیتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں +
لیکن بعض کیڑے طاعون۔ ملیریا۔ ہیضہ۔ ٹائیفائڈ فیور وغیرہ مہلک مرض پھیلا کر انسان
کو جس قدر نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ فصلوں کے نقصان سے بدرجہا زیادہ اہم ہے۔ ہر
سال لاکھوں جانیں مچھروں کی وجہ سے ضایع ہو جاتی ہیں۔ مچھر جب ملیریا کے کسی مریض
کا خون چوستے ہیں۔ تو ملیریا کے جراثیم بھی چوس لیتے ہیں۔ اور پھر کسی تندرست آدمی
کو کاٹتے ہیں۔ تو جراثیم اس کے جسم میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح چوہوں کے جسم
پر جو پسو ہوتے ہیں۔ وہ پہلے کسی طاعون زدہ چوہے کا خون چوستے ہیں۔ اور پھر انسان
کو کاٹتے ہیں۔ تو طاعون کے جراثیم اس کے جسم میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ عام مکھی جو گھروں
میں نظر آتی ہے۔ فضلے پر بیٹھتی ہے۔ اور اکثر امراض مثلاً ہیضہ اور ٹائیفائڈ کے جراثیم
اس کے ننھے ننھے بالوں سے جو اس کی ٹانگوں اور جسم پر ہوتے ہیں چمٹ جاتے ہیں
مکھی۔ دودھ۔ مٹھائی اور دوسری اشیائے خورد و نوش پر بیٹھتی ہے۔ تو یہ جراثیم ان میں
منتقل ہو جاتے ہیں۔ مکھی کے حالات اس کتاب کے ساتویں باب میں تفصیل سے بیان
کئے گئے ہیں +

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ تمام کیڑے انسان کے لئے مضرت رساں ہیں بعض
ملکوں میں اکثر کیڑوں اور ٹڈیوں کو خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ چین کے باش
جب کوئے سے ریشم نکال لیتے ہیں۔ تو اکثر اوقات کیڑے کو کھا لیتے ہیں۔ شہد کی مکھ
صدیوں سے انسان کو شہد بہم پہنچا رہی ہے۔ شہد سے موم بھی نکلتا ہے۔ جو بہت
گرانقدر چیز ہے۔ لاکھ جسے روز بروز اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ ایک کیڑے
نکلتی ہے۔ یہ کیڑا ہندوستان کے سوا اور کسی ملک میں نہیں پایا جاتا۔ لاکھ لکڑی کی
کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے۔ بجلی کے کام میں بھی اس کی وارنش بہت کارآمد ہے
کیونکہ اس پر برقی قوت اثر نہیں کر سکتی۔ اس سے چھاپے کی سیاہی بنتی ہے۔ اور مہر

Taj Tahir Foundation

لگانے کے کام بھی آتی ہے۔ گراموفون کے ریکارڈ بنانے میں بھی لاکھ بہت استعمال کی جاتی ہے۔ قرمز کا کیڑا نہایت خوشنما سُرخ رنگ مہیا کرتا ہے۔ ریشم کی ساری صنعت کا دارومدار ریشم کے تاروں پر ہے۔ جنہیں ریشم کا کیڑا بنتا ہے۔ اگرچہ ماہرین کیمیا نے روئی اور لکڑی سے مصنوعی ریشم بنانے کے طریقے معلوم کر لئے ہیں۔ لیکن یہ اصلی ریشم جیسا نہیں ہوتا اس لئے ریشم کے کیڑے اب بھی پالے جاتے ہیں۔

کیڑے مکوڑوں کی زندگی کا ایک پہلو اُنکے رہنے سہنے کا طریقہ ہے۔ ان میں سے اکثر مثلاً چیونٹیاں، شہد کی مکھیاں، بھڑیں، مل جل کر رہتی ہیں۔ اور ہر ایک کے سپرد مختلف قسم کے کام کئے جاتے ہیں۔ اُن میں معمار اور انجنیئر بھی ہیں۔ نقاش اور آرائش کا کام کرنے والے بھی۔ بڑھئی بھی اور راج بھی۔ اس کتاب میں اُن کی زندگی کے اس پہلو کا ذکر بھی نہایت معقول طریق پر کیا گیا ہے۔

غرض بحیثیت مجموعی پروفیسر کوشل ایسی پُر از معلومات اور دلچسپ کتاب لکھنے کے لئے جسے لڑکے خوش ہوکر پڑھیں گے۔ اور فائدہ اُٹھائیں گے۔ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

بی۔ ایل بھاٹیا

ایم۔ ایس۔ سی۔ ایف۔ زیڈ۔ ایس

پرنسپل گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج۔ ہوشیارپور

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

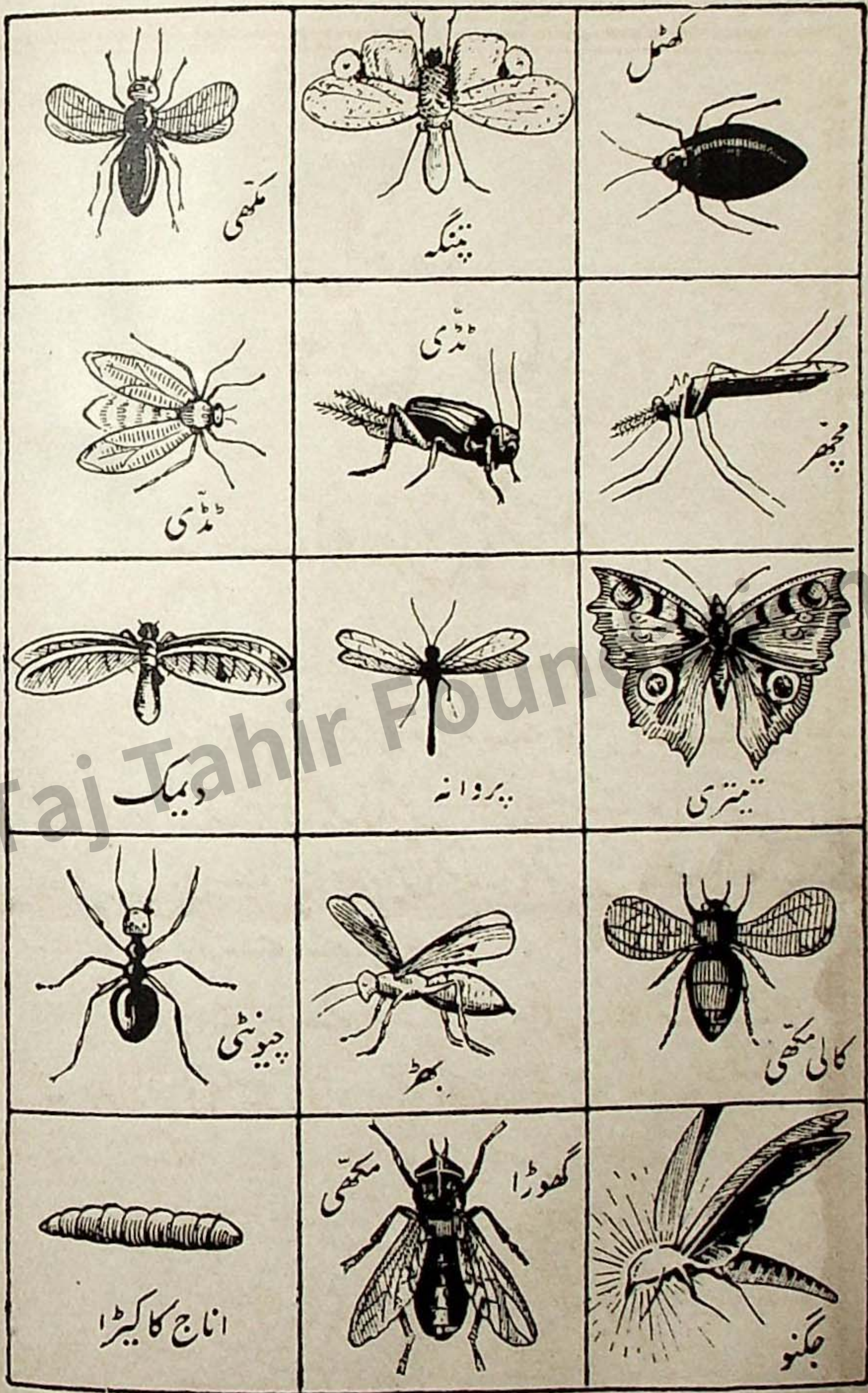

Taj Tahir Foundation

پہلی فصل

کیڑے اور ان کی قسمیں

چوپائے زمین پر رہتے ہیں۔ پرندے ہوا میں اُڑتے ہیں۔ اور مچھلیاں پانی میں تیرتی پھرتی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ایک اَور ننھّی سی مخلوق بھی ہے۔ جو تعداد میں سب جانوروں سے زیادہ ہے۔ اسے کیڑے مکوڑے کہتے ہیں +

کیڑے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان نے ان کی جانب زیادہ توجہ نہیں کی + اگلے لوگوں نے اپنی کتابوں میں خشکی۔ تری اور ہوا کے بڑے بڑے جانوروں کا حال تو لکھا ہے۔ مگر کیڑوں کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں کی۔ حالانکہ دنیا میں جس قدر جاندار ہیں ان میں سے تین چوتھائی یہی کیڑے مکوڑے ہیں + اس زمانہ کے عالموں نے بڑی کوشش اور محنت سے ان ننھے ننھے جانداروں

کے حالات معلوم کر کے کتابیں لکھی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔

یوں تو کیڑوں مکوڑوں کی قسمیں پچاس لاکھ سے بھی زیادہ ہیں لیکن عالموں نے سہولت کے خیال سے انہیں آٹھ بڑے بڑے گروہوں میں تقسیم کر لیا ہے۔

۱۔ بن پر کے کیڑے۔ جیسے کھٹمل اور جوں۔

۲۔ دو پر کے کیڑے۔ جیسے مکھیاں اور مچھر۔

۳۔ چار پر کے کیڑے۔ جیسے پسو۔

۴۔ سیدھے پروں والے کیڑے۔ جیسے ٹڈیاں۔

۵۔ چھلکے دار پروں والے کیڑے۔ جیسے تیتریاں اور پتنگے۔

۶۔ ریشے دار پروں والے کیڑے۔ جیسے دیمک اور کالی مکھی۔

۷۔ جھلی دار پروں والے کیڑے۔ جیسے بھڑیں۔ چیونٹیاں اور شہد کی مکھیاں۔

۸۔ غلاف والے پروں کے کیڑے۔ جیسے جگنو اور اناج کے کیڑے۔

کیڑوں کی شکل

یوں تو ہر قسم کے کیڑے کی شکل و صورت مختلف ہوتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

لیکن بعض باتیں ایسی ہیں۔ جو ہر قسم کے کیڑوں میں یکساں پائی جاتی ہیں ÷ کسی کیڑے کو ہاتھ میں لو۔ اور اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھو۔ تو تمہیں اس کے تین حصے نظر آئیں گے۔ سر۔ چھاتی۔ اور جسم کا پچھلا حصّہ ÷ یہ تینوں حصّے آپس میں جڑے ہوئے ہیں لیکن ہڈی نام کو نہیں۔ جسم کے ہر حصّہ کو ہاتھوں سے چُھو کر دیکھو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ سر کا پوست جسم کے دوسرے حصّوں کی نسبت زیادہ سخت اور مضبوط ہے۔ صرف مکڑی کا جسم تین حصّوں میں منقسم نہیں ہوتا ÷

کیڑوں کے سر میں ایک سوراخ سا ہوتا ہے۔ یہی ان کا منہ ہے۔ بعض کیڑوں میں ایک اور سوراخ ہوتا ہے۔ جس میں آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور بعض کے سر میں ایک تیسرا سوراخ بھی ہوتا ہے جس میں بال سی شاخیں لگی ہوتی ہیں ÷

اب آنکھوں کا ماجرا سُنو۔ کیڑوں کی آنکھیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک مفرد اور دوسری مرکّب ÷ مفرد آنکھیں گول اور سیاہ ہوتی ہیں۔ یہ کم و بیش محدّب ہوتی ہیں۔ اور مچھلی کی آنکھ سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ان سے نزدیک کی چیزیں بخوبی نظر آتی ہیں۔ لیکن یاد رکھّو۔ کہ سب کیڑے مفرد آنکھیں نہیں رکھتے ÷

مرکّب آنکھ بہت سی ننھی ننھی مفرد آنکھوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ خُردبین سے دیکھو۔ تو تمہیں یہ آنکھیں بعینہٖ ایسی نظر آئیں گی۔ گویا

Taj Tahir Foundation

کئی شش پہلو شیشے ملا کر ایک بڑا شیشہ بنا لیا ہے + بھنورے کی ایک آنکھ پچیس ہزار مفرد آنکھوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ مکھی کی ایک آنکھ چار ہزار آنکھوں سے مل کر بنتی ہے۔ اور چیونٹی کی آنکھ پچاس مفرد آنکھوں سے مرکّب ہوتی ہے + تم شاید سمجھتے ہو۔ کہ مرکّب آنکھوں کی وجہ سے انہیں ایک کی کئی کئی چیزیں نظر آتی ہوں گی۔ لیکن یہ غلط ہے۔ انسان کی بھی آخر دو آنکھیں ہیں۔ اسے ایک کے بجائے دو چیزیں کیوں نظر نہیں آتیں؟ بات یہ ہے۔ کہ کیڑوں کی آنکھیں ہماری تمہاری آنکھوں کی طرح اِدھر اُدھر مڑ نہیں سکتیں + قدرت نے یہ کمی اس طرح پوری کر دی۔ کہ انہیں بہت سی آنکھیں دے دیں۔ جن کی مدد سے وہ بآسانی ہر طرف دیکھ سکتے ہیں + جن کیڑوں کو غذا کی تلاش میں زیادہ تکلیف ہی نہیں اٹھانی پڑتی۔ اُن کی آنکھیں چپٹی اور چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن جن کو اپنی خوراک مہیّا کرنے میں اِدھر اُدھر پھرنا پڑتا ہے۔ اُن کی آنکھیں بڑی اور محدّب ہوتی ہیں +

کیڑوں کے سر پر دو بال ہوتے ہیں۔ جنہیں سینگ کہنا چاہئے + کسی کیڑے کے سینگ آری جیسے ہوتے ہیں۔ کسی کے ہرن کے سینگوں کی مانند۔ اور کسی کے سوئے کی طرح۔ کیڑے ان سے چیزیں ٹٹولنے میں مدد لیتے ہیں۔ چلتے وقت اپنا

راستہ معلوم کرتے ہیں۔ لیکن ان سینگوں کا اصل کام سُننا ہے۔ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہی سینگ ان کے کان ہیں +

کیڑوں کے منہ کی بناوٹ بھی ایک سی نہیں ہوتی۔ جن کیڑوں کو سخت چیزیں کھانی پڑتی ہیں۔ انہیں خدا نے اس قسم کا منہ بخشا ہے۔ جس سے وہ اپنی خوراک کو توڑ پھوڑ سکیں + جو پھولوں پھولوں کے رس چوس کر گذارہ کرتے ہیں۔ اُن کا مُنہ بھی ایسا ہوتا ہے۔ جس سے رس چوس سکیں + کیڑوں کے مُنہ میں ننھے ننھے تیز دانت بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کیڑے منہ سے سانس نہیں لیتے۔ سینے اور پیٹ کے دونوں طرف مہین مہین سوراخوں کی قطار سی ہوتی ہے۔ جو سانس لینے کے کام آتی ہے +

ہر کیڑے کی چھاتی کے تین حصے ہوتے ہیں۔ اور ہر حصے میں دو ٹانگیں ہوتی ہیں + سب کیڑوں کی ٹانگیں چھ ہوتی ہیں۔ تین ایک طرف اور تین دوسری طرف۔ اس سے کوئی کیڑا مستثنےٰ نہیں + ٹانگیں چلنے۔ پھرنے۔ تیرنے اور کودنے کا کام دیتی ہیں۔ پچھلی ٹانگیں زیادہ کارآمد ہوتی ہیں۔ انہیں سے کیڑے کودتے ہیں۔ اور انہیں سے تیرتے ہیں۔ کودنے والے کیڑوں کی ٹانگیں مضبوط ہوتی ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ جب ملاحوں کو کشتی کا رُخ پھیرنا ہوتا ہے۔ تو وہ صرف ایک

چپّو کی حرکت سے پھیر لیتے ہیں۔ اسی طرح کیڑے تیرتے وقت ایک ہی طرف کی ٹانگوں کو حرکت دے کر رُخ پھیر لیتے ہیں۔

بعض کیڑوں کے چار پر ہوتے ہیں۔ بعض کے دو۔ اور بعض کے سرے سے ہوتے ہی نہیں۔ پر بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض پتلے اور بعض موٹے۔ بعض نرم اور بعض سخت بعض سفید اور بعض رنگین۔ بعض کیڑوں کے پروں میں کئی کئی رنگ چمکتے ہیں۔

کیڑوں کے جسم کا پچھلا حصّہ باقی حصّوں سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ بھی نو حصّوں پر منقسم ہے۔ معدہ اور ڈنک اسی حصّے میں ہوتے ہیں۔ لیکن ہم جو کچھ بیان کر چکے ہیں۔ یہ کیڑوں کی مکمّل حالت سے تعلّق رکھتا ہے۔ پیدائش کے وقت ان کی شکل کچھ اَور ہوتی ہے اور پیدائش کے بعد اُن کی اس شکل میں بہت کچھ ادل بدل ہوتا رہتا ہے۔ اب ہم اس ادل بدل کا ذکر کرتے ہیں۔

کیڑے کی حالتیں

اَور جانداروں کی طرح کیڑوں میں بھی نر مادہ ہوتے ہیں۔ مادہ انڈے دیتی ہے۔ وہ دھوپ میں تڑختے ہیں۔ لیکن اُن سے شہد کی مکھیاں۔ ٹڈیاں اور تیتریاں نہیں نکلتیں۔ ننھے ننھے کرم

نکلتے ہیں + اس حالت میں کیڑا درختوں کے پتّے کھاتا ہے۔ جلد جلد بڑھتا ہے۔ اور پوست میں نہیں سماتا + پوست پھٹ جاتا ہے تو نیا پوست آجاتا ہے۔ اس طرح کئی بار پوست بدلتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد کیڑا کھانا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنے اوپر ایک خول سا بنا لیتا ہے + بعض کیڑے کویا بناتے ہیں۔ اور بعض اپنے اوپر مٹّی یا پتّوں کا غلاف سا چڑھا لیتے ہیں + کیڑا کچھ دنوں اسی ننھے سے گھر میں بند رہتا ہے۔ لیکن اندر ہی اندر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب اُس کی نشو و نما مکمل ہو جاتی ہے۔ تو پوست پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے + مکڑی کے سوا سب کیڑے حالتیں بدلتے ہیں +

کیڑوں کے حیرت انگیز کام

کیڑے دیکھنے میں تو ننھے ننھے اور حقیر نظر آتے ہیں لیکن سب کام کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں۔ سنتے ہیں۔ سونگھتے ہیں۔ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ اپنی بساط سے بڑھ کر کودتے ہیں۔ اُڑتے ہیں۔ تیرتے ہیں۔ زمین کھودتے ہیں۔ بوجھ گھسیٹ کر لے جاتے ہیں + ہوا میں۔ خشکی اور تری میں ہر جگہ موجود ہیں + بعض کیڑے اتنی تیزی سے دوڑتے ہیں۔ کہ جسامت کے تناسب کا لحاظ رکھا جائے۔ تو گھوڑے اور خرگوش کی تیز رفتاری اُن کے

سامنے ہیچ نظر آتی ہے + پسو ایک انچ کے آٹھویں حصہ سے زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔ لیکن کود کر ایک گز کے فاصلہ پر جا پہنچتا ہے۔ اس حساب سے شیر ببر کو ایک ہزار گز سے بھی زیادہ پھاندنا چاہیئے ؎

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ کیڑے مکوڑے بھی علوم و فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ شہد کی مکھیاں اقلیدس کی ماہر ہوتی ہیں۔ بھڑ کاغذسازی میں مہارت رکھتی ہے۔ دیمکیں کئی کئی گز اونچے گھر بناتی ہیں۔ جن کی مضبوطی کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر اُن پر بھینسیں بھی چڑھ جائیں تو انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے + انسان کو فخر ہے۔ کہ اُس نے اہرام مصری جیسی عالیشان عمارتیں تعمیر کر دیں لیکن غور تو کیجیئے۔ کہ اہرام مصری اوسط قد کے آدمی سے نوے گنا بلند ہے۔ اور دیمک اپنے قد سے ہزار گنا بلند آشیانہ تعمیر کر دیتی ہے ؎

اب کیڑوں کی طاقت کا ذکر سنو۔ گھوڑا اپنے وزن سے آدھا بوجھ کھینچ سکتا ہے۔ لیکن شہد کی مکھی اپنے وزن سے بیس گنا۔ اور چیونٹی تیرہ سو گُنا بوجھ کھینچ سکتی ہے + گبریلا اپنے وزن سے چار سو گنا چیز کو بآسانی کھینچ لے جاتا ہے + آدمی چھ فٹ سے کچھ ہی زیادہ کود سکتا ہے۔ لیکن اگر اس میں پروانوں کی طرح کودنے کی طاقت ہوتی۔ تو وہ تین سو فٹ بلند عمارت سے کود سکتا +

بعض کیڑے تجارت کرتے ہیں۔ اور بعض نہایت میٹھے گیت گاتے ہیں + جرمنی کے ایک پروفیسر صاحب نے حال میں تجربہ کیا ہے۔ کہ

Taj Tahir Foundation

کیڑے مکوڑوں کی طاقت

سب سے مضبوط قسم کا گبریلا
اپنے سے چار سو گُنا زیادہ
وزنی چیز اُٹھا سکتا ہے

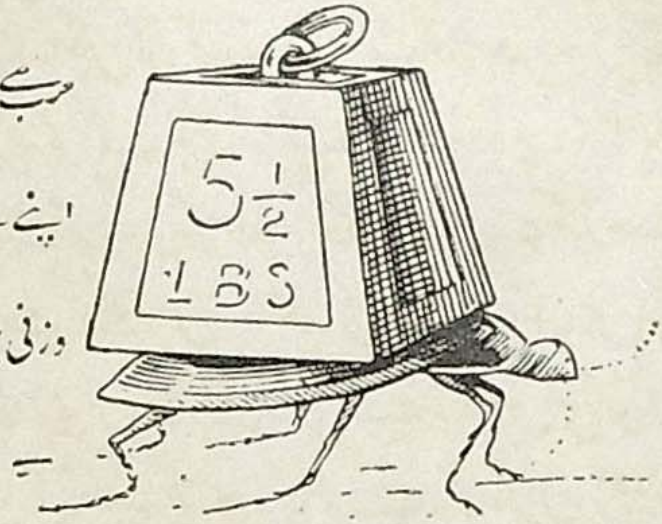

سب سے کمزور گبریلا بھی اپنے سے پانچ گُنا وزن اُٹھا
سکتا ہے

مکھی اپنے سے کئی گُنا زیادہ بھاری کیڑے کو لے جاتی ہے

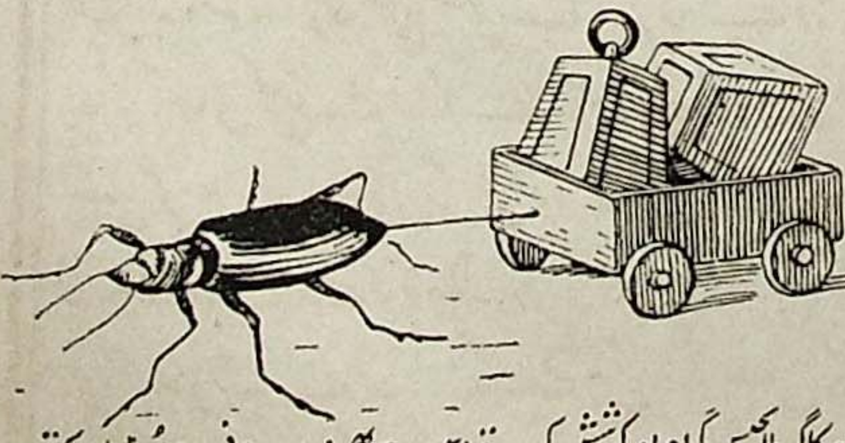

نصف گرام وزن کا گبریلا پچیس گرام اور کوشش کرے تو اس سے بھی زیادہ وزنی چیز اُٹھا سکتا ہے۔

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

کیڑے گانے میں مہارت رکھتے ہیں +

حفاظت کے ڈھنگ

قدرت نے کیڑوں کو اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار بھی خوب دیئے ہیں - یہ نہ ہوں۔ تو دنیا سے کیڑوں کی نسل[1] کا خاتمہ ہو جائے۔ کیڑوں کے ڈنک بہت تیز ہوتے ہیں - اُن کے جبڑے قینچی کی طرح تر چھے چلتے ہیں لیکن سب کیڑے نہیں کاٹتے - اُنہیں قدرت نے اپنے بچاؤ کے اور ڈھنگ سکھا رکھے ہیں کھٹمل کا جسم اس لئے چپٹا ہوتا ہے - کہ کپڑوں میں کسی وقت کے بغیر چھپ سکے + ایک کھٹمل ایسا بھی ہوتا ہے - کہ اُسے مار ڈالئے - تو اس کے جسم سے ایک بدبودار سا تیل نکلتا ہے - یہ تیل ہاتھ کو لگ جائے - تو آبلے پڑ جاتے ہیں + بعض کیڑوں کے جسم پر خار پشت کی طرح زہریلے کانٹے ہوتے ہیں جنہیں کھڑا کر کے وہ دشمنوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں +

کیڑے اور انسان

انسان کو اکثر کیڑوں سے بڑے بڑے فائدے پہنچتے ہیں -

---

[1] کیڑوں کی نسل نہایت تیزی سے ترقی کرتی ہے - بعض ایسے کیڑے بھی ہیں - جن کی نشوونما میں اگر کوئی بات مانع نہ ہو - تو ایک گھنٹہ کے اندر اُن کی نسل میں چالیس لاکھ کا اضافہ ہو جائے +

شہد کی مکھی شہد بناتی ہے۔ موم بھی اسی کی بدولت ملتا ہے۔ ریشم کے کیڑے کروڑوں روپے کا ریشم تیار کرتے ہیں۔ لاکھ کا کیڑا لاکھ بناتا ہے ۔ قرمزی کیڑا قرمزی رنگ مہیا کرتا ہے ۔ بعض کیڑے ایک پھول کا غبار دوسرے پھول تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس طرح پھلوں اور پھولوں کی نشو و نما میں بڑا حصہ لیتے ہیں ۔

کیڑے ہمیں بہت نقصان بھی پہنچاتے ہیں۔ دیمک مکان کی کڑیوں ۔ شہتیروں وغیرہ چوبی سامان کو کھا جاتی ہے ۔ ٹڈی فصلوں کو تباہ کرتی ہے۔ اور بھی کئی کیڑے ہیں ۔ جن سے فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے ۔ بہتیرے کیڑے اونی کپڑوں اور پوستینوں کے دشمن ہیں۔ مکھیاں سینکڑوں امراض پھیلاتی ہیں۔ مچھر موسمی بخار پھیلاتا ہے ۔ اس لئے ضروری ہے ۔ کہ اس قسم کے نقصان رساں کیڑوں کے خلاف مستقل جنگ جاری رکھی جائے ۔ اور جن کیڑوں سے انسان کو فائدہ پہنچتا ہے ۔ اُن کی حفاظت کی جائے ۔

دوسری فصل

شہد کی مکھی کی کہانی

شہد کی مکھی اپنی بے نظیر محنت۔ استقلال اور عجیب و غریب خصلت کے لئے زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ اس کی لاثانی شہرت کا سب سے بڑا سبب وہ چیزیں ہیں۔ جو یہ اپنی محنت سے تیار کرتی ہے۔ یعنی شہد اور موم + اگلے وقتوں کے بڑے بڑے عالموں سے لے کر آج تک کے اعلیٰ پایہ مصنّفوں نے اس ننھی سی مخلوق پر قلم اُٹھایا ہے۔ یہاں تک کہ آج جتنی کتابیں شہد کی مکھی پر موجود ہیں۔ اُتنی تو کیا۔ اس کی نصف بھی دُنیا کے کسی جان دار کے متعلق نہ ملینگی + بعض عالم تو ایسے گذرے ہیں۔ جنھوں نے ساری ساری عمر اس کی زندگی کے حالات معلوم کرنے میں صرف کر دی ہے + مشہور ہے۔ کہ ارسٹومیکس نامی ایک یونانی عالم نے ساٹھ برس شہد کی مکھی کے

Taj Tahir Foundation

مطالعے میں گذار دیئے۔ فلسکس گھر بار کو خیرباد کہہ اس لئے جنگل میں جا بسا۔ کہ وہاں اس کے عادات و خصائل کے مشاہدے کا اچھا موقعہ ہاتھ آئے گا۔ اور واقعی اس کا حال ہے بھی اس قدر دلچسپ اور حیرت انگیز کہ قصے کہانیوں کی بات معلوم ہوتا ہے؛

کہاں کہاں پائی جاتی ہیں؟

شہد کی مکھیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ اور دنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ جن ممالک میں موسم بہار کا دور دورہ ہو۔ وہاں خصوصیت سے ان کی کثرت ہوتی ہے۔ ہسپانیہ۔ اٹلی۔ مصر۔ روس۔ امریکہ۔ انگلستان ہندوستان اور جرمنی کے باشندے ان سے بخوبی واقف ہیں + دیواروں اور درختوں کی شاخوں پر چھتے بنا کر رہتی ہیں۔ بعض کو مل جل کر رہنے کی عادت ہے۔ بعض تنہائی پسند ہوتی ہیں۔ اکیلے برطانیہ میں شہد کی مکھی کی کوئی ستائیس قسمیں اور ۱۷۷ نوعیں پائی جاتی ہیں ؛

شہد کی مکھی کا جسم

شہد کی مکھیاں خوش نما اور سنہرے رنگ کی ہوتی ہیں۔ جسم پر جا بجا سیاہ رنگ کی چتیاں پڑی ہوتی ہیں۔ جسم کو غور سے دیکھو۔ تو اُس کے تین حصے صاف نظر آئیں گے۔ سر۔ صدر اور پیٹ + ایک ایک حصے

میں کئی کئی اعضا ہیں +

سر میں تین اعضا ہیں - آنکھ - سینگ اور مُنہ + شہد کی مکھی کی آنکھ حرکت نہیں کر سکتی + بظاہر تو شہد کی مکھی کی دو آنکھیں ہوتی ہیں - لیکن خوردبین سے دیکھئے - تو یہ دو آنکھیں ننھی ننھی بے شمار آنکھوں کا مجموعہ نظر آئیں گی + ایک ڈاکٹر نے تجربوں سے معلوم کیا ہے - کہ ایک شہد کی مکھی کی تیرہ ہزار آٹھ آٹھ سو آنکھیں ہوتی ہیں - ان کی مدد سے وہ دُور دُور کی چیزوں کو خوب اچھی طرح دیکھ سکتی ہے - البتہ پاس کی چیزیں ان ننھی آنکھوں کو نہیں سجھائی دیتیں - اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مکھی کی دونوں آنکھوں کے اوپر تین چھوٹی چھوٹی آنکھیں ہوتی ہیں - ان کی مدد سے قریب کی چیزیں اچھی طرح دکھائی دے جاتی ہیں +

سر میں دو سینگ ہوتے ہیں - جو بیچوں بیچ ایک ہی مقام سے نکلتے ہیں - ان سینگوں سے مکھیاں کئی کاموں میں مدد لیتی ہیں + جب وہ کہیں جانا چاہتی ہیں - تو یہ سینگ اُن کی رہنمائی کرتے ہیں + انہی کے ذریعہ سے یہ معلوم کرتی ہیں - کہ آیا چھتے کی کوٹھڑیوں کی شکل ٹھیک ہے - اور اُن کے مختلف قسم کے بچوں کی رہائش کے لئے موزوں ہے + ان ہی کی مدد سے وہ نر - مادہ اور رانی مکھیوں میں تمیز کرتی اور آپس میں بات چیت کر سکتی ہیں +

شہد کی مکھیوں کی زبان بہت لمبی اور لچک دار ہوتی ہے -

اور سونڈ یا نچلا ہونٹ بھی بڑا ہوتا ہے۔ ان سے چاٹنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اور چھتہ بنانے کے لئے موم کو بھی اسی سے نرم کرتی ہیں + نر مکھی اور رانی مکھی کے جبڑوں میں دانت نہیں ہوتے۔ البتہ کام کرنے والی مکھیوں کے جبڑوں میں دانت ضرور ہوتے ہیں۔ ان سے وہ کوٹھڑیوں کے بنانے اور چکنا کرنے کا کام لیتی ہیں +

شہد کی مکھی کی ٹانگوں کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ یہ ٹانگیں صرف چلنے پھرنے اور رینگنے کے کام ہی نہیں آتیں۔ بلکہ سر کے بعض اعضا کے مانند اور کام بھی دیتی ہیں + پاؤں کے آخری جوڑ میں دُہرے پنجے ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان پیالے کی شکل کی ایک خالی گدّی سی ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے شہد کی مکھی چکنی سطح پر بھی چل پھر لیتی ہے۔ پنجوں کی مدد سے چھت یا چھتوں میں ایک دوسرے سے چمٹ کر لٹک سکتی ہیں + ٹانگ کے تمام جوڑوں پر بال ہوتے ہیں۔ جو زرِ گل کے جمع کرنے میں مدد دیتے ہیں +

بازو چار ہوتے ہیں۔ دو آگے اور دو پیچھے۔ اگلے بازو پچھلے بازوؤں سے ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ ہر ایک بازو میں دُہری جھلّی ہوتی ہے۔ اور اس کے اوپر باریک بال جو بازوؤں کو گرمی سردی کے اثر اور لیسدار چیزوں سے محفوظ رکھتے ہیں + بازوؤں میں کمانی کی مانند رگیں ہوتی ہیں۔ جو حفاظت میں مدد دیتی ہیں + ان رگوں

کے ساتھ ہوا کی آمد و رفت کے لئے سوراخ ہوتے ہیں۔ جن سے اُڑنے میں مدد ملتی ہے + بازو لچکدار ہوتے ہیں۔ اور نہایت ہلکے۔ تاکہ اُڑنے میں دِقّت نہ ہو + پچھلے بازوؤں کے اگلے حصے میں بال یا کانٹے ہوتے ہیں۔ اور اگلے باوؤں کے پچھلے حصے میں بال + جب مکھی اُڑتی ہے۔ تو یہ کانٹے بالوں میں پھنس جاتے ہیں۔ جس سے دونوں بازو مل جاتے ہیں۔ اور اس طرح مکھی بآسانی اُڑ سکتی ہے + جب گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ تو کام کرنے والی مکھیاں کوٹھڑیوں کے فرش پر نیچے جاکر اور بازوؤں کو پھیلا کر پَر پھڑپھڑاتی ہیں + اس سے ہوا کافی مقدار میں چھتّے کے اندر پہنچ جاتی ہے + کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک سیکنڈ میں ۶۶۰ بار پروں کو حرکت دیتی ہے +

شہد کی مکھی کے جسم کا سب سے آخری حصہ معدہ ہے۔ یہ اس کی کئی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اس میں سانس لینے۔ ہضم کرنے۔ موم بنانے۔ انڈے بچے پیدا کرنے اور زخم لگانے والے اعضا ہوتے ہیں + ڈنک معدہ کا آخری عضو ہے۔ جو مکھی کی زندگی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ لیکن وہ اسے اپنے بچاؤ کی خاطر استعمال کرتی ہے + ڈنگ مکھی کے پیٹ میں پیچھے کی طرف ہوتا ہے۔ اور اندر کی آنتوں سے جڑا رہتا ہے + یہ ایک نلی کے مانند ہوتا ہے۔ اور اس کے آس پاس ایک سینگ جیسی سخت لیکن بہت باریک چیز لگی رہتی ہے۔ اوپر ایک گلٹی میں زہر جمع رہتا ہے۔ جونہی مکھی کسی

کو کاٹتی ہے۔ ڈنک سے گذر کر زہر زخم میں پہنچ جاتا ہے۔ بعض اوقات ڈنک ایسا گہرا لگتا ہے۔ کہ مکھی اس کے نکالنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ نکل نہیں سکتا۔ اور جب زیادہ زور لگاتی ہے۔ تو اکثر ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مکھی بھی شاذ ہی زندہ بچتی ہے +

جہاں ڈنک لگے۔ وہاں ورم ہوتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ورم کے ساتھ درد اور جلن بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب تک مکھی کو چھیڑا یا دق نہ کیا جائے۔ وہ عام طور پر کسی کو نہیں ستاتی + انگلستان کے لارڈ ایوبری اور سوئٹزرلینڈ کے ڈاکٹر فورل جنہوں نے شہد کی مکھی اور بھڑ کے مطالعہ میں اپنی اپنی عمر عزیز کا ایک گرانبہا حصہ گذار دیا تھا۔ لکھتے ہیں۔ کہ شہد کی مکھیاں اور بھڑیں ہمارے ہاتھوں اور چہروں پر نہایت آزادی اور اطمینان کے ساتھ پھرتی رہتی تھیں۔ مگر اُنھوں نے کبھی ایک دفعہ بھی نہیں کاٹا + البتہ اگر تم اپنا رومال نکال کر ان پر حملہ کر دو۔ تو پھر وہ بھی اگر اور کسی خیال سے نہیں۔ تو کم از کم بچاؤ ہی کے خیال سے تم سے ضرور بدلہ لیں گی۔ خواہ اس کوشش میں ان غریبوں کو اپنی جان ہی سے ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں + مکھیاں پالنے والے۔ ایک خاص قسم کا کپڑا پہنتے ہیں۔ جس پر مکھیوں کے ڈنک کا اثر نہیں ہوتا +

شہد کی مکھی یا بھڑ کاٹ لے۔ تو چابی سے دبا کر ڈنک نکال دو۔ اس کے بعد سوڈا یا امونیا یا پرمینگنیٹ آف پوٹاش مل دو + نمک ملی

ہوئی مٹی یا گیلے چونے کا لیپ کر دینے سے بھی تسکین ہو جاتی ہے +
بھن بھن کی آواز جو شہد کی مکھیوں کے اڑتے وقت آیا کرتی ہے ۔
کیا وہ دراصل مکھیوں ہی کی آواز ہوتی ہے ؟ نہیں نہیں ۔ یہ بات نہیں
ہے ۔ جب مکھی فرش ۔ چھت یا دیوار پر چلتی ہے ۔ اس وقت یہ
بھن بھن کی آواز کبھی سنائی نہیں دیتی ۔ اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ
کہ یہ آواز مکھی کے اڑتے وقت ہوا میں اس کے پروں کی حرکت
کرنے سے پیدا ہوتی ہے + اس کی بھنبھناہٹ بڑی پیاری لگتی ہے
اور اسے مکھی کا گانا کہتے ہیں +

شہد کی مکھی کی خوراک

شہد کی مکھیوں کی سب سے بڑی خوراک پھولوں کا رس اور
اُن کا کیسر یا زرگل ہے ۔ اس کے علاوہ پکے ہوئے پھل ۔ شکر کے
شربت ۔ مٹھائیاں اور اَور میٹھی چیزیں بھی کھاتی ۔ اور اُن سے شہد کے
جزا ر جمع کرتی ہیں ۔ لیکن خوراک کا زیادہ حصّہ پھولوں کے رس
ہی سے لیا جاتا ہے +

ان کے جسم کی بناوٹ اس قسم کی ہوتی ہے ۔ کہ بآسانی تمام
رس اور زرگل کھا سکتی ہیں + مکھی منہ سے شہد جمع کرتی ہے ۔ جب شہد
لینا چاہتی ہے ۔ تو اس کی سونڈ باہر نکل آتی ہے ۔ اور پھول میں گھس
جاتی ہے ۔ شہد نکال کر نگل جاتی ہے ۔ جو پیٹ کے اندر ایک تھیلی

Taj Tahir Foundation

میں چلا جاتا ہے۔ اس تھیلی کو پہلا معدہ کہتے ہیں۔ دوسرا معدہ گودام کا کام دیتا ہے۔ کھانے سے جو سامان بچ رہتا ہے۔ وہ اسی گودام میں جمع رہتا ہے۔ اور ذرا بھی خراب نہیں ہونے پاتا۔ اور ضرورت کے وقت نکالا جا سکتا ہے ⁂

پھولوں کا غبار یا زرگل جمع کرتے وقت مکھی بڑی عقلمندی سے کام لیتی ہے۔ پہلے پھولوں کے اندر اپنے بدن کو خوب اچھی طرح سے رگڑ رگڑ کر اُسے کیسر یا زرگل سے اچھی طرح ڈھک لیتی ہے۔ پھر اپنے پچھلے پیر سے اُسے چھڑا کر اور رل دل کر اس کی گولی سی بنا لیتی ہے اور اسے پاؤں کے بیچ میں گانٹھ پر رکھ کر چھتے میں لے آتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ اِدھر کیسر جسم سے لپٹا۔ اور اُدھر وہ چھتے میں پہنچ گئی۔ اور پر سے کھُرچ کھُرچ کر اُسے جمع کر دیا۔ شہد کی مکھی ساٹھ ہزار پھولوں کا رس چوستی ہے۔ تو کہیں پاؤ بھر شہد جمع ہوتا ہے۔ لیکن تمام شہد ایک ہی قسم کے پھولوں سے اکٹھا کرتی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ ابھی گلاب کے پھول پر بیٹھی ہے۔ اور ابھی اُڑ کر چنبیلی کے پھول پر جا بیٹھی ⁂

چھتے میں تین قسم کی مکھیاں

ہر چھتے میں تین قسم کی مکھیاں پائی جاتی ہیں۔ نر یا نکھٹو مکھیاں۔ رانی مکھیاں اور مزدور یا کام کرنے والی مکھیاں ⁂

نکھٹو اَوروں کی نسبت بڑا اور موٹا تازہ، مگر لمبائی میں رانی سے

چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ ذرا بھورا ہوتا ہے۔ جسم پر بال بھی بہت ہوتے ہیں۔ لیکن جبڑے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور سونڈ شہد جمع کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ نہ اس کے ڈنک ہوتا ہے۔ اس لئے لڑبھڑ کر اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اُڑتے وقت اس کے پروں سے بھنبھناہٹ کی آواز نکلتی ہے۔ بہت کاہل ہوتا ہے۔ خود کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کے لئے بھی دوسروں کا محتاج ہے۔ اسی لئے اس کا نام نکھٹو پڑ گیا ہے۔ بس بچے پیدا کرنے کے لئے ہی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ بہت دیر تک زندہ بھی نہیں رہتا۔ ادھر رانی نے انڈے دینے شروع کئے۔ اُدھر نکھٹوؤں کا خاتمہ ہوا۔ بہار کے موسم میں نکھٹوؤں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ پھر بھی دوسری مکھیوں سے بہت کم۔ باقی موسموں میں تو یہ بالکل نہیں ہوتے۔

ہر چھتے میں وسط اپریل کے قریب نکھٹوؤں کی تعداد پانسو سے لے کر دو ہزار تک ہوتی ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ جب ضرورت نہیں رہتی۔ تو کام کرنے والی مکھیاں نکھٹوؤں کو چھتے سے باہر نکال دیتی ہیں۔ اور اگر وہ نکلنا نہ چاہیں۔ تو انہیں ڈنک مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نکھٹو ایک چھتے سے دوسرے چھتے میں بلا روک ٹوک چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات جب سامان خوراک کم ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی انہیں کو چھتے سے نکال دیا جاتا ہے۔

ہر چھتے میں ایک مکھی ایسی ہوتی ہے۔ جس کی دوسری تمام مکھیاں

تعظیم و تکریم کرتی ہیں + اس کا بڑا رعب وداب ہوتا ہے + پچھلے زمانے میں لوگ اس کو راجہ مکھی کہتے تھے - کیونکہ ٹھیک طور پر اس کی جنس معلوم نہ تھی + جدید تحقیق سے معلوم ہوا - کہ یہ مکھی اوروں کی نسبت زیادہ پتلی اور لمبی ہوتی ہے - اس کا رنگ بہت چمکیلا ہوتا ہے - مگر پر چھوٹے ہوتے ہیں - اور اس کے ڈنک بھی ہوتا ہے + یہ عام طور پر ایک چھتے میں ایک ہی ہوتی ہے - اور انڈے دینا ہی اس کا کام ہے - یہی وجہ ہے - کہ تمام مکھیاں اس کی اطاعت و تعظیم اور اس کے ساتھ محبت کرتی ہیں - اس کی خدمت بجالاتی ہیں - خود بھوکی رہ لیتی ہیں - مگر اسے پیٹ بھر کر خوب اچھی اچھی چیزیں کھلاتی ہیں +

لیکن سچ پوچھئے - تو رانی بھی نام کی رانی ہے - ورنہ چھتے پر حکومت کام کرنے والیوں ہی کی ہوتی ہے + وہ خود ہی تمام امور کا فیصلہ اور انتظام کرتی ہیں + رانی مکھی کسی دوسری رانی مکھی کو ہرگز چھتے میں نہیں گھسنے دیتی - اگر کئی ایک ہم عمر اور نوجوان رانی مکھیاں ایک ہی چھتے میں ہوں - تو وہ اپنے حق کے واسطے باہم لڑتی ہیں - جو مضبوط ہوتی ہے وہ غالب آتی ہے - اور باقی سب ماری جاتی ہیں + اگر رانی مکھی مرجائے تو سب مکھیوں کو سخت صدمہ پہنچتا ہے + وہ افسوس اور پریشانی کی حالت میں اس حادثے کی خبر دینے کے لئے چھتے میں ادھر اُدھر دوڑتی پھرتی ہیں - اور تھوڑی دیر بعد اس کے قائم مقام کی جستجو شروع ہوجاتی ہے +

کام کرنے والی بھی مادہ ہوتی ہے - قد و قامت میں رانی اور نکھٹوؤں سے ذرا چھوٹی ہوتی ہے + بعض عالموں کی رائے ہے - کہ ان میں کوئی بڑی ہوتی ہے - اور کوئی چھوٹی + اس کے پاؤں اور پیٹ اس طرح کے بنے ہوتے ہیں - کہ پھولوں کا رس جمع کرنے میں آسانی رہے + کام کرنے والیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ جو خوراک کی تلاش میں باہر جاتی ہیں - یا گھر میں موم تیار کرتی ہیں - اور دوسری وہ جو دایہ نوکروں کا کام دیتی ہیں + کام کرنے والی مکھی ہی چھتہ بناتی ہے - انڈوں بچوں کی خبر گیری کرتی ہے - کھانے پینے کی اشیا تلاش کرتی اور لاتی ہے - کھیتوں اور باغوں میں جاکر شہد جمع کرتی ہے - رانی کی خدمت کرتی ہے - چھتے کی نگرانی کرتی ہے - اور ضرورت آپڑے - تو دوسری مکھیوں سے لڑتی ہے - غرض محنت مشقت کے جتنے کام ہیں - سب یہی انجام دیتی ہے - ایک چھتے میں عموماً بیس ہزار کام کرنے والیاں ہوتی ہیں +

جاڑے کے موسم میں سب نکھٹو مر جاتے ہیں - مگر کام کرنے والی مکھیاں زندہ رہتی ہیں - موسم بہار میں رانی انڈے دیتی ہے - ان میں سے جو بچے نکلتے ہیں - وہ بڑے ہو کر شہد جمع کرتے ہیں - لیکن جب تک وہ بڑے نہیں ہوتے - دوسری مکھیاں اُن کی پرورش کرتی ہیں - گرمی میں بھی وہ ایک جگہ مل کر رہتی ہیں - مگر جاڑے سے

صرف رانی زندہ بچتی ہے ٭ جب کسی چھتے میں بہت سی کام کرنے والیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو کچھ اُن میں سے نکل کر دوسرا چھتہ بنا لیتی ہیں۔ مگر وہ اپنے ساتھ ایک رانی ضرور لے جاتی ہیں۔ تاکہ اس کے انڈوں سے پھر اَور مکھیاں پیدا ہو جائیں ٭

چھتہ

شہد کی مکھیاں اپنے چھتے درختوں کی کھوؤں۔ چٹانوں اور مکانوں کی درزوں۔ چھتوں۔ چھپروں۔ درختوں کی شاخوں اور جھاڑیوں میں بناتی ہیں۔ جہاں وہ بنی نوع انسان اور اپنے دشمنوں کی نگاہ اور پہنچ سے باہر آرام کے ساتھ بے خدشہ اپنا کاروبار کرتی رہتی ہیں ٭

شہد کی مکھیوں کے چھتے کو آٹھ چھ لاکھ گھروں کا ایک چھوٹا سا شہر سمجھنا چاہیئے۔ جس کے گھر موم سے بنے ہوتے ہیں ٭ جس طرح ہمارے شہروں میں قانون اور رسم و رواج ہیں۔ ویسے ہی شہد کی مکھیوں کے بھی آئین قانون اور رسم و رواج ہیں ٭ جس طرح شہروں میں ہر ایک پیشہ اور کاروبار کے لوگ رہتے ہیں۔ اسی طرح چھتے یعنی مکھیوں کے شہر میں بھی جدا جدا کام کرنے والی شہد کی مکھیاں رہتی ہیں۔ کوئی موم بناتی ہے۔ کوئی موم کا گھر بناتی ہے۔ کوئی کوٹھڑیوں کو چکنا کرتی ہے۔ کوئی جاڑے کے دنوں کے واسطے پھولوں سے

شہد لاکر جمع کرتی ہے۔ کوئی پھولوں سے زرگل لاکر بچوں کو کھلاتی ہے+ بعض مکھیاں علی الصبح گھر سے نکل پڑتی ہیں۔ اور پھر آکر دوسری مکھیوں کو بتلاتی ہیں۔ کہ پھول کثرت سے کس جگہ اُگے ہوئے ہیں+ کوئی مکان صاف کرتی رہتی ہے۔ کوئی ڈیوڑھی پر بیٹھی پہرہ دیتی ہے۔ کوئی اپنے بچّوں کو کھانا کھلاتی ہے۔ غرض کوئی دایہ ہے۔ کوئی مزدور ہے۔ کوئی رانی ہے۔ اور کوئی آرام طلب نکھٹو+

ایک ایک چھتّے میں چھ چھ لاکھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ گھر ہوتے ہیں۔ ان گھروں میں سب سے عجیب و غریب بات ان کی شکل صورت ہے+ ہر ایک خانہ شش پہلو ہوتا ہے۔ اور کاریگری سے بنایا جاتا ہے۔ کہ ذراسی جگہ میں بہت سا سامان اور بہت سی مکھیاں سما سکتی ہیں+ ان گھروں میں مکھیاں بڑے سلیقے اور سگھڑاپے سے رہتی سہتی ہیں۔ شہد جمع کرتی ہیں۔ اور رانی مکھی انڈے سیتی ہے+ یہی انڈے رفتہ رفتہ بڑی مکھیاں بن جاتے ہیں۔ گھروں میں جگہ تھوڑی ہو۔ اور رہنے والے بہت ہو جائیں۔ تو کچھ مکھیاں نکل جاتی ہیں۔ اور کسی اَور جگہ اپنا ٹھکانا جا بناتی ہیں+

شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو۔ جو شہد کی مکھی کا چھتہ دیکھ کر اس کی خوبصورتی۔ نفاست اور کاریگری پر عش عش نہ کر اُٹھے+ ڈارون صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "جو شخص شہد کی مکھی کا چھتّہ دیکھ کر اس کی بے نظیر کاریگری کی تعریف نہ کرے۔ اس کے احمق ہونے میں کوئی

شک نہیں"۔ مکھیاں اپنے چھتے کو اس خوبی سے تیار کرتی ہیں۔ کہ اس کی تعمیر میں موم تو کم خرچ آتا ہے۔ مگر شہد زیادہ سے زیادہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ شہد کی مکھیاں ہمیشہ موقع اور محل کا خیال رکھ کر چھتے بناتی ہیں۔ چھتے کا کوئی حصہ اگر ٹوٹ کر گر پڑے۔ تو مکھیاں صرف اُسی چھتے کو موم سے نہیں جوڑ دیتی ہیں۔ بلکہ آس پاس کے حصّوں کی بھی مرمّت کر دیتی ہیں۔ تاکہ کہیں وہ بھی نہ گر پڑیں۔

شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں کوٹھڑیاں عجیب وغریب حکمت اور حیرت انگیز طریقہ پر بناتی ہیں۔ اور اگر ریاضی کے قواعد کی رو سے دیکھا جائے۔ تو ہر کوٹھڑی کے اضلاع۔ زاویئے۔ طول۔ عرض۔ بالکل برابر ہوتے ہیں۔ انہیں ناپ کر بڑے بڑے ماہر ریاضی دان دنگ رہ جاتے ہیں۔ کہ نہ پرکار نہ پیمانہ اور نہ کوئی اَور آلہ یا اوزار۔ پھر بھی حساب ایسا چست درست!

چھتے کی تعمیر

چھتوں کی تعمیر میں دو چیزیں کام میں لائی جاتی ہیں۔ ایک موم اور دوسرے لاکھ یا لاکھ سے ملتی جلتی ایک چیز۔ جو اکثر درختوں میں جمع ہوتی ہے۔ یہ چیز پہلے پانی کی شکل میں ہوتی ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ جم کر سخت ہو جاتی ہے۔ یہ مکھیوں کے پیروں سے خوب چمٹ جاتی ہے۔ اور جب تک دوسری مکھیاں نہ چھڑائیں

نہیں چھُٹتی +

چھتہ بناتے وقت مکھیوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ چھتہ بناتا ہے۔ اور دوسرا سامان مہیا کرتا ہے + شروع شروع میں باہر سے بس لاکھ ہی آتی ہے۔ موم بعد میں وہ آپ بناتی ہیں + مکھیاں گیلی لاکھ لا لا کر چھتے والی مکھیوں کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔ اور وہ فوراً اُسے چھڑا کر اُس کے چھوٹے چھوٹے سے گولے بنالیتی ہیں۔ اور ان کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر چھتہ بناتی ہیں + چھتہ بناتے وقت اگر اس میں کوئی باہر کی چیز یا جانور آ پڑے۔ تو اس پر بھی لاکھ پھیر کر اُسے زندہ درگور کر دیا جاتا ہے + پہلے بیرونی خول تیار کیا جاتا ہے اس کے بعد اندر کے کمرے بنائے جاتے ہیں + مکھیاں باری باری سے اپنا کام کرتی ہیں۔ کئی ٹولیاں اپنا اپنا کام کر کے کوٹھڑیوں کی پہلی قطار بنا دیتی ہیں۔ اس کے بعد دوسری۔ تیسری۔ چوتھی اور پانچویں قطار تیار کی جاتی ہے + جب ایک طرف کی قطاریں بن چکتی ہیں۔ تو دوسری طرف کی قطاریں بنائی جاتی ہیں ÷

اندر جو کمرے ہوتے ہیں۔ وہ موم سے بنائے جاتے ہیں چنانچہ ان کے بنانے میں عام طور پر دیر لگ جاتی ہے۔ اس غرض کے لئے پہلے موم بنانے کا کام شروع ہوتا ہے۔ اور مکھیاں شہد جمع کرنا شروع کرتی ہیں + پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ان کے پیٹ کا ایک حصہ گودام کا کام دیتا ہے۔ اسے خوب اچھی طرح بھر کر

یہ چھت سے لٹک جاتی ہیں۔ اور بہت دیر تک یونہی لٹکی رہتی ہیں + اس اثنا میں موم بنتا اور اُن کے پیٹ کے اوپر جمتا جاتا ہے + جب موم خوب جم چکتا ہے۔ اس وقت وہ اسے اتار کر جمع کر لیتی ہیں۔ اور اس سے کمرے تعمیر کرنا شروع کر دیتی ہیں +

شہد کی مکھیاں اقلیدس کی ماہر ہوتی ہیں۔ وہ اپنا چھتہ اُس طرح تیار کرتی ہیں۔ کہ کم از کم مسالے سے خانے تیار ہو جائیں + چھتے کے سارے کمرے شش پہلو ہوتے ہیں۔ اور ان میں دونوں طرف سے آنے جانے کا راستہ ہوتا ہے + ہر ایک کمرے کے بیچ میں ایک پتلی سی دیوار ہوتی ہے۔ مگر یہ دیوار سیدھی نہیں بلکہ ترچھی ہوتی ہے + یہ کمرے چھتے کے طول و عرض میں یکساں فاصلے پر ایسی صفائی سے بنے ہوتے ہیں۔ گویا مسطر اور پرکار کی مدد سے بنائے گئے ہوں + چھتے کے سب کمرے یکساں نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں + چھوٹے کمرے تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اور ان میں مزدور رہتے ہیں + نکھٹوؤں کے کمرے ذرا اور بڑے ہوتے ہیں۔ مگر رانیوں کے کمرے ان سے بھی بڑے ہوتے ہیں + بعض کمرے گوداموں کا کام دیتے ہیں۔ اور ان میں شہد اور کیسر جمع کیا جاتا ہے۔ یہ معمولی کمروں کی نسبت زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ اور عموماً بند رہتے ہیں +

Taj Tahir Foundation

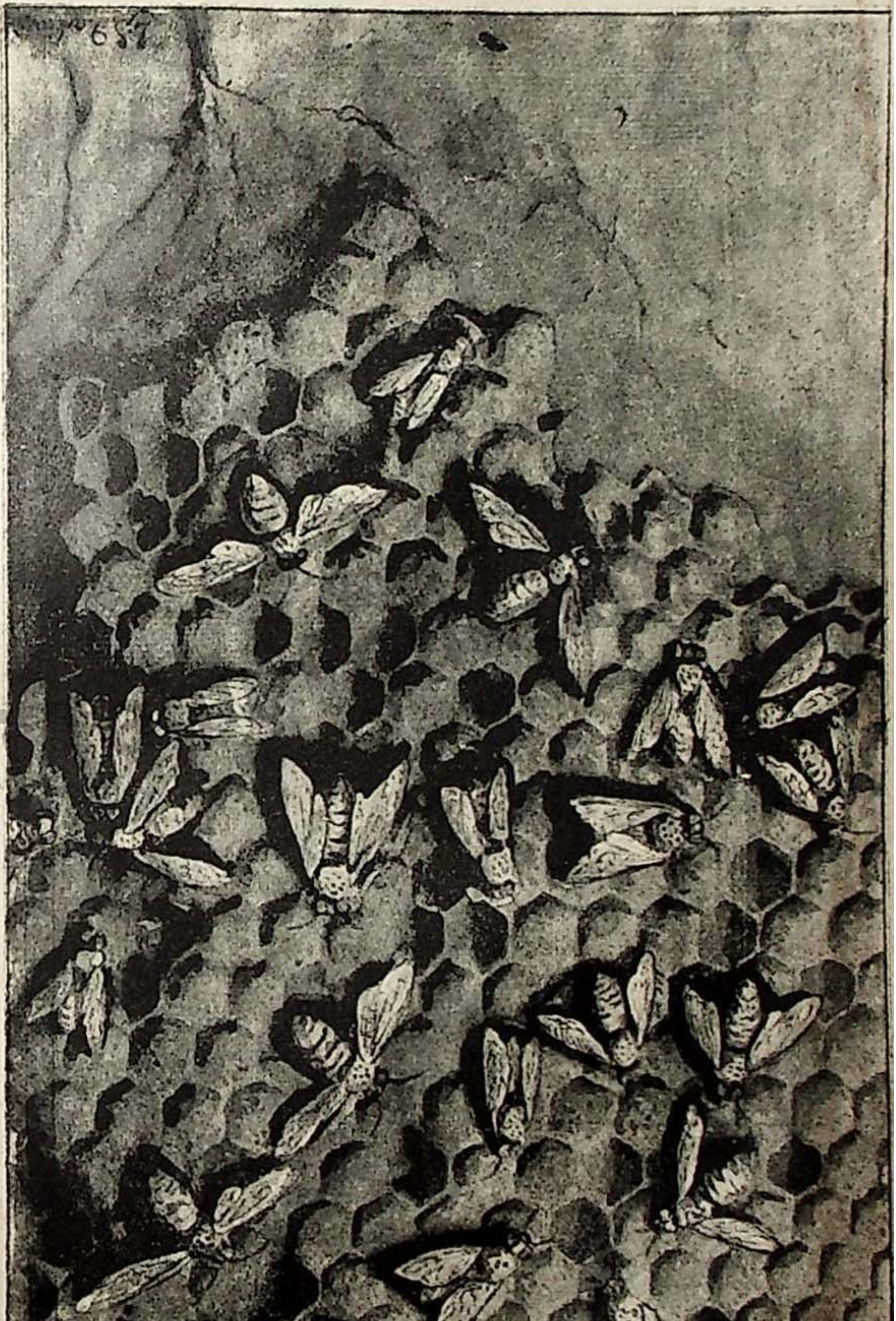

شہد کی مکھیوں کی بستی

انڈے بچّے

ایک چھتّے میں عام طور پر ایک ہی رانی ہوتی ہے۔ جو انڈے دیتی ہے۔ چھتّہ تیار ہو چکنے کے بعد رانی انڈے دینے کا کام شروع کر دیتی ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ معمولی حالات میں رانی ایک دن میں دو سو سے آٹھ سو تک انڈے دیتی ہے۔ مگر کہتے ہیں۔ کہ بعض اوقات یہ ایک دن میں تین ہزار سے چار ہزار تک بھی انڈے دیتی ہے۔ بعض اوقات مزدور مکھیاں بھی انڈے دیتی ہیں۔ مگر ان انڈوں سے صرف نر مکھٹو پیدا ہوتے ہیں۔ انڈے دینے والی مزدور مکھیاں وہی ہوتی ہیں۔ جن کے کمرے رانی کے پڑوس میں ہوتے ہیں۔ عالموں کی رائے ہے۔ کہ رانی مکھی کے لئے کھانے کی جو خاص خاص چیزیں آتی ہیں۔ انہی کو غلطی سے کھا جانے سے ان میں بھی انڈے دینے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

جب رانی کافی تعداد میں انڈے دے چکتی ہے۔ تو انہیں جُدا جُدا کمروں اور اُن کے مختلف حصوں میں رکھ دیتی ہے۔ خدا معلوم رانی میں ایسی کون سی طاقت ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے وہ انڈوں سے جیسے بچے چاہے پیدا کر سکتی ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ وہ جس انڈے کو جس قسم کے کمرے

میں رکھتی ہے + اس سے اُسی قسم کا بچّہ پیدا ہوتا ہے + جو انڈے اُن کمروں میں رکھے جاتے ہیں۔ جو مزدوروں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ اُن سے صرف مزدور ہی پیدا ہوتے ہیں + یہی حال رانی اور نکھٹوؤں کا ہے۔ بعض اوقات رانی نکھٹوؤں یا رانی مکھیوں کے کمروں میں انڈے نہیں رکھتی + اس حالت میں نوزائیدہ بچّوں میں نر یا رانیاں بالکل نہیں ہوتیں + جن ممالک میں زیادہ سردی نہیں پڑتی۔ وہاں رانیاں سال میں گیارہ ماہ تک لگاتار انڈے دیتی دیکھی گئی ہیں +

شہد کی مکھّی کے انڈے ننھے ننھے اور لمبے سفیدی مائل ہلکے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دو تین دن میں انڈے تڑخ کر کرم نکل آتے ہیں۔ کام کرنے والیاں کرموں کو شہد اور موم کھلاتی ہیں۔ کوئی پانچ چھ روز میں خانوں کے مُنہ باہر سے بند کر دیتی ہیں یہ کرم اندر ہی اندر ریشمیں کوئے بناتے ہیں۔ اور دس دن کے بعد مکھّی بن کر باہر نکل آتے ہیں۔ اور مکھیوں کے ساتھ کام میں لگ جاتے ہیں +

مزدور اور نر مکھّیاں تو جوان ہوتے ہی سوراخوں سے باہر نکل آتی ہیں۔ مگر رانیوں کو اس قسم کی آزادی نصیب نہیں ہوتی + جوان ہو جانے کے بعد بھی اُن کے کمروں کی بہت نگرانی کی جاتی ہے۔ اور اُن کے دروازے موم سے اچھی طرح بند کر دیئے

جاتے ہیں ۔ صرف ایک پتلا سوراخ رہنے دیا جاتا ہے ۔ اس راستے
ان شاہی قیدیوں کو کھانا دیا جاتا ہے + ان کو قید میں رکھنے کی
سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے ۔ کہ انڈے دینے والی رانی
ران کی بوڑھی ماں ، ان سے بہت حسد اور عداوت رکھتی ہے
اور ہر وقت ان کے مار ڈالنے کی فکر میں لگی رہتی ہے + کبھی کبھی
تو اسی خواہش میں ان کے کمروں کے پاس آن پہنچتی ہے ۔ مگر کام
کرنے والی مکھیاں اسے فوراً بھگا دیتی ہیں +

جب رانی اپنے خدمت گاروں کے ساتھ چھتہ چھوڑ کر چلی
جاتی ہے ۔ اور دوسرا چھتہ جا بناتی ہے ۔ تو ان شاہی قیدیوں
میں سے کسی ایک کو رہا کر دیا جاتا ہے + اور وہ انڈے دینا شروع
کر دیتی ہے + کسی موقع پر اگر وہ بھی دوسرا چھتہ بنانے چلی جائے ۔
تو پھر دوسری رانیوں کی باری آجاتی ہے ۔ مگر ایک وقت میں ایک
سے زیادہ رانیاں ہرگز نہیں چھوڑی جاتیں + اور اگر کبھی غلطی سے
چھوڑ بھی دی جائیں ۔ تو وہ آپس میں ایسی لڑائی لڑتی ہیں ۔ کہ آخر
میں صرف ایک ہی زندہ بچتی ہے ۔ اور باقی سب ماری جاتی ہیں +
یہ تعجب کی بات ہے ۔ کہ کام کرنے والی مکھیاں جو عام طور پر رانیوں
کی حفاظت کے لئے بے حد فکر مند رہتی ہیں ۔ ایسے موقعوں پر
بالکل بیچ بچاؤ نہیں کرتیں +

بعض اوقات جب سردی کی شدت سے یا اور کسی وجہ سے

Taj Tahir Foundation

مکھی چھتہ نہیں بنانا چاہتی - تو تمام نو زائیدہ رانیوں کا قتل عام ہو جاتا ہے - اس حالت میں کام والیاں اُن کی حفاظت نہیں کرتیں - اور اُن کی ماں اُنہیں ہلاک کر کے کلیجہ ٹھنڈا کرتی ہے +

نوآبادیاں

جب کام کرنے والیاں پرانا چھتہ چھوڑ کر نیا چھتہ بنانا چاہتی ہیں - تو پہلے چند مکھیاں کوئی موزوں جگہ تلاش کرنے کے لئے مقرر کی جاتی ہیں + جب وہ کوئی اچھی سی جگہ پسند کر آتی ہیں - تو ساری جماعت وہیں چلی جاتی ہے - اور چھتہ تیار کر لیتی ہے +

جب نئی بستی بسانے کے لئے مکھیوں کا گروہ نکلنے والا ہوتا ہے تو اس سے کئی دن پہلے ہی پرانے چھتے میں بڑی ہلچل شروع ہو جاتی ہے + سارے چھتے میں بھنبھناہٹ سنائی دیتی ہے - مزدوروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نہایت بیتابانہ اِدھر اُدھر چکر لگاتے پھرتے ہیں - آخر کار وقت مقررہ پر سارا قافلہ روانہ ہو جاتا ہے + اس وقت چھتے میں چاروں طرف سناٹا چھا جاتا ہے - پہلے کچھ مزدور باہر نکلتے ہیں - اور چھتے کے اوپر اپنے پنکھ مار مار کر روانگی کی اطلاع دیتے ہیں - بس فوراً ہی چھتے کے دروازے سے مکھیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں - وہ بڑی تیزی سے باہر نکلتی ہیں - اور پہلے کچھ دیر تک باہر منڈلاتی ہیں - پھر جب سب ہمسفر آ چکتے ہیں - تو وہ مقررہ مقام پر

Taj Tahir Foundation

چلی جاتی ہیں + یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ سفر کے وقت رانی سب سے آگے ہو۔ اگر اتفاق سے رانی جھنڈ میں نہ ہو۔ تو اس کی تلاش کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ نہیں ملتی۔ تو ساری مکھیاں پھر پرانے چھتے میں لوٹ آتی ہیں + بعض اوقات کمزوری یا کسی اور وجہ سے رانی پھر پرانے چھتے میں واپس آجائے۔ تو اس حالت میں اس کے ساتھ اس کے سب ساتھی بھی چلے آتے ہیں۔ اور سفر کے لئے پھر کوئی دوسرا وقت مقرر کیا جاتا ہے +

نکھٹو نوآبادیوں میں نہیں جاتے۔ وہ پرانے چھتے ہی میں اپنے دن گذارتے ہیں + گرمی اور بہار کے موسم میں جب نوآبادیاں قائم کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے بہت سے جھنڈ روانہ ہو جاتے ہیں۔ تو ان غریبوں پر مصیبت نازل ہوتی ہے۔ کام والیاں ان مفت خوروں پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔ اور ان کا خاتمہ کر ڈالتی ہیں + جب تک ایک نکھٹو بھی چھتے میں باقی رہتا ہے۔ کام والیوں کو چین نہیں آتا۔ مگر وہ بڑی عقلمند ہوتی ہیں۔ صرف اسی حالت میں ایسا کرتی ہیں۔ جب انہیں اس بات کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی بہت دیر تک ضرورت نہیں پڑے گی +۔ اگر چھتے میں انڈے دینے والی کوئی رانی موجود نہ ہو۔ تو پھر ان نکھٹوؤں پر ہاتھ نہیں اٹھاتیں +

اگر اتفاق سے کسی چھتے سے رانی غائب ہو جائے۔ تو سارے

چھتے میں ہل چل مچ جاتی ہے + ممکن ہے تھوڑی دیر رانی کے
جانے کا حال کسی پر نہ کھلے - مگر جونہی یہ بات معلوم ہوتی ہے -
سارے مزدور اپنا اپنا کام کاج چھوڑ رانی کی تلاش میں مصروف
ہو جاتے ہیں + بچوں کا کھلانا پلانا بند ہو جاتا ہے - شہد اور زرگل
جہاں کا تہاں پڑا رہ جاتا ہے + چھتے کے باہر والی مکھیوں کو بھی
اطلاع دی جاتی ہے - اور سب مل کر رانی کا پتہ لگاتی ہیں + اگر
رانی مل گئی - تو خیر کوئی بات نہیں - لیکن اگر نہ ملی - تو دو ایک روز
تک بڑی افراتفری رہتی ہے - اس کے بعد آہستہ آہستہ سب
مکھیاں اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہیں - ساتھ ہی کوئی انڈا
یا دو تین دن کا بچہ رانی بنانے کے لئے چن لیا جاتا ہے - اور اس
کو شاہی کمرے میں رکھ دیتی ہیں - اسے وہ ہی اشیا کھانے کو
دی جاتی ہیں - جو رانی کے لئے مخصوص ہوتی ہیں - اس خوراک
کی بدولت ہی بچہ رانی بن جاتا ہے + رانی کے گم ہو جانے کے
وقت اگر کوئی اور رانی قید میں ہو - تو گمشدہ رانی کی زیادہ تلاش
نہیں کی جاتی - اور اسے قید خانے سے رہا کر کے اس سے انڈے
پیدا کرنے کی خدمت لی جاتی ہے +

شہد کی مکھیاں اپنی رانی کو خوب پہچانتی ہیں - اگر ایک چھتے
کی رانی غلطی سے کسی دوسرے چھتے میں پہنچ جائے - تو کام کرنے
والیوں کے جھنڈ کے جھنڈ اسے آ کر گھیر لیتے ہیں - اسے کھانے

Taj Tahir Foundation

پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ اس لئے وہ مر جاتی ہے + تعجب کی بات ہے کہ مزدور مکھیاں شاہی مکھیوں کے کبھی ڈنک نہیں مارتیں۔ خواہ وہ دوسرے ہی چھتے کی کیوں نہ ہوں +

شہد کی مکھی کے دشمن

شہد کی مکھی کے دشمن بے شمار ہیں۔ جنگلی پرندے۔ پالتو پرندے۔ چوہے۔ مچھر۔ تتنگے۔ پروانے۔ بھڑ۔ زنبور۔ چیونٹیاں۔ چھپکلیاں۔ مکڑیاں۔ مینڈک بلکہ انسان سب کے سب اس کے دشمن ہیں +

پالتو پرند شہد کی مکھیوں کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ ایک بار بھی کسی چھتے تک ان کی رسائی ہو جائے۔ پھر انہیں ان کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ اور وہ مکھیوں کے ہلاک کرنے اور ان سے اپنا پیٹ بھرنے میں مطلق دریغ نہیں کرتے + چوہے اور چوہیاں بھی اکثر شہد کے چھتوں کو کتر کر شہد اور شہد کی مکھی دونوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ مگر یہ عموماً جاڑوں کے موسم ہی میں مکھیوں پر تباہی لاتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت جاڑے کی شدت کے سبب مکھیوں میں ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہوتی +

پروانے یا تتنگے اکثر رات کے وقت ان کے چھتوں پر حملہ آور ہوتے ہیں + مکڑیاں چھتے کے نزدیک جالا تن دیتی ہیں۔

Taj Tahir Foundation

جن میں کمزور مکھیاں چھتّے میں آتے جاتے پھنس جاتی ہیں +

مینڈک شہد کا بے حد شایق ہوتا ہے۔ اور اکثر چھتے کے دروازے کے قریب تاک لگائے بیٹھا رہتا ہے + جس وقت مکھیاں باہر سے رس لے کر آتی ہیں۔ جھٹ انہیں نگل جاتا ہے + بعض قسم کے گھونگے بھی چھتّوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور اگر ایک بار اُنہیں شہد کی چاٹ لگ جائے۔ تو پھر وہ چھتّے کے گرد ہو جاتے ہیں + بڑے جانوروں میں سے ریچھ کو شہد کھانے کا بڑا شوق ہے۔ اور جہاں تک اس کی پہنچ ہوتی ہے۔ ایک بھی چھتّہ نہیں چھوڑتا +

بھڑ کو تو شہد کی مکھیوں کی جانی دشمن سمجھو۔ یہ ان کا شہد بڑے مزے سے کھاتی۔ اور اُنہیں سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے + بھڑ موسم خزاں میں چھتوں پر حملہ کرتی ہے۔ اور شہد چرا لے جانے اور مکھیوں کے ہلاک کرنے میں بڑا استقلال دکھاتی ہے + کبھی کبھی بھڑیں بہت سی تعداد میں اکٹھی ہو کر چھتوں پر حملہ کرتی ہیں۔ مکھیاں بھی ان کا خوب مقابلہ کرتی ہیں۔ لیکن عام طور پر اس جنگ میں بھڑوں کو ہی فتح ہوتی ہے۔ اور مکھیاں چھتّہ چھوڑ کر بھاگ نکلتی ہیں + امریکہ کے بعض علاقوں میں بھڑوں کی ایسی کثرت ہو گئی ہے۔ کہ وہاں شہد کی مکھی نظر ہی نہیں آتی +

شہد کی مکھیوں کا دشمن ایک بڑا سا کیڑا بھی ہوتا ہے۔ جو

رات کے وقت نظر بچا کر چھتے میں گھس جاتا ہے۔ اور شہد کھا لیتا ہے ۔ یوں تو چھتے پر پہرہ دار ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ لیکن یہ کیڑا کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہو ہی جاتا ہے ۔ اب یہ سنو۔ کہ مکھیوں نے اپنے اس دشمن سے بچاؤ کی کیا تدبیر سوچی ہے ۔ جب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آس پاس کوئی دشمن بھی موجود ہے۔ تو یہ چھتے کے باہر چاروں طرف موم کے غلاف چڑھا دیتی ہیں۔ اس میں یہ ایسے سوراخ رکھ لیتی ہیں۔ کہ خود تو ان کی راہ چھتے میں آ جا سکیں۔ لیکن ان کا دشمن کیڑا داخل نہ ہو سکے ۔ چونکہ یہ کیڑے برسات کے دنوں میں ان پر چڑھائیاں شروع کرتے ہیں۔ اسی لئے یہ غلاف اسی وقت بنایا جاتا ہے۔ اور جب اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو اسے توڑ ڈالا جاتا ہے ۔

اور تو اور حضرت انسان بھی مکھیاں کھانے کے شائق ہیں۔ شہد تو ہر جگہ ہی کھایا جاتا ہے۔ لیکن بعض جگہ کے لوگ مکھیاں تک کھانے میں دریغ نہیں کرتے۔ مثلاً جزیرہ لنکا کے باشندے جب کسی جگہ شہد کی مکھی کا چھتہ دیکھتے ہیں۔ تو اس کے نیچے آگ جلا دیتے ہیں ۔ جب مکھیاں جل بھن کر زمین پر گر پڑتی ہیں۔ تو انہیں چن کر گھر اٹھا لاتے ہیں۔ اور ابال کر کھا جاتے ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

مکھیوں کا آپس کا برتاؤ

بعض اوقات ایک چھتے کی مکھیاں دوسرے چھتے کی مکھیوں کو ستاتی اور نقصان پہنچاتی ہیں + اگر ایک چھتے کی کوئی بھولی بھٹکی مکھی کسی دوسرے چھتے میں پہنچ جائے - تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے اس وقت اُسے اپنے پکڑنے والوں کو اپنی تھیلی کا شہد دے دینا پڑتا ہے - لیکن گرفتار کرنے والی مکھیاں اسے اتنے پر بھی نہیں چھوڑتیں - بلکہ اس کی جان لینے کے درپے رہتی ہیں + اگر وہ تقدیر یا کوشش سے بچ نکلے تو خیر! ورنہ گرفتار کرنے والیاں تو اس کی جان لینے میں اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتیں + شہد کی مکھیوں میں اس قسم کی زیادتی کچھ نامناسب نہیں سمجھی جاتی +

جب کسی چھتے کی مکھیاں خوراک کی کمی کے سبب مرنے لگتی ہیں - تو اس وقت وہ ڈاکہ ڈالنے پر بھی آمادہ ہو جاتی ہیں - اور جہاں اُنہیں کوئی دوسرا چھتہ نظر آتا ہے - فوراً دھاوا بول دیتی ہیں + بڑے گھمسان کی لڑائی ہوتی ہے - سینکڑوں جنگجو کام آتے ہیں - بہت سے زخمی ہو جاتے ہیں - جو فریق جیت جاتا ہے - وہ دوسرے چھتے کا سارا شہد اپنے ہاں اُٹھا لاتا ہے +

جس چھتے کی مکھیوں کو ایک دفعہ بھی لوٹ مار میں کامیابی حاصل ہو جائے - پھر اُن کے دل پر یہی نقش ہو جاتا ہے - کہ محنت

مشقت کے مقابلے میں لوٹ نہایت آسان کام ہے۔ چنانچہ وہ ایک ایک کر کے آس پاس کے تمام چھتوں پر یورش کرتی ہیں + لیکن بعض اوقات مقابلہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ کبھی ایسی بہادر جماعت سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ جو اپنا گھر بار بچانے کی خاطر جی توڑ کر لڑتی ہیں + بعض مقامات پر تو ان لڑائیوں کے بدولت بیسیوں چھتے برباد ہو جاتے ہیں +

اس غارت گری کے متعلق ایک اَور انوکھی بات مشاہدہ میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ جب چھتے پر حملہ کیا جائے۔ اگر اس کی رانی مر چکی ہو۔ یا لڑائی میں ماری جائے۔ تو چھتے کی مکھیاں خود حملہ آوروں کا ساتھ دیتی ہیں۔ اور خود اپنا شہد اُن کے چھتے تک پہنچا دیتی ہیں + حملہ آور بھی خوشی خوشی انہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیتے ہیں +

اس امر کا تو کافی ثبوت ملتا ہے۔ کہ دو مختلف چھتوں کی کام کرنے والی مکھیوں میں باہم مخالفت اور دشمنی پائی جاتی ہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ کہ ایک ہی چھتے کی مکھیوں میں ہمدردی بھی ہوتی ہے + یہ تو دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر ایک مکھی کو ہلاک کر دیا جائے۔ تو دوسری مکھی کو بہت غصہ آتا ہے۔ لیکن یہ غصہ محض اس لیئے ہوتا ہے۔ کہ دوسری مکھیاں ہلاکت سے بچی رہیں۔ ورنہ اگر کوئی مکھی طبعی موت مر جائے۔ تو دوسری مکھیاں بالکل پریشانی ظاہر نہیں کرتیں۔ اور اُسے گھسیٹ کر چھتے کے باہر پھینک دیتی ہیں + ایک اَور عجیب بات یہ بھی ہے۔ کہ اگر ایک مکھی مکڑی کے

Taj Tahir Foundation

جالے میں پھنس جائے۔ یا کسی اور ناگہانی مصیبت کا شکار ہو جائے۔ تو دوسری مکھیاں اس کی امداد نہیں کرتیں ٭

تنہائی پسند مکھیاں

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا۔ وہ مل جل کر رہنے والی عام شہد کی مکھیوں کے متعلق تھا۔ اب آگے ہم اُن کی تنہائی پسند نسلوں کا ذکر کریں گے۔ جن کے طور طریقے معمولی قسم کی شہد کی مکھیوں کے طور طریقوں اور عادات سے مختلف ہوتے ہیں ٭

تنہائی پسند مکھیاں عام شہد کی مکھیوں کی نسبت بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ زمین میں ایک سُرنگ سی بنا کر رہتی ہیں + اس کام کے لئے یہ اکثر سخت زمین تلاش کرتی ہیں۔ ایسی سخت جسے معمولی چاقو سے بھی نہ کھود سکیں + ان کی سُرنگیں عموماً سطح زمین سے کنوئیں کی طرح سیدھی اندر کو چلی جاتی ہیں۔ سُرنگ آٹھ دس انچ سے زیادہ گہری نہیں ہوتی۔ اور اس قدر چوڑی ہوتی ہے۔ کہ مکھیوں کو چلنے پھرنے اور آنے جانے میں کسی قسم کی دِقّت پیش نہیں آتی ٭

اس سرنگ کے سب سے نچلے حصے میں مکھی تھوڑا سا شہد اور زرِگل رکھ دیتی ہے۔ اور اسی پر ایک انڈا دے دیتی ہے۔ پھر تھوڑی سی جگہ چھوڑ کر نرم مٹی سے اسے چھپا دیتی ہے۔ اس کے بعد کچھ اوپر چل کر اسی سُرنگ سے ملے ہوئے آدھ آدھ انچ سے

Taj Tahir Foundation

ذرا بڑے کچھ اور کمرے بناتی ہے۔ اور ہر ایک میں ایک ایک انڈا رکھ کر پہلے کی طرح بند کر دیتی ہے۔ اس طرح ہر ایک انڈا الگ الگ رہتا اور بڑھتا ہے۔ اور جب اُن میں سے بچے نکلتے ہیں۔ تو شہد اور کیسر کھا کر مضبوط و توانا ہو جاتے ہیں۔ اور نرم مٹی کی دیواروں کو توڑ پھوڑ کر سرنگ سے نکل بھاگتے ہیں ؁

تنہائی پسند مکھیوں میں بڑھئی مکھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے یہ لکڑی چیرنے میں بڑی ماہر ہوتی ہے۔ اور درختوں، شہتیروں اور کواڑوں میں انڈے دیتی ہے۔ یہ جنوبی یورپ اور قریب قریب سبھی گرم ملکوں میں پائی جاتی ہے۔ قد میں کافی بڑی ہوتی ہے اس کا رنگ سیاہ اور پر نیلے ہوتے ہیں، بہار کا موسم آتے ہی مادہ کو انڈے دینے کی فکر پڑ جاتی ہے۔ اور وہ کسی اچھے سے مقام کی تلاش میں نکلتی ہے۔ بعض اوقات اسے دل پسند جگہ تلاش کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں۔ گھر بنانے کے لئے ترچھی لکڑی کی نسبت سیدھی کھڑی ہوئی لکڑی زیادہ پسند کرتی ہے ؁

جگہ پسند کر چکنے کے بعد وہ اکیلی ہی لکڑی میں سوراخ کرنا شروع کرتی ہے۔ پہلے تقریباً ایک انچ گہرا سوراخ کرتی ہے۔ اور بعد میں ترچھی گھوم کر لکڑی کے باہر کے کناروں سے یکساں سیدھ میں ایک لمبا سا دس سے پندرہ انچ تک کا سوراخ کرتی ہے۔ جب سوراخ مکمل ہو جاتا ہے۔ تو اسے

اچھی طرح صاف کر لیتی ہے + جب وہ خوب چکنا ہو جاتا ہے۔ تو انڈے دینے کا کام شروع ہوتا ہے + سوراخ کے پیندے پر تھوڑا سا زرگل اور شہد رکھ کر مکھی ایک انڈا دے دیتی ہے + اب سوال پیش ہوتا ہے۔ کہ دوسرا انڈا کہاں دیا جائے۔ کیونکہ ایک تو سوراخ کے پیندے میں دوسرے انڈے کے لئے جگہ نہیں ہوتی۔ اور دوسرے انڈوں کی حفاظت کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے الگ رہیں + اس لئے مکھی انڈے سے کچھ اوپر ایک دیوار بنا کر انڈے کو اندر چن دیتی ہے۔ اسی طرح وہ اس لمبے سوراخ میں اوپر نیچے تقریباً دس بارہ کمرے بنا دیتی ہے۔ اور ہر ایک کے اندر تھوڑا سا زرگل اور شہد رکھ دیتی ہے +

تم پوچھو گے۔ کہ مکھی یہ دیواریں کس چیز کی بناتی ہے + لکڑی کاٹتے وقت جو بُرادہ نکلتا ہے۔ اُسے مکھی نہایت احتیاط کے ساتھ ایک طرف جمع کرتی جاتی ہے + وہی بُرادہ ان دیواروں کی تعمیر میں کام آتا ہے۔ گارے کا کام شہد یا کسی دوسری گیلی چیز سے لیا جاتا ہے۔ آخر کار مکھی لکڑی کے باہر والا سوراخ بھی بُرادے سے بند کر دیتی ہے +

شاید تم پوچھو۔ کہ بچے اپنے اپنے کمروں سے باہر کیونکر نکلتے ہیں + اس کا جواب بھی سنو۔ جو انڈا سب سے پہلے دیا جاتا ہے وہ ہی سب سے پہلے پھوٹتا ہے۔ مگر اس کی راہ میں دس

بارہ دیواریں حائل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بچہ ان دیواروں کو توڑ پھوڑ کر باہر نہیں نکلتا۔ اس طرح نکلے۔ تو دوسرے انڈے پھوٹنے کا اندیشہ ہے۔ عقل مند مکھی پہلے سے اس کا انتظام کر لیتی ہے۔ اور مینڈھے کے پاس سے بھی باہر نکلنے کا ایک راستہ بنا دیتی ہے۔ جو اوپر والے راستے کی طرح برادے سے بھرا رہتا ہے + پہلا بچہ اسی راستے سے نکلتا ہے۔ صرف ایک پہلے ہی بچے پر کیا موقوف ہے۔ آخری دو ایک کے سوائے قریب قریب سبھی بچے اسی راہ سے نکلتے ہیں +

تنہائی پسند مکھیوں میں ایک معمار مکھی ہے۔ یہ مکھی سوراخوں میں انڈے نہیں دیتی۔ بلکہ زمین۔ چٹانوں یا دیواروں پر مٹی۔ گھاس یا پھوس کے چھوٹے چھوٹے خوشنما مکان تیار کرتی ہے + معمار مکھیوں میں سے ایک قسم کی مکھی جو سب سے مشہور ہے۔ پتھروں یا دیواروں پر مٹی کے گھر بناتی ہے + پہلے یہ مٹی۔ ریت اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جمع کرتی ہے۔ اور انہیں اپنی رال سے بھگو کر خوب گوندھتی ہے۔ اور اُن کی گولی سی بنا لیتی ہے۔ پھر جہاں گھر بنانا منظور ہوتا ہے۔ یہ مٹی چپکا دیتی ہے۔ اور اُس پر اَور مٹی جماتی جاتی ہے۔ اس طرح تھوڑی سی دیر میں گھر تیار ہو جاتا ہے + اس کا مکان تقریباً ایک۔ انچ لمبا اور نصف انچ چوڑا ہوتا ہے۔ ایسے ایک مکان میں وہ صرف ایک ہی انڈا

دیتی ہے۔ اور بچوں کے نکلنے کے لئے نرم نرم مٹی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑ دیتی ہے + اسی نمونہ کے وہ کوئی آٹھ دس گھر بناتی ہے۔ اور ہر ایک میں ایک ایک انڈا دیتی ہے ؁

نئے گھر تعمیر کرنے سے پہلے یہ شہد کی مکھیاں پرانے گھروں کی تلاش میں رہتی ہیں۔ اور اگر پرانے گھر مل جاتے ہیں تو نئے نہیں بناتیں۔ انہی کی مرمت کر لیتی ہیں + پہلے وہ انہیں خوب صاف کرتی اور جھاڑتی پونچھتی ہیں۔ اور اگر وہ کہیں سے کچھ ٹوٹے پھوٹے ہوں۔ تو انہیں ٹھیک کر دیتی ہیں + اکثر پرانے گھروں کی ملکیت کے متعلق جھگڑے بکھیڑے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور لڑائی ہوتی ہے + جو کبھی فتح پاتی ہے۔ وہی مکان پر قبضہ کر لیتی ہے ؁

اس نسل کی بعض ایسی مکھیاں بھی ہیں۔ جو گھر بنانے کی تکلیف گوارا نہیں کرتیں۔ اور جہاں کہیں انہیں خالی سوراخ مل جاتے ہیں۔ انہیں میں انڈے دے دیتی ہیں + اس قسم کے انڈے گھونگھوں۔ سنکھوں اور سیپیوں کے خولوں میں بھی پائے گئے ہیں + تعجب ہے۔ کہ سنکھوں میں یہ جو انڈے دیتی ہیں۔ اُن میں یہ ترتیب ہوتی ہے۔ کہ جو انڈے باہر کی طرف دیئے جاتے ہیں۔ اُن میں نر ہوتے ہیں۔ اور جو اندر دیئے جاتے ہیں۔ اُن

ہیں مادہ + جن انڈوں سے نر نکلتے ہیں۔ وہ پہلے ہی پک کر پھوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے اندر والی مادہ مکھیوں کے نکلنے کے وقت تک باہر جانے کا راستہ صاف ہو جاتا ہے +

یہ مکھیاں درختوں کی کھوہوں میں بھی چھتے بناتی ہیں۔ اور ان کا بیرونی حصہ غلاف سے ڈھانپ دیتی ہیں + ہاں اپنی آمدورفت کے لئے ایک چھوٹا سا سوراخ رہنے دیتی ہیں۔ اس سوراخ پر دو ایک مکھیاں ہر دم بیٹھی پہرا دیتی رہتی ہیں +

ایک اور قسم کاٹنے والی مکھیوں کی ہے۔ یہ مکھیاں اپنے گھروں کی خوبصورتی کے لئے کل عالم میں مشہور ہے۔ یہ زمین یا لکڑی میں سوراخ بناتی ہیں۔ اور ان کا اندرونی حصہ پتے پتیوں کا فرش بچھا کر خوبصورت اور چکنا بنا لیتی ہیں۔ بعض اوقات وہ پتوں کی بجائے پھولوں کی پنکھڑیوں کا فرش بھی کرتی ہیں + ان میں ایک مکھی خاص طور پر مشہور ہے۔ دیکھنے میں چھوٹی ہوتی ہے۔ مگر شاید ہی کوئی ایسی مکھی ہوگی۔ جو دانائی میں اس کی ہمسری کا دعوے کر سکے + اس کا گھر عموماً سخت زمین میں ہوتا ہے + پہلے یہ ایک گول سوراخ سا بناتی ہے۔ یہ اس کے گھر کا راستہ ہے۔ اس کے بعد ایک اچھا خاصا گڑھا کھودتی ہے۔ اس گڑھے میں آٹھ دس کمرے سب پتوں ہی کے بنے ہوتے ہیں + وہ ان میں سے ہر ایک کے اندر ایک ایک انڈا دیتی ہے + شہد رکھنے کے لئے

یہ گلاب کی پنکھڑیوں کے گول گول ٹکڑے کاٹ لیتی ہے + یہ اس قدر صفائی سے کٹے ہوتے ہیں۔ کہ اگر تم قینچی لے کر اس طرح کاٹنے کی کوشش کرو۔ جب بھی شائد ایسی صفائی سے نہ کاٹ سکو + اوپر جو پتلا سوراخ ہوتا ہے۔ انڈے دے چکنے کے بعد وہ نرم مٹی سے بھر دیا جاتا ہے +

شہد اور موم

شہد کی مکھی سے ہمیں شہد اور موم نہایت کارآمد اشیاء حاصل ہوتی ہیں۔ ہزار ہا من شہد اور موم ملک میں ہر سال کھپ جاتا ہے۔ شہد غذا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور دوا کے طور پر بھی۔ اور خالص اور عمدہ شہد نہایت طاقت بخش اور مصفی خون چیز ہے۔ ہندو اسے پوجا پاٹ میں بھی استعمال کرتے ہیں + موم بہت سے خانگی کاموں۔ خصوصاً روغن بنانے۔ روغن کرنے۔ بتیاں۔ دیاسلائیاں۔ مرہم۔ اور دانت بنانے نیز دانت لگانے کے کام میں آتا ہے + موم مکھی کے اندر سے نکلتا ہے۔ جب کھانا کھا چکتی ہے۔ تو بہت سی مکھیاں ایک دوسرے کو اپنی پچھلی ٹانگوں سے پکڑ کر زنجیر کی صورت میں لٹک جاتی ہیں۔ اور اس طرح چوبیس گھنٹے تک لٹکی رہتی ہیں۔ اس عرصہ میں موم ان کے پیٹ کے حلقوں میں سے نکلتا رہتا ہے۔ جسے وہ اپنی ٹانگوں سے جمع کرتی

جاتی ہیں۔ اور پھر منہ سے چباکر ڈھیریاں بنائی جاتی ہیں + یہاں سے چھتہ بنانے والی مکھیاں حسب ضرورت موم لیتی جاتی ہیں +

شہد کی مکھیوں کے فوائد

ہمیں موم اور شہد کے علاوہ شہد کی مکھیوں سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ غور سے دیکھو۔ تو شہد کی مکھی کے بدن پر زرد زرد غبار نظر آئیگا۔ یہ غبار پھولوں میں ہوتا ہے۔ بہت سے پھولوں کے اندر کچے بیج ہوتے ہیں۔ مگر غبار نہیں ہوتا + ان پھولوں کے بیج دوسرے پھولوں کے غبار کے بغیر نہیں پک سکتے + شہد کی مکھی ایک پھول کا غبار دوسرے پھول پر پہنچا دیتی ہے۔ غبار کے ملتے ہی بیج پکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھل بن جاتا ہے +

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ ایک مالی نے شیشے کا مکان بنایا۔ اس کے اندر ککڑی کی بیل لگائی۔ بیل خوب پھیلی۔ پھول بھی آئے۔ مگر پھل بننے نہیں پایا تھا۔ اور زرد زرد پھول گر جاتے تھے۔ مالی ہشیار تھا۔ جانتا تھا۔ ککڑی کی بیل پر دو قسم کے پھول آتے ہیں۔ ایک تو بڑے پھول۔ ان میں غبار ہوتا ہے۔ مگر پھل نہیں لگتا۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے پھول۔ ان میں غبار نہیں ہوتا۔ مگر پھل لگتا ہے + مالی نے بہت سی شہد کی مکھیوں کو مکان میں داخل کر دیا۔ مکھیوں نے اپنا کام شروع کیا۔ پھولوں سے شہد اور غبار لیتی تھیں۔ اور ایک پھول سے اُڑ کر دوسرے پھول

پڑجاتی تھیں۔ اس طرح ایک پھول کا غبار دوسرے پھول میں چلا گیا۔ اور چند دنوں میں بہت سی چھوٹی چھوٹی گڈریاں لگ گئیں +

دیکھا؟ شہد کی مکھیاں کتنی عقل مند ہوتی ہیں۔ باغوں اور کھیتوں میں جاتی ہیں۔ مالیوں اور کسانوں کا کام کرتی ہیں۔ اور اُن سے تنخواہ میں شہد لیتی ہیں۔ یعنی اَور کیڑوں کی طرح شہد کی مکھیاں بھی بیج کو ایک پودے سے دوسرے پودے تک لے جانے میں مدد دیتی ہیں۔ اور اسی پر درختوں کے پھلنے پھولنے کا مدار ہے +

آؤ اب تمہیں یہ بتائیں۔ کہ لوگ شہد کی مکھیوں کو کس طرح رکھتے ہیں + جب کوئی آدمی شہد کی مکھیاں پالنا چاہتا ہے۔ تو وہ پہلے خالی چھتے تیار کرتا ہے۔ پھر کسی مکھی پالنے والے کے پاس جاتا ہے۔ اور مکھیوں کے دام ٹھہراتا ہے + مکھیوں والا گرمی بھر اپنے چھتوں کی بڑی خبرداری رکھتا ہے۔ گرمی میں انڈوں سے بچے نکلتے ہیں۔ اس طرح نئی مکھیوں سے چھتے بھر جاتے ہیں +

جب مکھیاں ایک چھتے کو چھوڑ کر دوسرے چھتے میں جاتی ہیں۔ تو انہیں پکڑ لیا جاتا ہے۔ یہ مکھیاں اکثر چھتے کے پاس کسی درخت کی شاخ پر بیٹھ جاتی ہیں۔ ایک دوسری کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں۔ اور گچھا بن کر لٹک جاتی ہیں۔ اس وقت مکھیاں شہد سے پُر ہوتی ہیں۔ اکثر ڈنک نہیں مارتیں۔ پھر بھی پکڑنے والا کپڑے سے مُنہ ڈھک لیتا ہے۔ نیچے ٹوکرا رکھ دیتا

ہے۔ درخت کو ہلاتا ہے۔ تمام مکھیاں ٹوکرے میں گر پڑتی ہیں۔ پھر وہ اُن کو اپنے نئے چھتے میں چھوڑ دیتا ہے + یاد رکھو۔ رانی کا نئے چھتے میں آنا ضروری ہے۔ اگر رانی نہ آئی۔ تو سب مکھیاں اڑ جائیں گی +

شہد کی مکھیوں کا شہنشاہ

تمہیں ایک ایسے عجیب و غریب آدمی کا حال بھی سُنا دیں۔ جو ہزارہا مکھیوں کو اپنے جسم پر بٹھا لیتا ہے + اپنے ٹوپ میں شہد کی مکھیاں بھر کر اس کو اپنے سر پر رکھ لیتا ہے۔ اور وہ اُس کو ذرا بھی نہیں ستاتیں۔ ایک بھی مکھی اُس کے ڈنک نہیں مارتی۔ کیسی ہی تندخو اور خطرناک مکھیاں ہوں۔ اُسے کچھ بھی نہیں کہتیں + اُن کے چھتے میں وہ ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ وہ اُن کو اپنی مُٹھی میں رکھ لیتا ہے۔ اپنی ناک۔ کان اور آنکھ تک پر بٹھا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کو شہد کی مکھیوں کا شہنشاہ کہتے ہیں +

اس عجیب و غریب آدمی کا نام ہے۔ ای۔ آر۔ رُوٹ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں وہ "شہد کی مکھیوں کے شہنشاہ" کے نام سے مشہور ہے + وہ کوئی جادو ٹونا نہیں کرتا۔ اس کا اصول ہے "مکھیوں کو پہلے اس امر کا یقین دلا دو۔ کہ تمہارے دل میں اُن کی طرف سے کوئی برا خیال نہیں ہے۔ اور تم انہیں ستانا نہیں چاہتے۔ اور بس پھر

اُن سے اس طرح کھیل لو۔ جیسے بلی کے بچوں سے کھیلا جاتا ہے" + روٹ
صاحب نے پندرہ سال تک اوہیو یونیورسٹی میں شہد اور شہد
کی مکھیوں کے مضمون پر لیکچر دیئے ہیں۔ اور پروفیسری بھی کی ہے
وہ ایک رسالہ کے ایڈیٹر بھی ہیں۔ جس کا نام ہے۔

Gleanings in Bee Culture

کہتے ہیں کہ روٹ صاحب عموماً شہد کی مکھیوں کو اٹھا کر اپنے
منہ میں رکھ لیتے ہیں۔ اور مکھیاں اُن کے ڈنک نہیں مارتیں۔ لوگوں
نے جب ان کی اتنی شہرت سُنی۔ تو وہ اس کو باور نہ کر سکے۔ اور کہا کہ
ہو نہ ہو۔ روٹ کی مکھیاں کسی خاص طریقے سے پالی گئی ہوں گی +
لوگوں نے روٹ کو چیلنج کیا۔ اور ایک مکھی پالنے والے نے اپنی
تُند خو شہد کی مکھیوں پر عمل کر کے دکھانے کو کہا + روٹ صاحب
نے چیلنج منظور کر لیا۔ اور فوراً کمربستہ ہو گئے۔ خاص و عام لوگوں
کے مجمع کے روبرو اُنہوں نے اس آدمی کی پالی ہوئی مکھیوں کو
اُٹھایا۔ اُٹھا کر ٹوپ میں اور ہاتھوں پر رکھا۔ مگر اُن شہد کی مکھیوں میں
سے کسی نے بھی اُنہیں نہیں کاٹا +

ایک مرتبہ روٹ صاحب نے مشتہر کیا۔ کہ جو چاہے امتحان
کے لئے مکھیاں لائے۔ جتنی مکھیاں مجھے کاٹیں گی۔ میں اتنے
ہی ڈالر انعام دوں گا + چنانچہ ایک شخص نہایت تند خو اور زہریلی
شہد کی مکھیوں کا ایک جھنڈ لایا۔ روٹ نے ایک نظر اُنہیں دیکھا

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

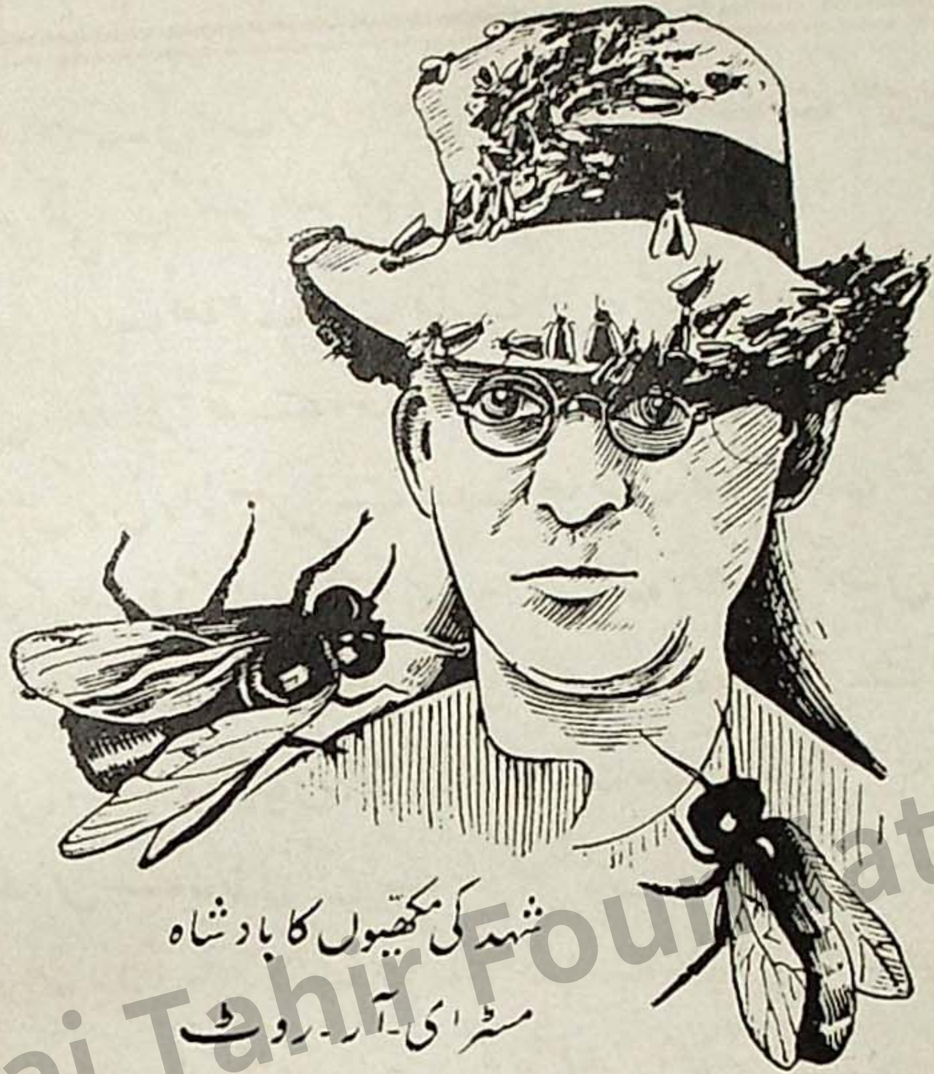

شہد کی مکھیوں کا بادشاہ
مسٹر ای۔ آر۔ روٹ

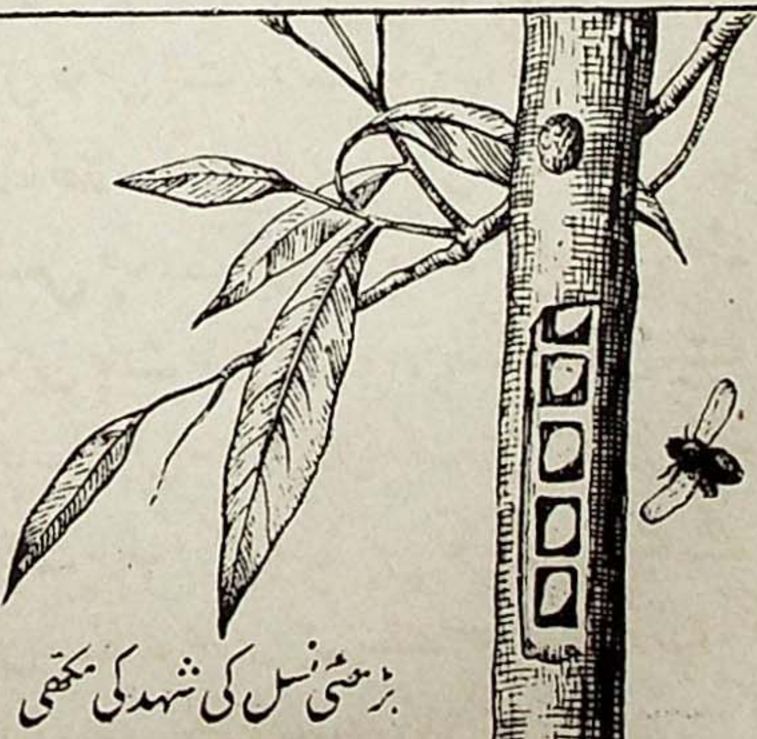

بڑھئی نسل کی شہد کی مکھی

Taj Tahir Foundation

اور وہ سب کی سب رام ہوگئیں۔ روٹ صاحب نے اُنہیں چھوا۔ اور کسی مکھی نے انہیں نہیں کاٹا +

روٹ صاحب جب چاہتے ہیں۔ شہد کی مکھیوں کو اُڑا دیتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے اُن کو بلا بھی لیتے ہیں + اس کی تہ میں کوئی راز نہیں ہے۔ روٹ صاحب کا قول ہے۔ کہ وہ رانی مکھی کو صندوق میں رکھتے ہیں۔ اس لئے دوسری مکھیاں دور نہیں اڑتیں۔ جب وہ لوٹتی نظر آتی ہیں۔ اس وقت وہ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں۔ شہد کی مکھیاں ہاتھ کے اشارے کے سبب نہیں واپس آتیں بلکہ اس لئے کہ رانی اُن کے ساتھ نہیں ہوتی۔ پھر بھی پانچ ہزار مکھیوں کو پالنا۔ بلانا۔ اور ڈنگ کھائے بغیر اپنے ٹوپ میں رکھنا بے حد حیرت انگیز ہے۔ یہ ایسا کام ہے۔ جس کو ہر شخص انجام نہیں دے سکتا +

دوسری خاص بات روٹ صاحب کی یہ ہے۔ کہ وہ شہد کی مکھیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ وہ اُنہیں ایک لائن میں کھڑا کر کے میٹھا رس چٹاتے ہیں + وہ لگ بھگ پانچ چھٹانک رس پندرہ منٹ میں چاٹ جاتی ہیں + ان کے کھا پی چکنے کے بعد وہ اُنہیں نچاتے ہیں۔ عمر بھر میں ایک ہی بار انہیں مکھیوں نے کاٹا تھا + ایک مرتبہ وہ کلیولینڈ میں تقریر کر رہے تھے۔ حسب معمول انہوں نے حاضرین میں سے کسی سے ٹوپ مانگا۔ انہوں نے اپنا ٹوپ اس لئے استعمال نہیں کیا۔ کہ لوگ یہ نہ سمجھیں۔ کہ ان

کے ٹوپ میں کوئی خاص بات ہوگی ۔ جونہی انہوں نے اُس ٹوپ کو اپنے سر پر رکھا۔ سینکڑوں ڈنک اُن کی کھوپری میں گھس گئے مکھیوں کے ڈنک مارنے کا سبب یہ تھا۔ کہ اُس ٹوپ سے تیل کی بو آتی تھی۔ اور وہ میلا تھا ۔

روٹ صاحب کی رائے ہے۔ کہ رانی مکھی کی خصلت بعض بعض باتوں میں عورتوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ دو رانی مکھیاں ساتھ ساتھ ایک ہی چھتے میں امن چین سے نہیں رہ سکتیں گو یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ رانی اور اس کی بیٹی چند ہفتے صلح صفائی کے ساتھ اکٹھی رہ لیں ۔ جب دو رانی مکھیاں آپس میں لڑتی ہیں۔ تو وہ ایک دوسرے کو صرف ڈنک ہی نہیں مارتیں۔ بلکہ عورتوں کی طرح ایک دوسرے کے بال بھی نوچتی ہیں ۔ رانی مکھی کی شان ہندوستان کے راجے رجواڑوں کی سی ہوتی ہے۔ اس کے چاروں طرف چھتے میں مصاحبوں اور درباریوں کی طرح مکھیاں بہت خدمت کے لئے مستعد رہتی ہیں ۔ ایک رانی مکھی ایک دن میں تین سو سے تیس ہزار تک انڈے دیتی ہے۔ اور ایک رانی ایک لاکھ مکھیوں کی ماں ہوسکتی ہے ۔

روٹ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ شہد کی مکھیاں پھولوں سے شہد نہیں لاتیں۔ وہ ایک قسم کا رس لاتی ہیں۔ جس میں پانی ملا ہوتا ہے اُس کو لئے ہوئے وہ کچھ دیر اڑتی رہتی ہیں۔ پھر اُس کو چھتے کے

Taj Tahir Foundation

سوراخوں میں جمع کر دیتی ہیں۔ دوپہر کے بعد وہ اپنے پنکھوں سے ہوا دیتی ہیں۔ جس سے رس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ اور اُن کے جسم کی حرارت سے شہد پک جاتا ہے۔ پھر وہ حسب ضرورت اُس سوراخ کو بند کر دیتی ہیں۔ آدھ سیر پھولوں کا رس لانے کے لیئے تقریباً بیس ہزار مکھیاں درکار ہیں۔

شہد جمع کرنے میں مکھی کی محنت

معمولی شہد کی مکھی کا وزن ایک اونس کا تین سوواں حصہ ہوتا ہے۔ اس لیئے جو شہد وہ اپنے اندر رکھ سکتی ہے۔ اس کی مقدار بہت ہی کم ہونی چاہیئے۔ ایک سائنس دان نے معلوم کیا ہے کہ ایک وقت میں ایک شہد کی مکھی کے پاس جتنا شہد ہوتا ہے اس کا وزن ایک اونس کا ایک ہزار دو سو پچاسواں حصہ ہوتا ہے یعنی مکھی کا چوتھائی وزن۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک پونڈ رس چوسنے کے لئے ایک شہد کی مکھی کو بیس ہزار مرتبہ پھولوں کے پاس آنا جانا چاہیئے۔ لیکن چونکہ اس شہد میں آدھی مقدار موم کی ہوتی ہے۔ اس لئے یوں سمجھیئے۔ خالص شہد کے لئے اُس کو کم از کم چالیس ہزار دفعہ آنا چاہیئے۔

شہد کی مکھی کو چھتے سے پھولوں تک آنے جانے میں کم از

کم آدھ میل کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس حساب سے ایک پونڈ شہد بنانے کے لئے ایک مکھی کو بیس ہزار میل کا فاصلہ طے کرنا لازمی ہے۔ سرسوں کے پھول سے شہد کی مکھیاں جو شہد جمع کرتی ہیں۔ وہ نہایت شیریں اور صحت کے حق میں بے حد نافع ہوتا ہے۔ یہ شہد جلدی خراب نہیں ہوتا۔ بہت دنوں تک تازہ رہتا ہے اور زیادہ تر دواؤں میں ڈالنے کے کام آتا ہے۔

شہد کی مکھی سے تجارت

افسوس کہ ہندوستان میں لوگوں نے اب تک شہد کی مکھی کی پرورش اور شہد اور موم کی تجارت کی طرف مناسب توجہ نہیں کی۔ جو تھوڑا بہت کام ہوتا ہے۔ اسے صرف پہاڑی لوگ کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بعض اقوام جنگلی شہد جمع کرکے اپنا گذارہ کرتی ہیں۔ کشمیر میں ہر ایک کسان کے پاس کئی کئی شہد کے چھتے ہوتے ہیں۔ بعض پہاڑی قومیں شہد کی مکھیاں اپنی لڑکیوں کو جہیز میں دیتی ہیں۔

ہندوستان میں اگر مکھیوں کو پالا جائے۔ تو اس سے بہت کچھ نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ بڑے پیمانہ پر یا مصنوعی طریقوں سے مکھیاں پال کر اہل ہندوستان فائدہ نہیں اٹھاتے۔ لیکن دوسرے مہذب ممالک میں یہ حال نہیں ہے۔ وہاں شہد

کی مکھیوں پر بے شمار کتابیں ملتی ہیں۔ امریکہ اور انگلستان سے متعدد اخبارات اور رسالے شہد کی مکھیاں پالنے اور شہد کی تجارت پر شائع ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں شاید کوئی بھی اخبار اس مضمون کا نہیں نکلتا۔ ہاں دو ایک کتابیں اردو۔ ہندی میں ضرور دیکھنے میں آئی ہیں۔ شہد کا سب سے بڑا اور زیادہ کاروبار امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں ہے۔ وہاں بارہ مہینے تیس دن تیس ہزار سے زیادہ آدمی یہ کام کرتے ہیں۔ جن میں بعض ایسے مکھی پالنے والے ہیں۔ جن کے پاس دو ہزار سے تین ہزار تک چھتے ہوتے ہیں۔ وہاں اس کے متعلق ایک سو انجمنیں قائم ہیں۔ ہمیشہ نمائش ہوتی رہتی ہے۔ اور کئی بڑے بڑے کارخانے جاری ہیں۔ جہاں شہد کے مصنوعی چھتے بنائے جاتے ہیں۔ مصنوعی طریقوں کی وجہ سے امریکہ میں ہزارہا من شہد تیار کیا جاتا ہے۔ یورپ میں شہد کی مکھیاں پال کر شہد تیار کرنے کا رواج بہت عام ہو رہا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں سب سے وقت طلب سوال یہ ہے۔ کہ چھتے کی تیاری میں مکھیاں بہت وقت صرف کرتی ہیں۔ اب یہ مشکل بھی رفع ہو گئی ہے۔ ایک موجد نے الیومینیم کا ایک ایسا مصنوعی چھتہ ایجاد کیا ہے۔ جس کو مکھیاں اپنا قدرتی چھتہ سمجھ کر فوراً شہد جمع کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

Taj Tahir Foundation

جب شہد اور موم نکالنا ہوتا ہے۔ اس وقت چھتے میں دھواں دے کر مکھیوں کو اُڑا دیتے ہیں۔ چھتے میں سوراخ کر کے بھی شہد چوایا جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں تو شہد نکالنے کے لئے بہتیری کلیں ایجاد ہوگئی ہیں۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ شہد اور موم کے علاوہ مکھیاں ایک اور قسم کی سرخی مائل بھورے رنگ کی گوند جیسی چیز بھی جمع کرتی ہیں۔ جسے وہ چونے کے طور پر سوراخ بند کرنے میں استعمال کرتی ہیں۔ اگر کوئی کیڑا چھتے میں گھس آئے۔ جسے وہ باہر نہ لے جا سکیں۔ تو مکھیاں اسے اسی گوند سے لیپ دیتی ہیں۔ تاکہ اس کی لاش کے سڑنے سے بدبو نہ پھیلے۔

خاتمہ

شہد کی مکھی ایک ادنےٰ مخلوق ہے۔ مگر اس کے کاموں کو دیکھ اور سُن کر ہمیں بے حد حیرت ہوتی ہے۔ اور جب ہم اس کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کے مقاصد کیسی دانائی اور دُور اندیشی کے ساتھ سرانجام۔ اور اپنے تمام فرائض کیسی خوش اسلوبی۔ ترتیب اور باقاعدگی سے عین وقت پر ادا کرتی ہے۔ وہ اپنی رانی کی کیسی مطیع اور جاں نثار ہوتی ہے۔ کبھی ایک منٹ بیکار ضائع نہیں کرتی۔ انڈوں

بچوں کی نگرانی اور پرورش کرے۔ اپنے فرائض انجام دینے۔ خوراک جمع کرنے اور اپنے بچاؤ کے طریقے ڈھونڈ نکالنے میں کیسی مستعدی۔ اور قابلیت ظاہر کرتی ہے + جن چیزوں کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ اسی وقت ان کے مہیا کرنے کی کوشش میں لگ جاتی ہے۔ اور ہر وقت پھرتی۔ سرگرمی اور ہوشیاری سے کام کرتی رہتی ہے +

شہد کی مکھیاں کئی باتوں میں ہم سے بہتر ہیں۔ یہ مل جُل کر رہنا اور کام کرنا جانتی ہیں۔ اپنے دشمن پر سب مل کر یکبارگی حملہ کرتی ہیں بڑی دور اندیش اور حد درجہ کی محنتی۔ جفاکش اور کفایت شعار ہوتی ہیں + یہ گرمی اور بہار کے موسم میں محنت کر کے شہد جمع کر لیتی ہیں۔ اور پھر برسات اور جاڑے کے دنوں میں جب اُن سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ آرام سے بیٹھ کر کھاتی ہیں + ان کے ہر ایک کام میں سلسلہ اور باقاعدگی ہوتی ہے + شہد کی مکھی میں ایک یہ اعلےٰ صفت بھی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے نفع پر دوسروں کے نفع کو ترجیح دیتی ہے اپنی جماعت کی بھلائی اور نفع کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے +

پیارے بچّو! شہد کی مکھی سے تم بھی اپنی قوم اور ملک کی خدمت کرنا سیکھو +

Taj Tahir Foundation

تیسری فصل

چیونٹی کی کہانی

دنیا کا کوئی ایسا حصہ نہیں۔ جہاں چیونٹی نہ پائی جاتی ہو۔ لیکن گرم ممالک میں کثرت سے ہوتی ہے۔ اب تک اس کی پانچ چھ ہزار سے بھی زیادہ قسمیں ہمیں معلوم ہو چکی ہیں۔ جو روئے زمین پر مختلف ممالک میں پائی جاتی ہیں + بعض تو بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور بعض آدمی کی چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہوتی ہیں + چیونٹیاں سرخ سیاہ۔ بھوری۔ زرد۔ سفید وغیرہ کئی رنگوں کی ہوتی ہیں + شہد کی مکھیوں کی طرح یہ بھی بہت بڑی تعداد میں مل جل کر رہتی ہیں۔ مگر شہد کی مکھیوں کی طرح یہ ضروری نہیں۔ کہ کاہل چیونٹیاں ہمیشہ نر ہی ہوں۔ ان کے قریب قریب سبھی کام انسانوں کے سے ہوتے ہیں +

Taj Tahir Foundation

جرمنی کے مشہور وزیراعظم اور مدبر پرنس بسمارک نے ایک دفعہ یہ کہا تھا۔ کہ "اگر مجھ سے پوچھا جائے۔ کہ میں کس شکل میں عمر بسر کرنا چاہتا ہوں۔ تو میں چیونٹی بننا پسند کروں گا" اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا۔ کہ چیونٹی نہایت مکمل سیاسی تنظیم سے زندگی بسر کرتی ہے۔ اور اس نے اپنے لئے ایک ایسی دنیا تعمیر کر رکھی ہے۔ جہاں نظم وضبط۔ ترتیب۔ امن وامان۔ فارغ البالی اور خوشحالی کا دور دورہ ہے۔

عقلمندی میں انسان کے بعد چیونٹیوں ہی کا درجہ ہے۔ حال میں جرمنی کے ایک سائنس دان ہیمبنز ہنز یوریس نے اپنی تصنیف "The Ant people" میں چیونٹیوں کے متعلق بہت سے نئے اور دلچسپ واقعات لکھے ہیں۔

چیونٹی کے جسم کی ساخت

چیونٹی کے جسم کے تین حصے ہوتے ہیں۔ سر۔ سینہ اور پیٹ یا معدہ۔ معدے کا وہ حصہ جو بہت تنگ ہوتا ہے۔ کمر کا کام دیتا ہے۔ اس میں دو چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھیں۔ دو مضبوط جبڑے۔ اور دو ہونٹ ہوتے ہیں۔ اس میں دو زود حس اینٹینز سینگ بھی ہوتے ہیں۔ ان سے شہد کی مکھیوں اور بھڑوں کی طرح چیونٹیاں آپس میں بات چیت کرتی ہیں۔ یہ ناک اور کان کا کام بھی دیتے ہیں۔ اور انہی کی مدد سے وہ

Taj Tahir Foundation

اپنے جسم اور بلوں کو صاف اور ستھرا رکھتی ہیں + یہ سر کے اگلے حصّے میں ہوتے ہیں۔ اور جس وقت چیونٹیاں چلتی ہیں۔ لگاتار حرکت کرتے رہتے ہیں + چیونٹیوں کی بینائی بہت تیز ہوتی ہے۔ ان کے جبڑے خاص طور پر مضبوط ہوتے ہیں۔ انہی کی مدد سے وہ وزنی چیزیں اٹھا لے جاتی ہیں + چیونٹیوں کے چھ پاؤں ہوتے ہیں +

چیونٹیوں کے گھر

تم جانتے ہو۔ کہ چیونٹیوں کی سینکڑوں نہیں۔ بلکہ ہزارہا چھوٹی بڑی قسمیں ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیونٹی ایسی نہیں۔ جو اپنے لئے گھر نہ تعمیر کرتی ہو + دوسروں کے بنائے ہوئے گھروں میں رہنا اُنہیں پسند نہیں + چیونٹیاں سرد ملکوں میں کم اور گرم ملکوں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور اپنے رہنے کے لئے جو جگہ بناتی ہیں۔ وہ اس ملک کی آب و ہوا کے عین مطابق ہوتی ہے + بعض بڑے بڑے پتھروں کے نیچے بل بنا لیتی ہیں۔ بعض پُرانے درختوں کی ٹہنیوں میں۔ بعض کئی کئی فٹ اونچے ٹیلے بناتی ہیں + بعض لکڑی کے ٹکڑے۔ پتے وغیرہ اکٹھے کر کے ان میں رہتی ہیں۔ بعض گوبر کی پتلی پتلی تہیں ایک دوسری پر رکھ کر ان کے بیچ کی درزوں میں رہتی ہیں۔ مگر زیادہ تر زمین کے اندر سوراخ بنا کر رہتی ہیں +

Taj Tahir Foundation

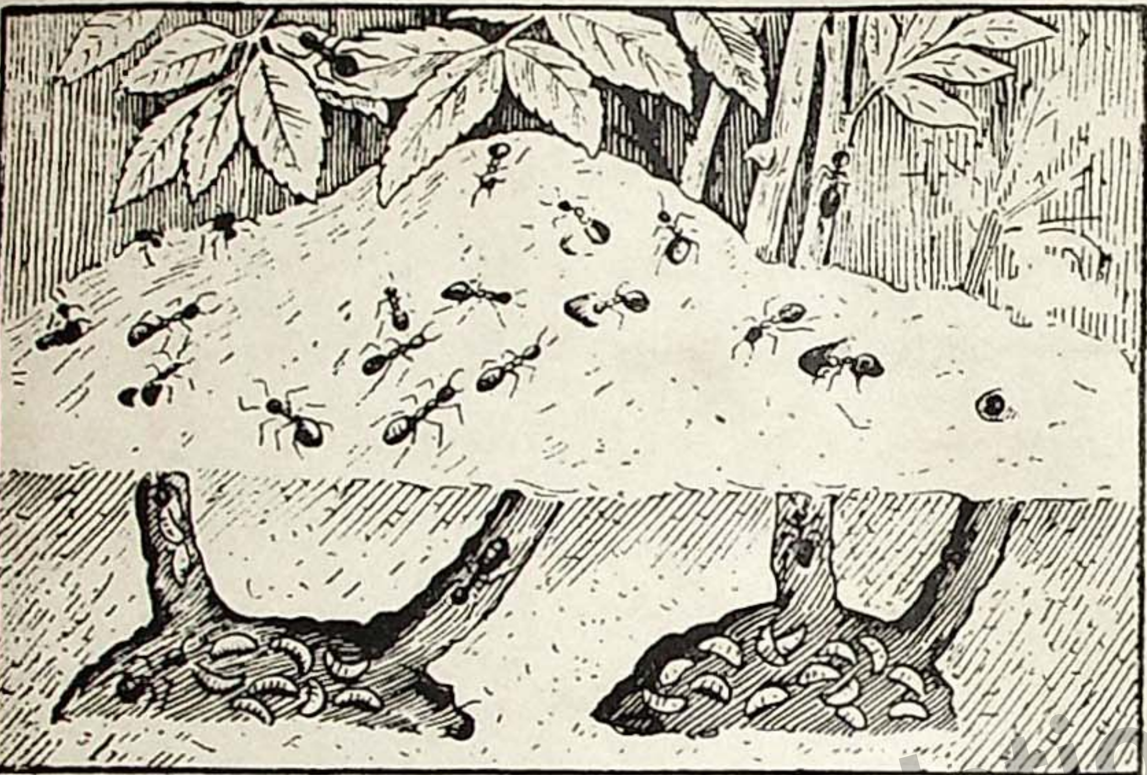

چیونٹی کا گھر (زمین کے اندر)

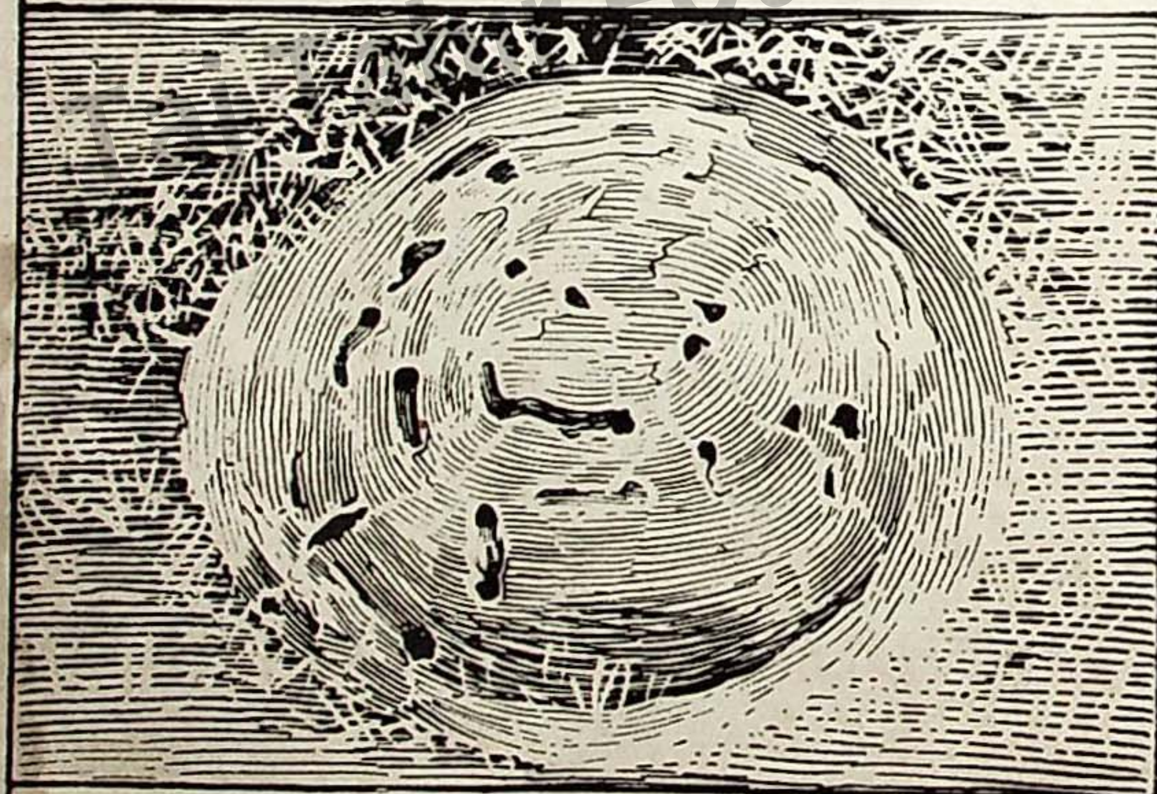

چیونٹی کا گھر (اُوپر سے دیکھنے سے)

Taj Tahir Foundation

بعض اوقات یہ سوراخ اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ کہ سُن کر تعجب ہوتا ہے + ایک انگریز مصنف لکھتا ہے۔ کہ چیونٹیوں کے مارنے کے لئے اُنھوں نے اُن کے سوراخ میں گندھک کا دھواں بھرا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کے علاوہ اَور بھی بہت سے سوراخوں سے دھواں نکلنے لگا۔ جن میں سے بعض پہلے سوراخ سے کم سے کم ستر گز کے فاصلے پر واقع تھے + کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے چیونٹیوں کے ایک ایسے بل کا پتہ لگایا تھا جس کا ایک سرا ایک دریا کے کنارے پر تھا۔ اور دوسرا دوسرے کنارے پر +

بل کے اندر چیونٹیوں کے رہنے کے لیے اچھی خاصی چوڑی جگہ ہوتی ہے۔ اس میں بہت سے کمرے اور بالاخانے ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں۔ جن میں انڈے بچے رکھے جاتے ہیں + زمین کو وہ اس طرح کھودتی ہیں۔ کہ بیچوں بیچ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھمبے یا ستون سے چھوٹتے جاتے ہیں + ایک ایک بل میں کئی کئی کھمبے ہوتے ہیں +

ایک بل میں ایک ہی نسل کی چیونٹیوں کے بے شمار گھر ہوتے ہیں + ایک مرتبہ ایک ایسے بل کا پتہ لگایا گیا تھا۔ جس میں دو سے زیادہ بستیاں بسی ہوئی تھیں۔ اور وہ آبادی کے مرکزی مقام سے ہر طرف دو دو سو گز تک پھیلا ہوا تھا + ایک گھر میں

Taj Tahir Foundation

پانچ ہزار سے پانچ لاکھ تک چیونٹیاں ہوتی ہیں + اس سے تم خود ہی اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ ان کی ایک بستی یا شہر میں کتنی چیونٹیاں ہوتی ہوں گی + چیونٹیوں کے شہر ہمارے محلوں سے بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں +

جس جگہ چیونٹیاں رہتی ہیں۔ وہ جگہ اگر زیادہ گیلی یا خشک ہوکر آرام دہ نہ رہے۔ تو وہ اکثر اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلی جاتی ہیں۔ ہمیشہ کام کرنے والی چیونٹیوں کی بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے۔ کہ جو اس قدیم جگہ کو چھوڑنا پسند نہیں کرتیں + اول تو ایسی چیونٹیوں کو بہلا پھسلا کر نئی جگہ لے چلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس پر بھی اگر وہ رضامند نہ ہوں۔ تو آخرکار ان کو جبراً پشت پر اٹھا کر لے جایا جاتا ہے +

گھر بناتے وقت وہ صرف کھودی ہوئی مٹی ہی سے کام نہیں لیتیں۔ بلکہ آس پاس کی چیزوں مثلاً مٹی۔ ریت۔ کنکر۔ بھوسہ۔ لکڑی اور کانٹوں سے بھی کام لے لیتی ہیں + چیونٹیوں کے بالائی جبڑے ہاتھ اور اوزار کا مشترک کام دیتے ہیں۔ وہ اس سے زمین کھودتی۔ تعمیر کرتی۔ اور اس پر کھگل کی استرکاری کرتی ہیں۔ اگلی ٹانگوں سے وہ مٹی کو کھرچتی ریت کی گولیاں بناتی۔ اور مٹی کو چکھتی ہیں + ان کے منہ کا تھوک ان کا سیمنٹ ہے +

ڈاکٹر ایورز نے جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹائن کے ایک

Taj Tahir Foundation

گاؤں میں چیونٹیوں کی ایسی نوآبادی دیکھی۔ جس میں انہوں نے اپنا گھر گرجا میں سینٹ جوزف کے مجسمہ کے سر میں بنایا تھا + یہ لکڑی کا مجسمہ تھا۔ جس کو پورے کپڑے پہنا رکھے تھے۔ مگر سر کھلا تھا + اس مجسمے کے بائیں نتھنے میں سے کبھی چیونٹیاں آگے جاتی تھیں۔ کبھی پیچھے جاتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا یہ مجسمہ ہلاس سونگھ رہا ہے + ڈاکٹر ایورز کا دوسرا بیان یہ ہے۔ کہ بیس برس گزرے شہر ہسپلاٹ میں ایک قبر میں سے ایک ڈھانچہ نکلا۔ مگر اس پر کپڑے یا کفن کا کپڑا ذرہ بھر بھی نہ تھا۔ چیونٹیوں نے اپنا گھر بنانے کے لئے تمام کپڑا استعمال کر لیا تھا +

بھورے رنگ کی ٹیلے بنا کر رہنے والی چیونٹیاں تو اپنے بل بنانے میں غضب ہی ڈھاتی ہیں۔ ان کے بلوں میں ایک کے اوپر ایک۔ ایک کے اوپر ایک۔ تیس تیس چالیس چالیس منزلیں ہوتی ہیں + کوہ الگنی میں ایک قسم کی ٹیلہ بنانے والی چیونٹیاں رہتی ہیں۔ ان کے بل تیس تیس چالیس چالیس ایکڑ زمین میں پھیلے ہوئے پائے گئے ہیں +

بھوری چیونٹیاں گیلی مٹی۔ سوکھے سڑے پتے اور لکڑی کے ٹکڑوں سے گھر تعمیر کرتی ہیں + اس مسالے سے وہ چھوٹی چھوٹی اینٹیں بناتی اور ان سے اپنے گھر۔ ستون اور چبوترے تیار کرتی ہیں + بعض چیونٹیاں ایک اور ہی چیز سے کھپریل بناتی ہیں۔

Taj Tahir Foundation

اور "سلوہا" چیونٹی جسے "چھتری چیونٹی" بھی کہتے ہیں۔ درختوں کے پتے کاٹ کاٹ کر اُن سے اپنے گھونسلے بناتی ہے۔ اس چیونٹی کے گھر دو دو فٹ بلند اور چالیس چالیس گز لمبے ہوتے ہیں +

چیونٹیاں اپنے لئے سڑکیں بھی بناتی ہیں + یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ سڑکیں اُن کے بار بار ایک ہی راستے پر چلنے سے بن جاتی ہیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے۔ وہ انہیں تعمیر کرتی ہیں۔ اکثر اوقات سڑکوں کے اِدھر اُدھر وہ چھوٹی چھوٹی خندقیں بھی کھود لیتی ہیں تاکہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے جانور انہیں دیکھ نہ سکیں + راستہ تیار کرنے کے لئے انہیں ڈھونے کا کام زیادہ اور بنانے کا کم کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ راہ میں جو چیزیں پڑی ہوتی ہیں۔ اُن کے اُٹھ جانے سے ہی راستہ بن جاتا ہے +

اس کتاب کے مصنف کا تجربہ ہے۔ یا خیال ہے۔ کہ اگر چیونٹیوں کے راستے میں تھوڑی سی خاک ڈال دی جائے۔ تو وہ باقی تمام کام چھوڑ کر پہلے اُسے اسی خاک مٹی کو اٹھانے لگتی ہیں۔ اور جب تک راستہ بالکل صاف نہیں ہو جاتا۔ ذرا دم نہیں لیتیں + البتہ اگر اُن کی راہ میں کوئی ایسی چیز رکھ دی جائے۔ جسے وہ اُٹھا ہی نہ سکیں۔ تو بات الگ ہے + اس حالت میں وہ اس راستے کو چھوڑ کر ایک نیا راستہ بنا لیتی ہیں +

عام طور پر ایک بل میں ایک ہی قسم کی چیونٹیاں رہتی ہیں۔ مگر مختلف کام کرنے کے باعث اُن کے کئی حصے ہو جاتے ہیں۔ اُن میں کام کرنے والیاں اور رانی چیونٹیاں سب سے بڑی ہوتی ہیں + رانی چیونٹیوں کے پر نکل آتے ہیں مگر ایک ہی بار کی اُڑان میں وہ جھڑ بھی جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھر وہ بل سے باہر نہیں نکلتیں + نر چیونٹیاں ایک بار بل سے نکل کر پھر واپس نہیں آتیں۔ بس اُسی روز اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے + رانی چیونٹیاں انڈے بچے دیتی ہیں۔ مزدور یا کام والیاں کھانے پینے کا سامان لاتی ہیں۔ انڈوں بچوں کو پالتی پوستی ہیں۔ گھر اور سڑکیں تیار کرتی ہیں۔ بل کے دروازے پر پہرہ دیتی ہیں۔ دوسری چیونٹیوں کی ،دکو جاتی ہیں۔ اور لڑائی بھڑائی کا موقعہ آپڑے۔ تو سپاہیوں کے فرائض بھی انجام دیتی ہیں +

چیونٹیوں کی خاص خوراک بے شمار قسم کے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اور طرح طرح کے اناج ہیں۔ شہد اور شیریں پھل انہیں بہت بھاتے ہیں + صرف ایک شہد ہی پر کیا موقوف ہے۔ مٹھائی خواہ کیسی ہی ہو۔ چیونٹیوں کا من بھاتا کھاجا ہے + بعض چیونٹیاں درختوں کی جڑوں میں پہنچ کر اُن کے رس کو پی کر اپنی زندگی بسر کرتی ہیں +

چیونٹیوں کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے + اگر کوئی چیونٹی مہینوں بعد اپنے بل میں لوٹ کر آئے۔ تو اس کے

بل کی دوسری چیونٹیاں اُسے سونگھ کر پہچان لیں گی۔ سونگھ کر ہی وہ اپنے انڈوں بچوں۔ اپنے عزیز و اقارب اور اپنی نسل کی چیونٹیوں اور اپنے بلوں کو پہچانتی ہیں + اگر ایک چیونٹی دوسری کی تلاش میں ہو۔ تو اس کام میں بھی اُسے اس کی سونگھنے کی قوت ہی مدد دیتی ہے + اسی کی مدد سے یہ دُور دُور پھرا کر اپنے بل کو واپس آجاتی ہے۔ اسی کی مدد سے یہ پھر اُس جگہ جا پہنچتی ہے۔ جہاں یہ ایک دفعہ ہو آئی ہو + چیونٹی کا حافظہ بھی بہت تیز ہوتا ہے +

شہد کی مکھی کی طرح چیونٹی کو بھی کچھ سنائی نہیں دیتا۔ البتہ یہ آپس میں نامہ و پیام کرتی ہیں۔ اور اپنے خیالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرتی ہیں + اگر وہ آپس میں بات چیت نہ کرتیں۔ تو اُن کے لئے مل جل کر رہنا قطعی ناممکن ہوتا۔ نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتیں۔ نہ دُکھ درد میں کام آسکتیں۔ اور نہ اُن کے بلوں میں ایسی صفائی اور انتظام رہ سکتا + چیونٹیاں اپنے سینگوں کے ذریعہ سے بات چیت کرتی ہیں +

ایک چیونٹی نے کسی کھانے کی چیز کا ایک بڑا سا ٹکڑا دیکھا۔ اور دیکھتے ہی اُسے اپنی جگہ پہنچانے کے لئے بیتاب سی ہوگئی۔ بار بار کوشش کرنے پر بھی جب وہ کسی طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ تو دوسرے ساتھیوں کو جا کر خبر دی + اور سب مل کر

اُسے اٹھا لے گئیں + چیونٹیوں کے بِل پر ہر وقت سخت پہرہ رہتا ہے۔ بِل کے دروازے پر ہی ایک پہرہ کی کوٹھڑی ہوتی ہے۔ اس کوٹھڑی میں مدد دینے والی چیونٹیاں ہر وقت تعینات رہتی ہیں۔ جونہی کسی نے مدد کے لئے پکارا۔ وہ باہر نکل پڑتی ہیں + کھانے کا پتہ لگانے والی چیونٹی اپنے بِل میں گھس کر سب کے منہ سے منہ ملا ملا کر کھانا مل جانے کی خوش خبری سناتی ہے + خبر پاتے ہی چیونٹیاں اپنے گھر سے نکل کر اس مقام کی راہ لیتی ہیں + خبر دینے والی چیونٹی سب کے آگے راستہ بتاتی چلتی اور جھنڈ اُس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے + جب منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہیں۔ تو سب مل کر اس چیز کو توڑ پھوڑ کر اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتی ہیں۔ اور سب ایک ایک ٹکڑا اُٹھا کر گھر کی راہ لیتی ہیں + اس طریقے سے وہ سب سامان چیونٹیوں کے گودام میں جمع ہو جاتا ہے +

ایک دفعہ کسی شخص نے تجربہ کی خاطر بہت سی چیونٹیوں کو ایک نہایت تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ چیونٹیاں گھبرا اٹھیں۔ اور اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ وہ سب باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرتی پھرتی تھیں۔ مگر کہیں راستہ نظر نہ آتا تھا + ہوتے ہوتے ایک چیونٹی نے اس کال کوٹھڑی میں سے

Taj Tahir Foundation

باہر نکلنے کا راستہ معلوم کر ہی لیا۔ وہ دوڑی دوڑی اپنی سہیلیوں کے پاس آئی۔ اور اُن کو اپنے سینگوں کے ساتھ چھُوا۔ گویا اُنہیں اپنی کامیابی کی کہانی سنائی + بس پھر کیا تھا۔ سب چیونٹیاں جمع ہو کر اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیں۔ اور باہر نکل گئیں ×

انڈے بچّے

صرف رانی چیونٹیاں ہی انڈے دیتی ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ چلتی چلتی انڈے دیتی جاتی ہیں + یہ چھوٹے چھوٹے اور سفید یا زردی مائل ہوتے ہیں۔ کام کرنے والی چیونٹیاں ان کو اُٹھا کر خاص خاص کمروں میں لے جاتی ہیں + تقریباً دو ہفتے میں ان انڈوں سے ننھے ننھے بے ٹانگ کے کیڑے نکل آتے ہیں + لیکن یہ چیز موسم پر منحصر ہے۔ کبھی کبھی چھ ہفتے کے بعد انڈوں سے بچے نکلتے ہیں + کیڑوں کو چیونٹیاں پالتی ہیں۔ ان کو اپنے معدوں میں سے کھانا نکال کر کھلاتی ہیں۔ دھوپ میں لے جاتی ہیں۔ اور سردی اور بارش سے بچاتی ہیں + کچھ دنوں میں یہ اتنے بڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ اپنے غلاف کے اندر نہیں رہ سکتے + غلاف کو پھاڑ کر باہر نکلنے میں اُنہیں بڑی دقّت پیش آتی ہے۔ اس کام میں

بوڑھی چیونٹیاں اُن کی مدد کرتی ہیں - غلاف کو پھاڑ کر آہستہ سے ان کے پیروں کو کھول دیتی ہیں + غلاف پھاڑنے کے بعد چند دن تک اُن کو غذا پہنچائی جاتی ہے - انہیں چلنا پھرنا سکھلایا جاتا ہے - اور جب تک وہ خود اپنی غذا مہیا نہ کر سکیں - اُنہیں ساتھ رکھا جاتا ہے +

تم پڑھ چکے ہو - کہ چیونٹیوں کے شہر میں قطار در قطار بہت سے لمبے لمبے کمرے اور گلیاں بنی ہوتی ہیں - بھلا بتاؤ تو سہی کہ کیوں ؟ بات یہ ہے - کہ انڈوں کو ٹھیک حالت میں رکھنے کے لئے کسی قدر حرارت اور کسی قدر نمی درکار ہوتی ہے - اگر شہر میں صرف ایک ہی گلی ہوتی - تو یہ حالت ہو جاتی - کہ مینہ برستا - اور اس میں کیچڑ ہو جایا کرتی - اور تیز دھوپ پڑتی - تو اس میں انڈوں کا صحیح و سالم رہنا دشوار ہو جاتا + اگر انڈے سب سے نیچے والی گلی میں رکھے ہوں - اور مینہ آ جائے - تو کام والیاں اُنہیں وہاں سے اُٹھا کر ایک منزل اوپر لے جاتی ہیں - اور جب مینہ بند ہو جاتا ہے - تو انہیں اس سے بھی اوپر والی منزلوں میں لے جاتی ہیں - بعض اوقات انہیں تھوڑی دیر کے لئے باہر میدان میں بھی لے جاتی ہیں +

اب تک عام طور پر خیال کیا جاتا تھا - کہ چیونٹیوں کی اوسط عمر آٹھ سے دس سال تک ہوتی ہے - اور پالتو چیونٹیوں میں سے

بعض پندرہ سال تک بھی زندہ رہتی ہیں۔ مگر ڈاکٹر ہنس ہنز یویرس نے
حال ہی میں پتہ لگایا ہے۔ کہ چیونٹیاں بڑی بڑی عمر پاتی ہیں۔ بعض بعض
رانی چیونٹیاں ساٹھ ساٹھ برس تک جیتی ہیں۔ اور عالم ضعیفی میں بھی
اُن کی طاقت و توانائی بدستور قائم رہتی ہے + ایک امریکین سائنس
دان نے چند چیونٹیوں کو پانی میں ڈالا۔ اور پھر اُسے سردی پہنچا کر منجمد کر
دیا۔ آٹھ روز کے بعد برف پگھلا کر پانی بنایا۔ تو وہ چیونٹیاں زندہ اور
سلامت پائی گئیں + ایک دوسرے محقق نے کچھ چیونٹیوں کو پانی
میں آٹھ دن تک رکھا۔ جب وہ نکالی گئیں۔ تو پھر جی اُٹھیں +

چیونٹیوں کی طاقت

سائنس دان ہر روز چیونٹیوں کو محنت شاقہ کرتے دیکھتے ہیں
لیکن اُنہیں یہ پتہ نہیں لگتا۔ کہ ان میں اتنی طاقت کہاں سے
آتی ہے +

ایک تجربہ گاہ میں دیکھا گیا۔ کہ ایک چیونٹی اپنے وزن سے بیس
ہزار گُنی وزنی چیز دانتوں سے پکڑ کھینچے لئے جا رہی ہے + اگر
انسان کے دانتوں کو بھی قدرت نے ایسی ہی طاقت عطا کی ہوتی
تو وہ ان کے ذریعے سے سات ہزار سات سو من وزنی چیز پکڑ کر
اُٹھا سکتا۔ یا یوں کہئے۔ کہ دو ریل گاڑیوں کو اُٹھا لیتا +

سائنس دانوں نے اس سلسلے میں حیرت انگیز تجربات کئے ہیں

ایک روز ایک چیونٹی ایک مکھی کو کھینچ کر لے جاتے دیکھی گئی۔ وہ ایک فٹ فی منٹ کی رفتار سے چل رہی تھی۔ اُسے پکڑ کر تجربہ گاہ میں لائے۔ چیونٹی اور مکھی کو تولا۔ تو چیونٹی کا وزن ۲۳/۱۰۰۰ گرام اور مکھی کا وزن ۳۰۴/۱۰۰۰ گرام نکلا۔ اس حساب سے مکھی کا وزن چیونٹی کے وزن سے ۱/۵ ۱۳ گنا زیادہ تھا۔ کیا ۱۵۰ پونڈ کا کوئی آدمی ۲۰۰۰ پونڈ وزن رکھنے والے کسی مویشی کو کھینچ کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جا سکتا ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ ۱۵۰۰ پونڈ وزن رکھنے والا گھوڑا ۱۹۸۰۰ پونڈ وزنی چیز کو کھینچ لے جائے۔ چیونٹی کی لمبائی ۱/۳ انچ سے بھی کم تھی۔ اور وہ ایک منٹ میں اپنی لمبائی کا ۳۶ گنا فاصلہ طے کرتی جاتی تھی۔ کوئی شخص جس کا قد چھ فٹ ہو۔ اتنا بوجھ لے کر ہرگز ۲۱۶ فٹ یعنی ۷۲ گز فی منٹ کی رفتار سے نہیں چل سکتا۔

ایک دوسرے تجربہ گاہ میں ایک چیونٹی کو اپنے وزن سے ۳۰۰ گنا بھاری ایک چیز کو کھینچتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسے بغور دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کھینچتے وقت یہ سوچ رہی تھی۔ کہ کس طرف سے پکڑ کر کھینچنے سے بوجھ ہلکا معلوم ہوگا۔ یہ بات تم نے بھی اکثر دیکھی ہوگی۔ کہ چیونٹیاں کسی چیز کو ایک ہی طرف سے نہیں کھینچتیں۔ کبھی ایک طرف سے کھینچتی ہیں۔ پھر اس طرف سے چھوڑ کر دوسری طرف سے کھینچنا شروع کر دیتی ہیں۔ اس

کے بعد پھر کسی اُدھر ہی طرف سے کھینچنے لگتی ہیں + اس کا اصلی سبب یہی ہے۔ کہ وہ اپنے بوجھ کو حتے الوسع ہلکا کرنا چاہتی ہیں اور جدھر سے اُنہیں کھینچنے میں آسانی ہوتی ہے۔ یا بوجھ ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرف سے کھینچتی ہیں + یہ بھی عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ بڑی بڑی چیونٹیاں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کو اپنے اوپر چڑھا کر ایک مقام سے دوسرے مقام کو لے جاتی ہیں +

چیونٹیاں بیس بیس فٹ بلند مینار بناتی ہیں۔ ان میناروں کا جب انسان کے بنائے ہوئے میناروں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ اس فن میں چیونٹیاں انسان کے مقابلے میں زیادہ ماہر ہیں + مصر کے وہ مشہور عالم اہرام بھی جو کبھی ہفت عجائبات عالم میں سے تھے۔ چیونٹیوں کے میناروں کے سامنے ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ Cheops کا مینار جو سب سے اونچا مینار ہے۔ اور جس کی بلندی شروع شروع میں ۴۸۲ فٹ تھی۔ اسے بھی چیونٹیوں کی کاریگری کے سامنے مارے ندامت کے سرنگوں ہونا پڑتا ہے + جس شخص نے یہ تعمیر کیا ہوگا۔ اس کا قد اگر چھ فٹ فرض کر لیا جائے۔ تو یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ اس شخص نے اپنے قد سے اسّی گنا ستون تعمیر کیا۔ لیکن اگر چیونٹیوں کا قد ¼ انچ بھی فرض کر لیا جائے۔ تو وہ اپنے قد سے ۹۶۰ گنا بلند مینار تعمیر کرتی ہیں۔ انسان کے مقابلہ میں بھی وہ اس سے دس بارہ گنا

Taj Tahir Foundation

بلند مینار بناتی ہیں۔ اور وہ بھی بغیر کسی اوزار یا کل کی مدد کے!

جب چیونٹیاں جنگ کرنے کے لئے نکلتی ہیں۔ تو بڑی بے پناہ ہوتی ہیں۔ اس وقت کوئی جانور بھی ان کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا + جو سامنا کرتا ہے۔ اس کے لئے شکست کھانے کے سوا چارہ نہیں رہتا + وہ بڑے بڑے سانپوں اور اجگروں تک کو چند لمحوں میں مار ڈالتی ہیں۔ چاروں طرف لپٹ کر ایسا کاٹتی ہیں۔ کہ چند لمحوں میں اس غریب کی جان نکل جاتی ہے +

چیونٹیوں کی عقلمندی

یوں تو چیونٹی دنیا کے بہت ہی چھوٹے جانداروں میں ہے۔ مگر عقلمندی میں وہ بڑے سے بڑے جاندار کا مقابلہ کر سکتی ہے + بعض مصنفوں نے تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ عقل و فہم میں انسان سے دوسرے درجے پر چیونٹیاں ہی ہیں + لارڈ ایوبری جنہوں نے تقریباً دس برس تک چیونٹیوں۔ بھڑوں اور شہد کی مکھیوں کے عادات و خصائل کا نہایت غور و خوض اور بڑی محنت سے مطالعہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: "یوں تو صورت شکل میں بندروں کی بعض اقسام انسان سے دیگر جانداروں کی نسبت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ مگر جب ہم چیونٹیوں کے عادات

وخصائل۔ اُن کی بڑی بڑی قسموں۔ اُن کے خوشنما گھروں۔ اُن کی سڑکوں اور خندقوں کا خیال کرتے ہیں۔ تو ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ عقل مندی میں انسان کے بعد انہی کا درجہ ہے"۔

اس قول میں بہت کچھ صداقت ہے۔ یہی توجہ ہے کہ کہ بہت سے سائنس دانوں نے اُن کی عجیب و غریب زندگی کی کتاب کے مطالعہ میں اپنی ساری ساری عمر صرف کردی ہے۔ اور اُن کے متعلق آج تک جتنی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ اتنی شہد کی مکھیوں کے سوائے شاید ہی اور کسی جاندار کے بارے میں لکھی گئی ہوں گی۔

کسی شہر میں ایک شخص کا مکان تھا۔ جس کی ایک کھڑکی کی چوکھٹ پر سے چیونٹیوں نے راستہ بنا رکھا تھا۔ مالک مکان اُن کے کھانے کے لئے اس چوکھٹ پر تھوڑی سی چینی ڈال دیا کرتا تھا۔ ایک روز اُسے کیا سوجھی۔ کہ چوکھٹ پر چینی ڈالنے کے بجائے اُس نے تھوڑی سی چینی ایک برتن میں رکھ کر اُسے ایک رسی سے کھڑکی پر لٹکا دیا۔ اور اس غرض سے کہ چیونٹیوں کو اس کا پتہ لگ جائے۔ اس نے اُسی نسل کی چند چیونٹیاں بھی اُس برتن میں چھوڑ دیں۔

برتن والی چیونٹیاں چینی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اپنے

مُنہ میں لے کر چل پڑیں۔ اور برتن سے باہر نکلنے کی راہ ڈھونڈنے لگیں۔ وہ پہلے رسّی پر چڑھیں۔ اور پھر چوکھٹ پر چل کر آہستہ آہستہ نیچے اُتر آئیں۔ اور اپنے جھنڈ میں جا شامل ہوئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد چوکھٹ اور رسّی پر سے ہو کر چینی کے برتن تک چیونٹیوں کا تانتا بندھ گیا ؛

اسی طرح دو ایک دن گذرے۔ اس کے بعد ایک دن یہ دیکھا گیا۔ کہ چوکھٹ اور رسّی پر چیونٹیوں کی نئی قطار ٹوٹ گئی ہے اور وہ اپنی پہلی ہی جگہ جمع ہو کر چینی لے رہی ہیں۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ کوئی دس یا بارہ چیونٹیاں برتن میں بڑی پھرتی سے کام کر رہی ہیں۔ اور چینی کو اُٹھا اُٹھا کر نیچے چوکھٹ پر گرا رہی ہیں۔ اور اس طرح باقی تمام چیونٹیوں کو برتن پر چڑھنے کی تکلیف اُٹھائے بغیر ہی چینی مل رہی ہے ؛

ایک اَور تجربے کا حال بھی سُننے کے قابل ہے ؛ ایک درخت پر چیونٹیاں اوپر چڑھا کرتی تھیں۔ ایک شخص نے ایک روز درخت کے تنے کے چاروں طرف تمباکو کے پانی سے تر بتر ایک پٹّی لپیٹ دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پٹّی کے اوپر والی چیونٹیاں جو درخت پر سے اُتر رہی تھیں۔ پہلے تو ذرا ٹھٹکیں۔ مگر پھر یک لخت زمین پر کود پڑیں۔ اور اس طریقہ سے منزل مقصود پر جا پہنچیں ؛

مگر وہ چیونٹیاں جو اوپر کی طرف جا رہی تھیں۔ پٹّی کے پاس

پہنچ کر دیر تک گُم سُم کھڑی رہیں۔ اس کے بعد اُنہوں نے نیچے کا رُخ کیا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر اوپر کو چڑھیں۔ اب کے اُن میں سے ہر ایک کے مُنہ میں مٹی کا ایک ایک ٹکڑا تھا۔ آخر کار انہی مٹی کے ٹکڑوں کو اُس پٹی پر جما کر اُنہوں نے اپنے لیے ایک راستہ بنا لیا۔ اور درخت پر پھر پہلے کی طرح اُن کا تانتا لگ گیا۔

کتنی ہی مرتبہ مٹھائی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو ایک چیونٹی کے آگے ڈال کر دیکھا گیا ہے۔ کہ باری باری سے وہی ایک چیونٹی اُن سب ٹکڑوں کو اپنے گھر لے گئی۔

اگر کسی چیونٹی کے ذرا سی چوٹ لگ جاتی ہے۔ تو دوسری چیونٹیاں دل و جان سے اس کی خدمت کرتی ہیں۔ لیکن اگر چوٹ زیادہ آئی ہو۔ تو اُسے بل سے نکال کر باہر ڈال دیتی ہیں۔ اگر کوئی چیونٹی غلطی سے مٹی تلے دب جائے۔ تو دوسری چیونٹیاں فوراً اس پر سے مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکنے لگتی ہیں۔ اور اُسے نکال لیتی ہیں۔

حال ہی میں ایک جرمن پروفیسر کی ایک کتاب چیونٹیوں کے متعلق شائع ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ چیونٹیاں انسان کی طرح متمدن ہیں۔ مثلاً وہ محنت مشقت کرتی ہیں۔ خوراک تلاش کرتی ہیں۔ گھر بناتی ہیں۔ خوراک کا ذخیرہ جمع کرتی ہیں۔ بچوں کی

Taj Tahir Foundation

دایہ گری اور تربیت کرتی ہیں۔ اور چھوٹی سے چھوٹی چیونٹی بھی سوچتی ہے۔ اور غور و فکر کے بعد نتائج اخذ کرتی ہے + زراعت صنعت و حرفت۔ تمدّن و معاشرت۔ حکومت کے قوانین ان کے اندر جاری ہیں۔ اپنے حقوق اور ملک کی خاطر صلح و جنگ وغیرہ بھی کرتی ہیں + بعض ایسی ہیں جو دودھ پیتی ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ جو باوجود زندہ ہونے کے شہد کے برتن کا کام دیتی ہیں۔ ہاتھ ملاتی ہیں۔ اور تمام باتیں مصافحہ ہی کے ذریعے ایک دوسری کو بتلاتی ہیں + انسان تو محدود ذرائع سے اپنے مطلب کو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن چیونٹیاں ان گنت طریقوں سے مصافحہ کے ذریعے اپنے مطلب کا اظہار کر سکتی ہیں + چیونٹیوں کی زندگی تنظیم کا کامل نمونہ ہے ؞

محنت و مشقّت

چیونٹیوں کی محنت تمام دنیا میں مشہور ہے۔ یہاں تک کہ کہاوتیں بن گئی ہیں۔ سچ مچ ایسا کوئی جاندار نہیں۔ جو اس معاملہ میں ان کی ہمسری کا دعوےٰ کر سکے۔ اس بارے میں شہد کی مکھیاں بھی ان سے پیچھے ہیں + چیونٹیاں تمام دن محنت کرتی ہیں اور اگر ضرورت آ پڑے۔ تو رات کو بھی کام میں لگی رہتی ہیں + چیونٹی سے زیادہ محنت شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ اس سے ہمارے

ہاں یہ کہاوت چل پڑی ہے۔ کہ "چیونٹیوں کے گھر ماتم" اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ چیونٹیوں کے گھر میں ہر وقت کام ہی کی دُھن لگی رہتی ہے۔ وہ آرام پر کام کو مقدم سمجھتی ہیں ؛

اس بارے میں لارڈ ایوبری نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں نے ایک چیونٹی کو صبح کے چھ بجے سے لے کر دیکھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس وقت سے لے کر رات کے پونے دس بجے تک وہ برابر کام کرتی رہی + میں نے چیونٹیوں کے بہت سے انڈے ایک برتن میں رکھ دیئے تھے۔ اور اس برتن میں اس چیونٹی کو چھوڑ دیا تھا۔ چھ بجے صبح سے رات کے پونے دس بجے تک وہ انہیں ڈھو ڈھو کر اپنے بل میں پہنچاتی رہی۔ اور دن بھر میں اس نے ۱۷۰ انڈے ڈھوئے" ؛

چیونٹیوں میں تقسیم محنت کا کام بڑے اعلیٰ درجہ پر نشوونما پاتا ہے۔ متفرق اقسام کے کام کرنے والی چیونٹیاں مقرر ہیں + ہر ایک چیونٹی وہی کام کرتی ہے۔ جس کام کے لئے موزوں ہوتی ہے + غلہ کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے میں بعض چیونٹیاں ایسی ہیں۔ جو سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کرتیں۔ کہ وہ ڈنٹھل سے دانے کو علیحدہ کرتی ہیں۔ اور دوسری چیونٹیاں ان دانوں کو آشیانہ تک لے جاتی ہیں + دروازے کے اندر

Taj Tahir Foundation

وہ اپنا بوجھ اُور دوسری چیونٹیوں کو دے دیتی ہیں۔ اور وہ چھلکا اُتار کر دانہ اندر لے جاتی ہیں۔ اس چھلکے کو آشیانہ کے باہر لے جاکر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیتی ہیں + ایک چیونٹی دروازے کے اندر بیٹھی رہتی ہے۔ اور اس بات کا فیصلہ کرتی ہے۔ کہ کیا چیزیں استعمال میں لائی جائیں گی۔ اور کیا چیزیں استعمال میں نہیں لائی جائیں گی + ڈاکٹر ایورز نے ان مزدوروں کے سامنے نہایت ہی فضول چیزیں رکھیں مثلاً دیا سلائیاں۔ کانچ کی چیزیں۔ گھونگے۔ خالی پوست۔ مگر ان سب چیزوں کو چیونٹیوں نے اپنے بل سے فوراً پھینک دیا +

عُمر

چیونٹیوں کی عمر کے بارے میں لارڈ ایوبری لکھتے ہیں:۔
"میں نے بے شمار چیونٹیوں کو غور سے دیکھا ہے۔ ان میں سے بہت سی کام کرنے والیاں کم سے کم سات برس کی تھیں + ایک خاص قسم کی رانی نسل کی دو چیونٹیاں میرے پاس دسمبر ۱۸۷۴ء سے تھیں۔ ان میں سے ایک کچھ دن بیمار رہنے کے بعد ۳۰ر جولائی ۱۸۸۷ء کو مرگئی۔ اس وقت اس کی عمر تیرہ برس سے کچھ زیادہ ہوگی۔ دوسری ۸ر اگست ۱۸۸۸ء کو

مری - اور اس وقت وہ تقریباً پندرہ برس کی تھی" +

اہیر یا مویشی پالنے والی چیونٹیاں

اب ہم تمہیں چیونٹیوں کی چند خاص قسموں کا حال سناتے ہیں :-

اگر کسی سے کہا جائے - کہ چیونٹیاں بھی انسانوں کی طرح مویشی پالتی ہیں - تو وہ شاید ہی یقین کرے - لیکن اصل میں یہ بات بالکل سچ ہے + جس طرح ہم دودھ دہی کے لئے گائے بھینس پالتے ہیں - بعض چیونٹیاں بھی ایک قسم کے کیڑے پالتی ہیں + بعض ملکوں میں درختوں پر عموماً جوؤں جیسے چھوٹے چھوٹے کیڑے رہتے ہیں - وہ عموماً عمدہ قسم کے درختوں ہی پر پائے جاتے ہیں - اور اُن کی جڑوں - شاخوں اور پتوں پر رہتے اور اُن کا رس پیتے ہیں - اور اسی رس سے ایک قسم کا شہد تیار کرتے ہیں + یہ کیڑے مختلف رنگوں اور شکلوں کے ہوتے ہیں - وہ پردار بھی ہوتے ہیں - اور پروں کے بغیر بھی + اُن کی ایک لمبی سونڈ ہوتی ہے - جس سے وہ پودوں کا رس چوس لیتے ہیں - ان کے چھ بازو ہوتے ہیں - مگر وہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں +

شہد کے لالچ سے چیونٹیاں ان جانوروں کو اپنے

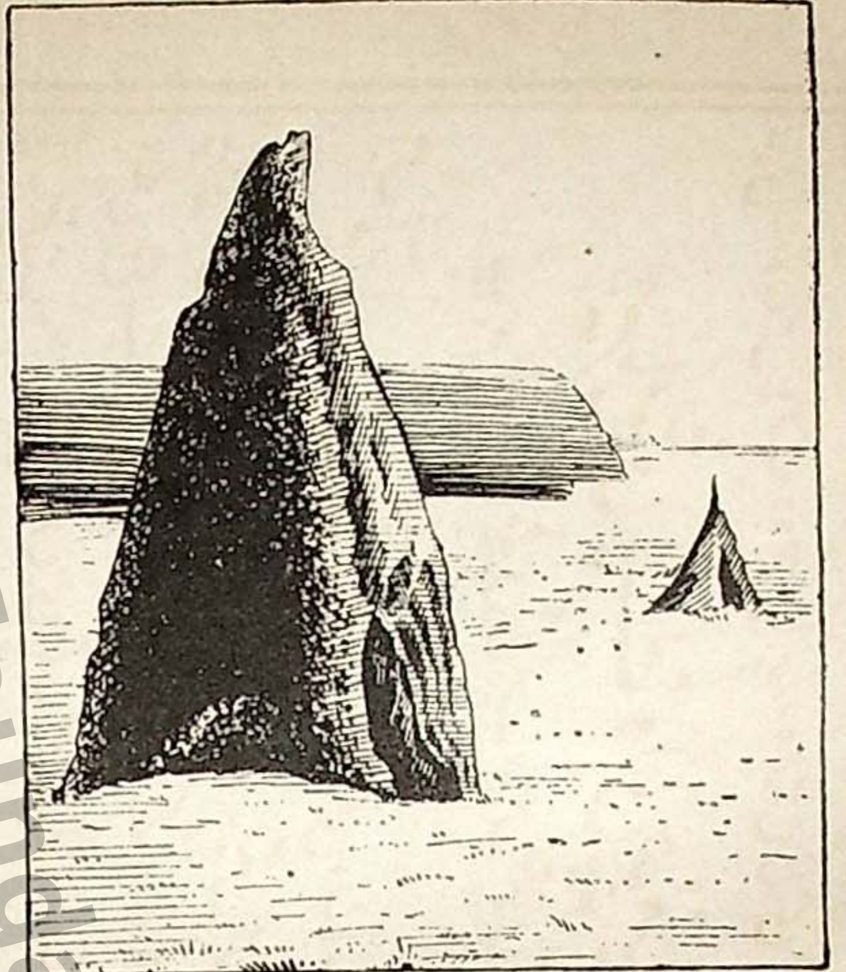

چیونٹی کا ٹیلا

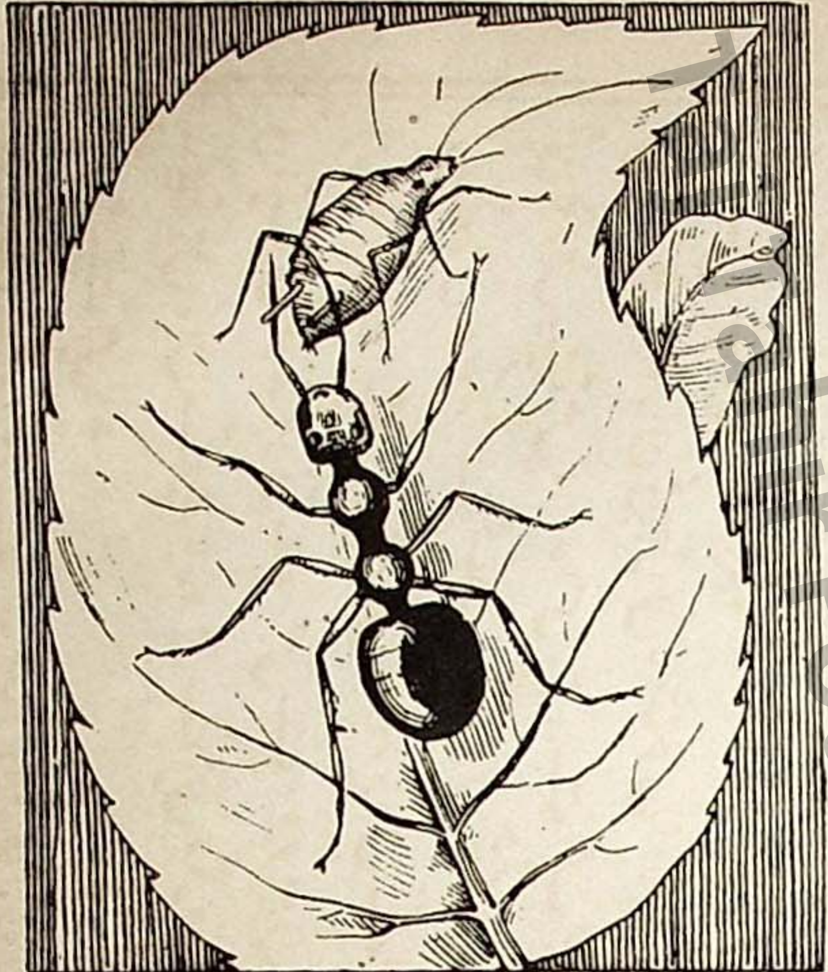

چیونٹی اور اُس کی گائے

Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

بلوں میں لے جا کر قید کر لیتی ہیں۔ اور ان سے ہر روز اسی طرح شہد لیتی ہیں۔ جس طرح ہم گائے بھینسوں سے دودھ دوہتے ہیں + اپنے بلوں کے اندر وہ ان کے لئے خاص قسم کے باڑے بناتی ہیں۔ اور دوسرے جانوروں سے اُن کی حفاظت کرتی ہیں + چیونٹیاں انہیں اسی طرح کھلاتی پلاتی ہیں جس طرح خود اپنے بچوں کو۔ محض یہی نہیں۔ بلکہ جب وہ انڈے دیتے ہیں۔ اس وقت ان کے انڈوں کی حفاظت کے لئے بھی بہت سی تدبیریں عمل میں لاتی ہیں + اگر اَور کسی جانور کے انڈے ان کے سامنے پڑ جائیں۔ تو یہ کبھی نہ چھوڑیں۔ لیکن حیرت کا مقام ہے۔ کہ ان کیڑوں کے انڈوں کی طرف یہ بُری نگاہ سے دیکھتی تک نہیں۔ بلکہ اُن کا ایسا ہی خیال رکھتی ہیں۔ جیسا کہ اپنی رانی کے انڈوں کا + ان کے انڈوں بچوں کو دھوپ دکھانے اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ پڑنے دینے کی خاطر انہیں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر لئے لئے پھرتی ہیں۔ اور ضرورت آ پڑے۔ تو لڑنے بھڑنے سے بھی نہیں گھبراتیں۔ اور ان کے لئے ایسی جگہوں میں مکان بنا دیتی ہیں۔ جہاں اُن کو کثرت سے عمدہ غذا مل سکے +

بعض چیونٹیاں ان کیڑوں کے کھانے کے لئے درختوں کی پتیاں توڑ لاتی ہیں۔ پتیاں توڑنے والی چیونٹیوں میں برازیل

کی "سٹوما" چیونٹیاں جن کا حال تم آگے چل کر پڑھو گے۔ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں + یہ چیونٹیاں بڑے بڑے جھنڈ بنا کر درختوں پر چڑھتی ہیں۔ اوپر پہنچ کر ان میں سے ہر ایک ایک پتّے پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور اُسے کاٹتی ہے۔ اس طرح پتے گر گر کر ڈھیر ہوتے رہتے ہیں + اُدھر درخت کے نیچے دوسرا جھنڈ کام کرتا رہتا ہے۔ وہ پتّوں کو اُٹھا اُٹھا کر مقررہ مقام پر جمع کرتا ہے +

دُودھ دوہنے کے لئے بھی چیونٹیاں اپنے سینگوں سے ہی کام لیتی ہیں۔ ان سے ان کیڑوں کو تھپک تھپک کر شہد لیتی ہیں + دُودھ دوہنے والی چیونٹیاں آسٹریلیا کے اصلی باشندوں کا من بھاتا کھاجا ہیں +

چیونٹیوں کے بلوں میں اور بھی کئی قسم کے کیڑے مکوڑے پائے گئے ہیں۔ وہ بھی ان کے کچھ نہ کچھ کام آتے ہی ہونگے +

شہد جمع کرنے والی چیونٹیاں

چیونٹیوں میں سب سے عجیب و غریب ہیں شہد جمع کرنے والی چیونٹیاں۔ ان کا ایثار اور قربانی قابلِ تعریف ہے۔ ناظرین کے مشاہدہ میں آیا ہوگا۔ کہ بعض چیونٹیاں پرندوں کی طرح دوسری چیونٹیوں کے منہ میں کھانا ڈالتی ہیں۔ مگر کچھ چیونٹیاں ایسی بھی ہیں۔ جن کے جسم میں شہد سے بھرے ہوئے بڑے بڑے

تھیلے ہوتے ہیں - ان تھیلوں سے دوسری چیونٹیاں حسب ضرورت شہد چوس لیتی ہیں + شہد کی تھیلی خالی ہو جانے پر شہد جمع کرنے والی چیونٹیاں شہد لاکر اس چیونٹی کی تھیلی میں ڈال جاتی ہیں اس طرح شہد پلانے والی چیونٹیاں اپنی ساری زندگی دوسری چیونٹیوں کو شہد کھلانے میں گذار دیتی ہیں *

کسان چیونٹیاں

قریب قریب ہر شخص جانتا ہے - کہ چیونٹیوں کی بعض اقسام بلوں میں اناج جمع رکھتی ہیں - یہ چیونٹیاں عجیب قسم کے اناج اور بیج بھی جمع کرتی ہیں + اور اگرچہ سوراخ کے اندر مختلف درجوں کی گرمی اور سردی پڑتی ہے - اور موسم کی آب و ہوا کا بھی کم و بیش اثر ہوتا ہے - پھر بھی اناج اور بیج صحیح سالم رہتے ہیں کیونکہ چیونٹیاں ان کی بڑی حفاظت کرتی ہیں + میر حسن علی صاحب نے "مسلمانوں کی تاریخ" مرتب کی ہے - آپ اس میں لکھتے ہیں :-

"ہندوستان میں سرخ یا بھورے رنگ کی چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں کثرت سے ہوتی ہیں - دنیا میں کسی کا ان سے زیادہ محنتی ہونا ناممکن امر ہے + ہم نے ان کو محنت و مشقت کرتے وقت گھنٹوں بیٹھ کر دیکھا ہے - وہ اتنی چھوٹی ہوتی ہیں - کہ گیہوں یا جو کے

ایک دانے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھالے جانے کے لئے
آٹھ دس چیونٹیوں کی ضرورت پڑتی ہے ۔ ہم نے ایک دفعہ ان
چیونٹیوں کو چھ سولے کر دس ہزار گز تک ایک دانہ لے جاتے
ہوئے دیکھا ہے ۔ وہ دو قطاروں میں ہر وقت چلتی ہیں ۔ ایک
قطار میں وہ چیونٹیاں چلتی ہیں ۔ جو بلوں میں اناج کا دانہ رکھ کر
واپس آرہی ہوتی ہیں ۔ اور دوسری میں وہ جو بوجھ سے لدی
ہوئی ہوتی ہیں ۔ اناج رکھ کر لوٹنے والی چیونٹیاں بوجھ سے
لدی ہوئی چیونٹیوں سے راستہ میں بات چیت کرتی چلتی
ہیں ۔ یہ نامہ و پیام اس تیزی سے ہوتا ہے ۔ کہ نہ قطار ٹوٹتی
ہے ۔ نہ ترتیب بگڑنے پاتی ہے ۔ اور نہ اُن کی رفتار میں ذرا
فرق پڑتا ہے" ۔

بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں ۔ کہ انہوں نے اکثر اوقات
برسات کے بعد چیونٹیوں کو اپنے بلوں سے اناج نکال نکال
کر سُکھاتے دیکھا ہے ۔ گودام میں بھرنے سے پہلے وہ ہر ایک
دانے کے انکولے کاٹ ڈالتی ہیں ۔ کہ کہیں بل میں رکھنے
اور پانی کے پڑنے سے وہ پھوٹ نہ آئیں ۔ اکثر اوقات یہ دانے
دُنکے کوڑے کرکٹ میں مل کر باہر بل کے پاس آگرتے ہیں ۔
اور اُگ آتے ہیں ۔ اس سے بھی بعض لوگ یہ نتیجہ نکال بیٹھے ۔
کہ چیونٹیاں کاشتکاری کرتی ہیں ۔ مگر یہ خیال بالکل ہی بے بنیاد

نہیں ۔ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں کے آس پاس اپنی پسند کے پودوں کو بھی اُگاتی ہیں ۔ امریکہ میں ایک قسم کی چیونٹی پائی جاتی ہے ۔ جو اپنے بل کے چاروں طرف کئی کئی فٹ زمین صاف کرتی ہے ۔ اور اتنے قطعہ میں چاول کے سوائے اَور کچھ اُگنے ہی نہیں دیتی ۔ اگر کوئی اَور پودا یا گھاس اُگ بھی آتی ہے ۔ تو اُسے کاٹ ڈالتی ہے ۔

کسان قوم کی چیونٹیوں کو علما نے سو اقسام میں تقسیم کیا ہے یہ چیونٹیاں امریکہ کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پائی جاتی ہیں ۔ ان کا خاص کام باغبانی ہے ۔ اس علم کے بعض ماہرین کا بیان ہے ۔ کہ یہ چیونٹیاں درختوں اور پودوں کی پتیاں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر اپنے سوراخوں میں لے جاتی ہیں ۔ جہاں وہ انہیں بڑے بڑے کمروں میں جو انسان کے سر کے برابر ہوتے ہیں ۔ جمع کرتی ہیں ۔ ان پتوں سے کھاد بنائی جاتی ہے جو کھیتی باڑی کے کام آتی ہے ۔ زراعتی محنت آپس میں تقسیم کرلی جاتی ہے ۔ بعض چیونٹیاں صرف پتیاں کاٹتی ہیں بعض انہیں جمع کرتی ہیں ۔ اور بعض انہیں باغ کی صورت میں ترتیب دیتی ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

سفید باغبان چیونٹیاں

معلوم ہوا ہے۔ کہ جزیرہ ہند چینی کی سفید چیونٹیوں کے بھی باغ ہوتے ہیں۔ جہاں وہ پودوں کی پرورش کرتی ہیں+ ان باغات کو کدّو کی کاشت کے قطعات کہا جاسکتا ہے۔ یہ باغبان کیڑے بہت چھوٹے گول بیج پیدا کرتے ہیں۔ جو ایک قسم کا کالا دانہ ہوتا ہے اور شکل میں اُن داغوں جیسا جو باسی روٹی پر جم جاتے ہیں + یہ چیونٹیاں گھاس اور پتیوں کا ایک فرش بناتی ہیں۔ جسے وہ چبا چبا کر باریک کر دیا کرتی ہیں۔ اور اسی میں ان بیجوں کو حفاظت کے ساتھ رکھا کرتی ہیں۔ تاکہ وقت پر انہیں کام میں لایا جائے+ باغبان چیونٹیاں اپنے آشیانوں کو درختوں میں زمین سے بہت اونچائی پر بناتی ہیں۔ تاکہ وہ سیلاب میں بہہ نہ جائیں۔ اور جب مٹی کا گنبد تیار ہو جاتا ہے۔ تو اس کے باہر کی طرف گانٹھیں اور تخم بو دیتی ہیں+ اس طرح سے مختصر ایام میں ان کے آشیانے پر باغ بن جاتا ہے۔ جس میں سفید زرد اور اُودے شگوفے لہلہاتے ہیں+

سبزی اس لئے اُگائی جاتی ہے۔ کہ بعض چیونٹیاں گوشت خور نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ محض سبزی ہی پر زندگی بسر کرتی ہیں نیز اس وجہ سے بھی کہ بعض گرم ممالک میں بعض اوقات گوشت

Taj Tanir Foundation

کی غذا میسر نہیں آتی۔ اور اگر آتی بھی ہے۔ تو کھانے والوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے کسی کو ملتی ہے۔ کسی کو نہیں ملتی +

یورپ کی کسان چیونٹیاں صرف کھیتی کر کے فصل ہی نہیں کاٹتیں۔ بلکہ اناجوں کا آٹا بناتی ہیں اُسے گوندھ کر بھوری بھوری روٹیاں تیار کرتی ہیں۔ اور دھوپ میں پکاتی ہیں +

خانہ بدوش چیونٹیاں

ڈاکٹر لوریس صاحب کا بیان ہے۔ کہ خانہ بدوش چیونٹیاں ایک گیند کی شکل میں جمع ہو کر رہتی ہیں۔ اس گیند کی گولائی بعض اوقات ایک ایک گز ہوتی ہے + رانی ٹھیک وسط میں رہتی ہے۔ اندر جانے کا راستہ بڑے عجیب طریقے سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں ذرا بھی پانی داخل نہیں ہو سکتا۔ پانی چڑھ آئے تو یہ گیند تیرنے لگتی ہے + چیونٹیاں ایک دوسرے کے بدن پر چڑھ کر اندر اور باہر آتی جاتی ہیں۔ یہ چیونٹیاں اپنے جسم کو مضبوط بنائے رکھنے کے لئے کشتی لڑتی ہیں۔ اور بعض اوقات مصنوعی جنگ بھی کرتی ہیں + اس لڑائی میں وہ کبھی کسی کو چوٹ نہیں پہنچاتیں۔ اور نہ اپنے زبردست جبڑوں سے ہی کام لیتی ہیں +

Taj Tahir Foundation

غلام رکھنے والی چیونٹیاں

چیونٹیوں کی یوں تو بہت سی اقسام ہیں - مگر ان میں ایک خاص طبقہ ہے - جس کی خصلت میں سیر و شکار - لوٹ اور غارتگری وغیرہ شامل ہیں + اور تو اور غلامی کی مذموم رسم بھی چیونٹیوں میں موجود ہے + جس طرح ہم میں سے جن کو خدا نے توفیق بخشی ہے - نوکر چاکر رکھتے ہیں - اسی طرح چیونٹیوں کے غلام ہوتے ہیں - یہ غلام چیونٹیوں کو کھلاتے پھرتے اور ان کے انڈوں بچوں اور بلوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں + بہت سی چیونٹیاں غلاموں کی پیٹھ پر سوار ہو کر ہوا خوری کو نکلتی ہیں + چیونٹیوں کی طاقتور اقوام کمزور قوموں کو غلام بنا کر رکھتی اور ان سے اپنی خدمت اور گھروں کے کام دھندے کراتی ہیں - کسی کسی گھر میں ایک ایک چیونٹی کے پندرہ پندرہ تک غلام پائے گئے ہیں - حیرت تو یہ ہے - کہ لڑائی کے زمانہ میں بھی غلام اور کمزور چیونٹیاں بڑی باہمت بن جاتی ہیں - اور اپنے آقا کے لئے مرنے مارنے کو تیار ہو جاتی ہیں + لڑائی سے پہلے جنگجو چیونٹیاں اپنے جسم پر ایک قسم کا پالش یا روغن چڑھا لیتی ہیں - اس حالت میں وہ نہایت ہیبت ناک اور تند خو نظر آتی ہیں + یہ چیونٹیاں بعض نیم وحشی جنگجو فرقوں کی طرح اپنی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں یا افواج لے کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہیں + یہ جنگجو چیونٹیاں ما ہ

Taj Tahir Foundation

جولائی و اگست میں اپنی افواج کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے باقاعدہ یکے بعد دیگرے دشمن کی قیام گاہ یا کیمپ کی طرف جو عموماً پچاس یا سو میٹر کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ کوچ کرتی ہیں۔ اور وہاں پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ اختیار کرتی ہیں +

جاسوس چیونٹیاں جو پہلے سے اِدھر اُدھر بھیج دی جاتی ہیں۔ دشمن کے کیمپ کا پتہ لگانے میں بہت مدد دیتی ہیں۔ جس وقت یہ فوجیں دھاوا بولتی ہوئی دشمن کی قیام گاہ پر پہنچ جاتی ہیں۔ تو ہر طرف سے سوراخوں کا محاصرہ کرلیتی ہیں۔ چیونٹیاں باہر نکلنے لگتی ہیں۔ تو محاصرہ کرنے والے سپاہی ان کو پکڑ کر مار ڈالتے ہیں۔ اور سوراخوں میں گھسنا شروع کردیتے ہیں + شکست خوردہ چیونٹیاں اپنے انڈوں اور بچوں کو لے کر بھاگتی ہیں۔ اور فتحیاب چیونٹیاں جنگ کے قیدیوں کو کسی محفوظ مقام پر پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہوجاتی ہیں +

ان جنگ کے قیدیوں کے ساتھ بعد میں کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کسی کی کچھ رائے ہے۔ کسی کی کچھ + ایک سائنس دان کا خیال ہے۔ کہ ان میں سے بہت سے قیدی غذا کے کام آتے ہیں۔ مگر دوسرے کی رائے ہے۔ کہ ان کو خانگی کاروبار میں لگا دیا جاتا ہے۔ اور مالک ان کو اپنی ملکیت تصور کرتے ہیں + نہایت قدیم زمانہ میں انسانوں میں بھی بالکل اسی طرح غلامی رائج تھی +

چیونٹیوں کے لشکر جب لڑائی کرنے کے لیئے کوچ کرتے ہیں۔ تو اُن کی فوج کی طوالت چارسو فٹ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ تیرہ فٹ چوڑے کالم میں کوچ کرتی ہیں + چیونٹیوں کی جنگ رات کی تاریکی میں ہوتی ہے۔ اور اگر ان پر کوئی چمکدار روشنی پڑنے لگے۔ وہ مٹی میں سے راستہ بنا کر چلتی ہیں +

جہاں کہیں چیونٹیوں کی فوج جاتی ہے۔ تو اُس سے کیڑے مکوڑوں کی دنیا میں دہشت پھیل جاتی ہے۔ اس لیئے کہ چیونٹیوں کی موجودگی ان کی قطعی موت کے مترادف ہے + گبریلا۔ زنبور۔ تِل چٹا اور کنکھجورے کو پکڑ کر یہ چیونٹیاں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہیں + خط سرطان و خط جدی کے درمیانی ممالک میں چیونٹیاں آدمیوں پر بھی حملہ کرتی ہیں۔ ڈاکٹر مذکور نے ان چیونٹیوں کا ایک عجیب حیرت ناک و دہشت ناک قصہ بیان کیا۔ یہ چیونٹیاں رات کو نکلتی ہیں۔ اور اسی سبب سے چارپائی کے پائے ایسے کونڈوں میں رکھے جاتے ہیں۔ جن کو مٹی کے تیل سے بھر دیا جاتا ہے۔ چیونٹیاں مٹی کے تیل سے بہت زیادہ نفرت کرتی ہیں۔ ڈاکٹر ایورز نے پہلے پیپ پیپ کی دھیمی آواز سنی۔ جو دم بدم زیادہ تیز ہوتی گئی۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ چوہوں کی آواز ہے۔ جن کو چیونٹیاں زندہ ہی کھا رہی ہیں + یکایک ڈاکٹر نے دیکھا۔ کہ تمام قالین پر ایک تہ سی چڑھ گئی۔ جو کئی انچ موٹی تھی۔ یہ چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ ڈاکٹر وہاں سے

کود کر کرسی پر چڑھ گیا۔ چیونٹیاں بڑی کثرت سے کرسی کے پاؤں تک چڑھ آئیں۔ پھر وہ کرسی سے میز پر کود گیا۔ وہاں بھی چیونٹیاں پہنچ گئیں۔ ان میں سے اس قدر بدبو آتی تھی۔ کہ دماغ پھٹا جاتا تھا۔ ڈاکٹر کود کر منہ دھونے کی تپائی پر چڑھ گیا۔ اور اپنے پاؤں پانی کے گھڑے میں ڈال کر کھڑا ہو گیا۔ یہ تو ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ میز کے اوپر سے اب بھی وہاں پہنچ جائیں گی۔ مگر ڈاکٹر کو یہ دیکھ کر دہشت ہونے لگی۔ کہ انھوں نے ایک دوسرے پر لٹک کر ایک زندہ پل بنا لیا۔ اور اس پل کی محراب کا دوسرا پایہ ڈاکٹر کی طرف رکھا۔ یہ پل لوہے کے ڈنڈے کی مانند سخت تھا۔ اور اس پر سے گزرنا ان کی ہمت و استقلال کا نمونہ ہے۔

اس زندہ پل کے اوپر سے آگے بڑھتی ہوئی چیونٹیاں حملہ کرنے کے لئے آئیں۔ ڈاکٹر کو یہ چیونٹیاں زندہ ہی کھا جاتیں۔ مگر ڈاکٹر کے اوسان بجا رہے۔ اور آخر کار وہاں سے کود کر اپنے پلنگ پر جا پہنچا۔ اور اس طرح بچ گیا۔ صبح کو ان چیونٹیوں کا نشان بھی نہ ملا۔ بلکہ ساتھ ہی چوہوں۔ چھپکلیوں۔ مکڑیوں۔ اور کنکھجوروں وغیرہ کا بھی صفایا ہو گیا۔ جتنے کیڑے مکوڑے بنگلے میں تھے۔ چیونٹیاں سب کو چٹ کر گئیں۔ ایک بہت بڑے سانپ کا ڈھانچہ دروازہ کے پاس ملا۔ جو چیونٹیوں کی

سفاکی کا شکار ہو گیا تھا + معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ چیونٹیاں ۔ گھوڑوں۔ گدھوں۔ چیتوں۔ بندروں اور درمیانی قد کے سُوروں کو بھی زندہ ہی کھا جاتی ہیں +

رئیس چیونٹیاں

انگریزی زبان میں ایک کتاب ہے۔ جس کا نام ہے "چیونٹیوں کی تاریخ"۔ اس میں رئیس نسل کی یعنی غلام رکھنے والی چیونٹیوں کا نہایت دلچسپ حال درج ہے۔ مصنف لکھتا ہے :- "ایک روز شام کو جب میں اٹلی کے شہر جینوا کے قرب وجوار میں پھر رہا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ میرے پیروں کے پاس سے چیونٹیوں کا ایک جھنڈ سڑک کو پار کر رہا ہے + اس جھنڈ کا طول تقریباً دس انچ اور عرض تین یا چار انچ تھا۔ وہ سب ایک ساتھ بڑی تیزی سے چلی جا رہی تھیں۔ چند ہی منٹوں میں وہ سڑک پار کر گئیں۔ اور پرلی طرف گھاس کے ایک وسیع میدان میں جا پہنچیں + میں بھی ان کی حرکات وسکنات کو غور سے دیکھتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ چلا گیا۔ راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آتی تھیں۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ گھاس میں بلا روک ٹوک چل رہی تھیں۔ اور ترتیب بھی وہی قائم تھی +

آخر کار وہ بل پر جا پہنچیں۔ جو کسی دوسری قسم کی چیونٹیوں کی

Taj Tahir Foundation

جائے رہائش تھی - اس بل کے اوپر مٹی کا ایک چھوٹا سا ستون بنا ہوا تھا - چند چیونٹیاں بل کے دروازے پر پہرہ دے رہی تھیں - جونہی ان کی نگاہ اُس حملہ آور جھنڈ پر پڑی - وہ ان پر ٹوٹ پڑیں - بل کے اندر بھی فوراً خبر پہنچ گئی - اور بے شمار چیونٹیاں اندر سے نکل کر پہرہ داروں کی مدد کرنے لگیں + اِدھر رئیس چیونٹیوں کا جھنڈ اَور بھی تیزی سے بڑھا - اور ایک دم بل کے دروازے پر جا پہنچا - اور دھاوا بول دیا + تھوڑی ہی دیر میں چیونٹیاں ہر کر بل کے اندر گھس گئیں +

اِدھر فتح مند چیونٹیاں بل کے باہر والے ستون پر چڑھ گئیں - اور بل سے نکلنے کی تمام راہیں روک دیں + ان میں بعض اس ستون کو کھودنے لگیں - اور تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے ایک بڑا سا سوراخ بنا لیا - اسی نئے سوراخ سے فوج کا کچھ حصہ بل کے اندر پہنچا - مگر بہت دیر تک اندر نہیں رہا - صرف تین چار منٹ ہی میں سب فتح یاب چیونٹیاں لوٹ آئیں - لوٹتے وقت ہر ایک چیونٹی کے منہ میں بل والی چیونٹیوں کا ایک ایک بچہ تھا "+

یہ کام اکثر ایزن کی چیونٹی کرتی ہے - یہ بڑی طاقتور اور تند خو ہوتی ہے - اپنے سینگوں کے ذریعے شکار کی بُو پاکر اس کے تعاقب میں نکل پڑتی ہیں - اور سیدھا اسی طرح بل کی طرف بھاگتی ہیں - جیسے انسانی فوج دشمن کے کسی شہر یا قلعہ

پر حملہ کرنے کے لئے تیزی سے ساتھ کوچ کرتی ہو۔ لڑائی بھی اکثر بڑے زور وشور کی ہوتی ہے۔ بل کی مضبوط اور طاقتور چیونٹیاں دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلتی ہیں۔ لیکن جو مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتیں۔ وہ انڈوں بچوں کو ساتھ لئے پناہ ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔

مگر ان ظالم چیونٹیوں کا مقابلہ کرنا کیا کچھ آسان کام ہے؟ بل کی چیونٹیاں اپنا سارا زور لگاتی ہیں۔ لیکن اُن کی ایک پیش نہیں جاتی۔ آخر لڑائی میں ہاری جاتی ہیں۔ صرف وہ چند ایک چیونٹیاں بچتی ہیں۔ جو دشمنوں کی نظر سے چھپ کر درختوں پر جا چڑھتی ہیں۔ انڈے بچے سب حملہ آور چیونٹیاں اٹھا لاتی ہیں۔ جنگ میں نر اور مادہ سبھی مارے جاتے ہیں۔ مگر بچوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

غلام بنانے والی چیونٹیوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں اور اُن کے لڑنے کے طریقے بھی خوفناک ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ہماری فوج کے جوانوں کی طرح دشمنوں کی بستی پر حملہ کرتی ہیں۔ شہر کا محاصرہ کرکے اس کی دیواریں توڑ ڈالتی ہیں۔ اور ایسے فاتحانہ انداز سے شہر میں داخل ہوتی ہیں۔ کہ دیکھنے والا یہی سمجھے۔ کہ یہ تمام ضروری ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ چیونٹیاں چیونٹیوں ہی کے خلاف جنگ نہیں

Taj Tahir Foundation

کرتیں - داؤ لگے - تو اَوْروں کو بھی نہیں چھوڑتیں +

ان جنگجو چیونٹیوں کی ایک اَوْر بھی قسم ہے - جو علادہ جنگجو ہونے کے بے حد عیش پرست اور آرام پسند ہوتی ہیں + جس وقت جنگ کے قیدی غلام بناکر گھر لائے جاتے ہیں - کام کاج کرنا بالکل ترک کر دیتی ہیں - اور یہ نوبت پہنچ جاتی ہے - کہ غلام چیونٹیوں کی مدد کے بغیر کھانا پینا بھی پسند نہیں کرتیں +

یہ غلام چیونٹیاں اپنے مالکوں کو نہ صرف کھانا ہی کھلاتی ہیں - بلکہ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں - اپنے مالکوں کی غفلت - کاہلی اور عیش پرستی کو دیکھ کر یہ غلام چیونٹیاں قدرتاً سلطنت کے انتظام میں حصہ لینا شروع کر دیتی ہیں - یہاں تک کہ ملکی و فوجی تعمیرات بھی اپنی ہی حسب منشار تیار کراتی ہیں - لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے - کہ باوجود اپنے مالکوں پر حاوی ہو جانے کے یہ اپنی کھوئی ہوئی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے کبھی کوشش نہیں کرتیں - بلکہ اپنی غلامی میں ہی قانع رہنا پسند کرتی ہیں +

ان چیونٹیوں پر غلام رکھنے کی لت کا کیسا بُرا اثر پڑتا ہے - اس کا حال ایک مصنف نے یوں بیان کیا ہے :-

" یہ چیونٹیاں کامل طور پر اپنے غلاموں کی دست نگر رہتی ہیں - وہ اپنی بہت سی خدا داد طاقتوں سے محروم ہو جاتی

ہیں + اپنے رہنے کے لیئے مکان تک بنانا بھی اُن کے لیئے بہت دشوار کام ہے ۔ اپنے انڈوں، بچّوں کو پالنا پوسنا بھی اُن کی طاقت سے باہر ہے ۔ ان کے یہ تمام کام غلام ہی انجام دیتے ہیں ۔ روز مرّہ کے کھانے کا سامان بھی غلام ہی لاتے ہیں ۔ اور اگر کبھی ان چیونٹیوں کو اپنا بِل تبدیل کرنا پڑے ۔ تو وہ غلاموں کی پیٹھ پر سوار ہو کر جاتی ہیں " +

ایک شخص نے یہ دیکھنے کی خواہش سے کہ یہ غلاموں کی امداد کے بغیر بھی کچھ کر سکتی ہیں یا نہیں ۔ ایک صندوق میں مٹی بھر کر اس میں چند رئیس چیونٹیاں چھوڑ دیں ۔ اُن کے کھانے کے لیئے اسی صندوق میں کافی مقدار میں شہد بھی رکھ دیا مگر غلام ایک بھی نہ دیا ۔ نتیجہ کیا ہوا؟ دو ہی دن میں آدھی سے زیادہ چیونٹیاں اجل کے مُنہ میں چلی گئیں ۔ جو تھوڑی سی بچ رہیں وہ بھی بہت کمزور نظر آتی تھیں ۔ شہد جوں کا توں رکھا تھا ۔ کسی نے اُسے چھیڑا تک نہ تھا + یہ حالت دیکھ کر اس آدمی نے صندوق میں ایک غلام چیونٹی چھوڑ دی ۔ اس بے چاری نے اکیلے ہی مٹی میں سوراخ بنا بنا کر سب کے لیئے گھر بنائے ۔ اور بچّوں اور چیونٹیوں کو کھلایا پلایا ۔ پھر تو سب چیونٹیاں مزے سے رہنے لگیں +

تعجب کی بات ہے ۔ کہ غلام پکڑنے میں بھی اِن کو غلام چیونٹیاں

ہی زیادہ مدد دیتی ہیں +

شکاری چیونٹیاں

بعض چیونٹیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو صرف شکار کرکے ہی اپنی گذر کرتی ہیں۔ غلام بنانے والی شکاری چیونٹیوں میں افریقہ کی "ڈرائیور" چیونٹیاں بڑی خوفناک ہوتی ہیں + چھوٹے چھوٹے جانداروں کو تو وہ تھوڑی ہی دیر میں مارگراتی ہیں + کانگو میں ایک مسافر نے ایک دفعہ سات خرگوش مول لئے۔ اور انہیں رات کو خیمے کے باہر باندھ دیا۔ صبح جو اٹھا۔ تو دیکھتا کیا ہے۔ کہ ان ساتوں خرگوشوں کی جگہ ڈرائیور چیونٹیوں کے سات بڑے ڈھیر موجود ہیں + رات ہی رات میں ان چیونٹیوں نے خرگوشوں کا صفایا کر دیا تھا۔ اور ہڈیوں کے سوائے اور کوئی حصہ ان کے جسم کا باقی نہیں رہا تھا +

انہی چیونٹیوں کا ایک اور جھنڈ ایک دفعہ رات کو ایک باڑے میں گھس گیا۔ اور رات بھر میں اس نے کئی بھیڑوں کو صاف کر دیا۔ نہ سُوران کے حملے سے بچتے ہیں۔ اور نہ مرغ زندہ رہنے پاتے ہیں + وہاں کے رہنے والے ان سے بہت ڈرتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس بات کا دھیان رکھتے ہیں۔ کہ کہیں اس نسل کی تھوڑی سی چیونٹیاں بھی اُن کے گھر یا باڑے میں نہ

آگھسیں + چند چیونٹیوں کا نظر آجانا اس بات کی علامت ہے کہ اُن کا جھنڈ بہت جلد وہاں آنے والا ہے + اکثر اوقات یہ اطلاع پاتے ہی لوگ اپنے اپنے مکان خالی کر دیتے ہیں - چیونٹیاں گھروں میں آتی ہیں - اور وہاں جتنے کیڑے مکوڑے انہیں ملتے ہیں - ہضم کر جاتی ہیں + ان کے جانے کے بعد مکان اس قدر صاف ہو جاتا ہے - کہ اَور طریقہ سے شاید ہی ہو سکے +

بڑے سے بڑے جانور کو بھی اگر وہ بندھا ہوا ہو - یہ ہلاک کر سکتی ہیں - ایک شخص نے لکھا ہے - کہ اُس کے سامنے ان چیونٹیوں نے اس کے مکان کے نزدیک ایک چار فٹ لمبا سانپ ہلاک کر دیا تھا + کہتے ہیں - کہ افریقہ کا مشہور پائتھن سانپ بھی جو تقریباً بارہ چودہ فٹ لمبا ہوتا ہے - اور جس کے سر پر سینگ ہوتے ہیں - ان سے بچ نہیں سکتا + سانپ ان سے بہت ڈرتا ہے - اور کھانے سے پہلے چاروں طرف اچھی طرح دیکھ لیتا ہے - کہ کہیں کوئی چیونٹی گھات لگائے تو نہیں بیٹھی ہے - کیونکہ جب وہ کھا پی کر سو جاتا ہے - تو چیونٹیوں کی بن آتی ہے +

یہ چیونٹیاں اندھی ہوتی ہیں - اور عموماً رات میں ہی حملہ کرتی ہیں - بڑی لمبی چوڑی قطاروں میں چلتی ہیں - اور جو بل

درخت اور مکان راہ میں پڑتے ہیں۔ انہیں دیکھتی جاتی ہیں۔ جو جانور اپنے بچاؤ کے لئے کسی ایسے بل میں جا چھپتا ہے۔ جو اُن کی راہ میں پڑتا ہو۔ اس کی خیر نہ سمجھو۔ وہ ضرور مارا جاتا ہے+ کیونکہ اپنے راستے کی تل بھر زمین کو بھی یہ اچھی طرح سے صاف کئے بغیر نہیں چھوڑتیں۔ البتہ اگر کوئی جانور اُن کے جھنڈ کے آگے آگے بھاگتا ہی چلا جائے۔ تو بچ سکتا ہے+ یہ اپنے ہی جسموں کے پُل بنا کر ندیاں پار کر جاتی ہیں÷

چیونٹی چڑیا

جنوبی امریکہ میں ایک قسم کی شکاری چیونٹیاں ہوتی ہیں جنہیں "چیونٹی چڑیا" کہتے ہیں+ یہ اکثر جھاڑیوں پر یا گھاس میں اپنے گھونسلے بناتی ہیں۔ ڈرائیور چیونٹیوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہیں۔ اور اُنہی کی طرح بڑی بڑی ٹولیاں بنا کر شکار کو نکلتی ہیں+ وہاں کے قدیم باشندے ان سے بہت ڈرتے ہیں۔ اور جونہی ان کو آتے دیکھتے ہیں۔ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں+ ان میں بھی نر اور مادہ چیونٹیوں کے علاوہ دو قسم کے چھوٹے اور بڑے سر والے مزدور ہوتے ہیں۔ شکار کرتے وقت ان کی فوجیں چھوٹے چھوٹے دستوں میں منقسم ہو جاتی ہیں÷ جب ان کے جھنڈ شکار کرنے کے لئے جنگل سے ہٹ کر

نکلتے ہیں۔ تو پھدکیوں کے غول کے غول شور مچاتے ان کے آگے بھاگتے ہیں۔ اگر غلطی سے کوئی آدمی ان کی راہ میں پڑ جائے۔ تو بیچارے کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ چیونٹیاں اس کے بدن پر چڑھ جاتی ہیں۔ اور اپنے بدن کو سکیڑ کر اس زور سے کاٹتی ہیں۔ کہ چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔

جنوبی امریکہ کی سٹوبا چیونٹیاں

جنوبی امریکہ۔ خصوصاً برازیل میں۔ چیونٹیوں کی کئی عجیب و غریب قسمیں رہتی ہیں۔ جن میں "سٹوبا" سب سے مشہور ہے۔ اس کا کچھ حال تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ یہ زمین کے اندر بڑی لمبی چوڑی سرنگیں بنا کر مل جل کر رہتی ہے۔ جن کے داخل ہونے کی راہوں پر مٹی کے اونچے اونچے چھوٹے چھوٹے چبوترے بنے ہوتے ہیں۔ یہ چبوترے سرنگوں کے اندر مینہ کا پانی جانے سے روکتے ہیں۔ ان کی تعمیر میں چیونٹیاں اپنی ساری کاریگری خرچ کر ڈالتی ہیں۔ یہ چبوترے ٹھوس نہیں ہوتے۔ بلکہ اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ اور مٹی اور پتوں کے ٹکڑوں کو ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ پتے کاٹنے کے لئے چیونٹیوں کی ایک ٹولی جاتی ہے۔ ادھر دوسری ٹولی مٹی کھودنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ ایک جھنڈ درخت پر چڑھ کر پتے کاٹ کاٹ

کر نیچے ڈالتا جاتا ہے۔ اور دوسرا جھنڈ انہیں نیچے سے اٹھا اٹھا کر سُرنگ کے دروازے پر لے آتا ہے۔ مزدور چیونٹیاں ان پتوں کو اندر اٹھا لے جاتی ہیں۔ اور معمار کا کام کرنے والی چیونٹیاں اُن سے چھت بناتی ہیں۔ بعد میں ان پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ اور اس طرح سُرنگ کے دروازے پاٹ دیئے جاتے ہیں۔

یہ چھت ایسی بنتی ہے۔ کہ اس پر پانی کا مطلق اثر نہیں ہوتا چیونٹیوں کا یہ کام واقعی قابل تعریف ہوتا ہے۔ لیکن انسان کو بہت مہنگا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کام کے لیئے چیونٹیاں جتنے پتے کاٹ کر لاتی ہیں۔ وہ عموماً پھل دار درختوں کے یا قہوہ کے ہوتے ہیں۔ اور وہ اتنے پتے کاٹ لے جاتی ہیں۔ کہ درخت سُوکھ جاتے ہیں۔

یہ چیونٹیاں چھوٹے چھوٹے تو دوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔ رات کے وقت گھروں پر بھی حملہ کر بیٹھتی ہیں۔ اور کھانے کا سامان اُٹھا لے جاتی ہیں۔ ایک صاحب لکھتے ہیں وہ ایک دفعہ میرے خدمتگار نے مجھے دن نکلنے سے کئی گھنٹے پہلے ہی جگا دیا۔ میں لالٹین لے کر باورچی خانے میں جو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ان چیونٹیوں کی ایک چوڑی قطار اناج اُٹھا اُٹھا کر لے جا رہی ہے۔ بعض اناج سے لدی ہوئی باہر کی طرف

جا رہی تھیں - اور بعض خالی اس کی طرف بڑھ رہی تھیں +
دوسرے دن رات کو یہ پھر تشریف لے آئیں - پھر تو مجھے ان
کی قطار کے برابر برابر بارود رکھ کر انہیں اُڑا دینے کے سوا
اَور کوئی چارہ نظر نہ آیا" +

"سٹوبا" چیونٹیوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔کہ
کہ ان میں تین قسم کے مزدُور ہوتے ہیں - ایک تو وہ جن کے
سر بہت چھوٹے ہوتے ہیں - سارا کام عموماً یہی کرتے ہیں -
دوسرے بڑے سر والے مزدور یہ ایک قسم کے جمعدار ہوتے
ہیں - جو پہلے درجے کے مزدوروں کے کام کی نگرانی اور اُن کی
حفاظت کرتے ہیں - تیسری قسم کے مزدور سب سے عجیب
و غریب ہوتے ہیں - یہ سُرنگوں کے دروازوں پر رہتے ہیں -
اور دوسری چیونٹیوں سے بہت بڑے ہوتے ہیں - ان کی
پیشانی میں صرف ایک ہی آنکھ ہوتی ہے - یہ ٹھیک ٹھیک
نہیں کہا جا سکتا - کہ یہ سرنگ کے دروازے پر کیوں رہتے
ہیں - لیکن قیاس کیا جاتا ہے - کہ یہ پہرہ دار کی خدمت انجام
دیتے ہیں +

جنوری اور فروری کے مہینوں میں اس قسم کی پر دار چیونٹیاں
باہر نکلتی ہیں - اس وقت تمام سرنگ میں بڑی چہل پہل
ہوتی ہے - مزدور چیونٹیاں اُن کے نکلنے کے راستے صاف

Taj Tahir Foundation

کرتی ہیں۔ پردار چیونٹیاں بڑی بڑی تعداد میں شام کے وقت نکلتی ہیں۔ اور جہاں پہنچتی ہیں۔ بڑا اودھم مچاتی ہیں + وہ قد میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اور بادہ چیونٹیاں تو پروں سمیت سوا دو دو انچ تک کی پائی گئی ہیں +

آتشی چیونٹی

برازیل میں ایک اور چیونٹی ہوتی ہے۔ جو "آتشی چیونٹی" کہلاتی ہے۔ اس کا یہ نام بالکل موزوں و مناسب ہے۔ کیونکہ یہ جس جگہ کاٹتی ہے۔ وہاں ایسی جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی نے آگ کی چنگاری رکھ دی ہو + یہ جنگلوں میں کم اور بستی میں زیادہ رہتی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ اس کے ڈر سے بعض اوقات گاؤں کے گاؤں خالی ہو جاتے ہیں۔ اور برسوں خالی پڑے رہتے ہیں + جس گاؤں کے آس پاس یہ رہتی ہے۔ اس کی ساری زمین نیچے ہی نیچے کھود ڈالتی ہے۔ اور گھروں میں گھسنے کے بہت سے راستے بنا لیتی ہے + کھانے پینے کی اشیار کا تو ذکر ہی کیا۔ یہ کپڑے تک کھائے بغیر نہیں چھوڑتی + چنانچہ کھانے پینے کا سب سامان ٹوکریوں میں بھر بھر کر چھتوں سے لٹکا دینا پڑتا ہے۔ اور رسیاں ایک قسم کے تارپین کے تیل سے ہر وقت تر رکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح چارپائیوں اور کرسیوں میزوں کے پائے بھی اسی تیل سے

تر رکھے جاتے ہیں۔ کرسی پر بیٹھ کر پاؤں سے زمین چھونا خطرناک ہے۔ اسی لئے پاؤں کو تپائی پر رکھتے ہیں۔ انسان سے ان چیونٹیوں کو کچھ خدا واسطے کا بیر ہے۔ کیونکہ ان کے بل کے پاس کوئی آدمی پہنچا نہیں۔ اور ان کے لشکر باہر نکلنے شروع ہوئے نہیں۔ پھر تو بھاگنے کے سوائے اُس غریب کو اَور کوئی چارہ نہیں رہتا۔

جھولتے ہوئے باغیچے

افریقہ میں کبڑی چیونٹیوں کی ایک نسل پائی جاتی ہے۔ یہ چیونٹیاں پیڑوں پر مٹی کے گھر بنا کر رہتی ہیں۔ دریاؤں میں کیسے ہی زبردست طوفان آئیں۔ انہیں مطلق نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے علاوہ بارش خواہ کیسے ہی زور کی پڑے۔ ان کے گھر نہ گرتے ہیں۔ اور نہ ٹوٹتے ہیں۔ ان مکانوں میں گھر کے علاوہ باغ بھی ہوتے ہیں۔ جن میں پھول پتیاں لگائی جاتی ہیں۔ جھولتے ہوئے باغیچے دنیا کے ہفت عجائبات میں سے ایک شمار ہوتے ہیں۔ مگر زمانہ حال کے انسانوں میں سے کسی نے انہیں دیکھا نہیں ہے۔ یہ چیونٹیاں ایسے ایسے باغ بھی صاف دکھا سکتی ہیں۔

تجربہ و تحقیق کے ذریعے پتہ لگایا گیا ہے۔ کہ یہ چیونٹیاں پھولدار پودوں کے بیج بوتی ہیں۔ یہ ننھے ننھے پودے خود ہی

نہیں اُگ آتے۔ جس طرح عام پھول دار پودوں کے چاروں طرف
کی مٹی گوڑنی پڑتی ہے۔ اُنہیں سینچنا پڑتا ہے۔ اسی طرح چیونٹیوں
کو بھی اپنے باغ کے پودے بونے اور اُگانے میں بڑی احتیاط
اور کوشش سے کام لینا پڑتا ہے۔ جو پودے ان چیونٹیوں کے
باغیچوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ دنیا میں اَور کہیں نہیں پائے
جاتے۔ کُبڑی چیونٹیاں جُدا جُدا قسم کے پھول پودے لگاتی ہیں
اس سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ چیونٹیاں پھولوں کے بیج لاکر
انہیں دیتی ہیں۔ ورنہ اگر ان پودوں کا اُگنا محض ایک اتفاقیہ امر ہوتا۔
تو سب باغیچوں میں ایک ہی قسم کے پھول پیدا ہوتے۔

چیونٹی خور جانور

یہ جانور اپنی شکل و صورت اور رنگ ڈھنگ کے اعتبار سے
بہت ہی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ چیونٹی خور جانور ایک نہیں
بلکہ تین ہوتے ہیں۔ پہلے چیونٹی خور کا ڈیل ڈول بہت بڑا ہوتا ہے
وہ چار فٹ لمبا ہوتا ہے۔ اس کی عجیب و غریب دُم بھی اتنی ہی لمبی ہوتی
ہے۔ جب وُہ اُسے اُلٹ کر اپنی پیٹھ پر رکھ لیتا ہے۔ تو چھتری کا
کام دیتی ہے۔ اس کا جسم لمبے لمبے موٹے اور کھُردرے بالوں سے
ڈھکا رہتا ہے۔ اس کے پنجوں کے ناخن اس قدر لمبے اور تیز ہوتے
ہیں۔ کہ وہ ان کی وجہ سے اپنے پنجے زمین پر سیدھے نہیں رکھ

Taj Tahir Foundation

سکتا۔ وہ انہیں موڑلیتا ہے۔ اور پھر چلتا ہے۔ اگلے پاؤں کے پنجے میں چار ناخن اور پچھلے پاؤں کے پنجے میں پانچ ہوتے ہیں۔ اُس کے دانت نہیں ہوتے۔ دوسرے اور تیسرے چیونٹی خور کے سوائے اَور کسی بھی چیونٹی خور جانور کے دانت نہیں ہوتے۔ اس کا مُنہ لمبا اور پتلا نوکدار ہوتا ہے۔ وہ اپنی پتلی اور لمبی زبان تھوتھنی سے باہر نکال دیتا ہے۔ اس کی زبان پر ایک قسم کا لیس دار مادہ لگا رہتا ہے۔

یہ چیونٹی خور جانور رات کے وقت باہر نکلتا ہے۔ اور چیونٹیوں کے اڈّوں کو تلاش کرتا پھرتا ہے۔ وہ انہیں اپنے تیز ناخنوں سے کھود ڈالتا ہے۔ اور چیونٹیوں کو نگل جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ساری رات چیونٹیاں کھاتا رہتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے۔ وہ جھاڑیوں میں یا جہاں کہیں اس کا جی چاہتا ہے۔ جاکر پڑ جاتا ہے۔ اور دن بھر پڑا سوتا رہتا ہے۔ وہ اپنا سر چھاتی سے لگا لیتا ہے۔ اور چاروں پاؤں اکٹھے کرکے گولہ سا بن جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنی لمبی دُم اپنے اوپر الٹ کر رکھ لیتا ہے۔ یوں وہ دُور سے سوکھی گھاس کا ایک چھوٹا ڈھیر نظر آتا ہے۔ وہ سیدھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس پر کوئی حملہ کرے۔ تو جی توڑ کر لڑتا ہے۔ اور اپنے پنجوں سے لہولہان کر دیتا ہے۔

دوسرا چیونٹی خور جس کا اصلی نام آرڈوارک ہے۔ افریقہ میں

پایا جاتا ہے۔ اس کی کھال بہت موٹی ہوتی ہے۔ اُس پر بال نہیں ہوتے۔ اسے ہم ایک قسم کا لمبے سر۔ چھوٹے پاؤں اور بھاری دُم والا سُؤر کہہ سکتے ہیں + وہ بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رات ہی کے وقت نکلتا ہے۔ اور دن بھر پڑا سوتا رہتا ہے +

جہاں چیونٹیوں کے بل ہوتے ہیں۔ وہاں آرڈوارک زیادہ تعداد میں ملتے ہیں۔ اُن کی کھال بہت قیمتی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ مار ڈالے جاتے ہیں۔ اور اب اُن کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے + یہ جانور زمین میں چند ہی منٹوں میں اتنا بڑا گڑھا کھود لیتا ہے۔ جس میں وہ آرام سے بیٹھ یا لیٹ سکے + ان کی لمبائی چھ فٹ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اُن کے دانت ہوتے ہیں۔ اوپر کے دانت ہ سے ۔ اٹک اور نچلے صرف دو +

تیسرا چیونٹی خور جانور جس کا نام ارماڈِلّو ہے۔ جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ بھی زمین میں بل کھود کر رہتا ہے + اس کا جسم ایک قسم کے زرہ بکتر سے ڈھکا رہتا ہے۔ یہ جانور بھی بل کھودنے میں بڑا تیز ہوتا ہے + اس کی ایک قسم ایسی بھی ہوتی ہے۔ جو پودوں کی جڑوں کے علاوہ انڈے چوہے۔ سانپ وغیرہ تک کھا جاتی ہے + اس کا ڈیل ڈول بہت چھوٹا ہوتا ہے + ان کے علاوہ ایک چھوٹا سا کیڑا بھی چیونٹیوں کا دشمن ہے۔ جسے شیر چیونٹی کہتے ہیں۔ یہ کملہ ہونے کی حالت میں چیونٹیاں کھاتا ہے +

Taj Tahir Foundation

چیونٹیوں کی تجارت

تم یہ سُن کر بہت حیران ہو گے - کہ بعض جگہ چیونٹیوں کی تجارت بھی ہوتی ہے + تم کہو گے کہ چیونٹیاں انسان کے کسی کام نہیں آتیں - پھر انہیں کون خریدتا ہوگا ؟

سُنو! خدا نے کوئی چیز بے فائدہ نہیں بنائی - دُنیا میں ایسے ملک بھی ہیں - جہاں چیونٹیاں خرید کر انسان بہت فائدہ حاصل کرتا ہے + کیلی فورنیا میں ایک قسم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے - جو درختوں کے پھلوں اور پتّوں کا ستیاناس کر دیتا ہے - اور بیچارے باغبان اپنے نقصان پر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں +

درختوں کو اس آفت سے بچانے کے لئے یہ لوگ چیونٹیاں خرید کر درختوں پر چھوڑ دیتے ہیں + چیونٹیاں ان کیڑوں کی جانی دشمن ہیں - دیکھتے ہی ٹوٹ پڑتی ہیں - اور دم بھر میں بڑے سے بڑے کیڑے کو بھی چٹ کر جاتی ہیں +

ٹیکس میں ایک شخص چیونٹیوں کی تجارت سے بڑا مالدار ہو گیا ہے + وہ ہر سال بہت سی چیونٹیاں جہازوں میں بھیجتا ہے + تمام چیونٹیاں کیلیفورنیا پہنچتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں - اور اس شخص کو بہت سا نفع حاصل ہوتا ہے +

اب تم پوچھو گے - کہ وہ شخص چیونٹیوں کو جہاز پر لادتا کیوں کر

ہے؟ اور اگر لا دبھی لے۔ تو پھر اس کے ہاتھ کیونکر آجاتی ہیں۔ وہ تو فوراً گم ہو جاتی ہوں گی ؛

اس کی ترکیب بھی سُن لو۔ وہ شخص اسفنج کے بڑے بڑے ٹکڑے لے کر ان میں شہد یا کھانڈ لگا دیتا ہے۔ پھر ان ٹکڑوں کو کسی ایسی جگہ رکھ دیتا ہے۔ جہاں چیونٹیوں کی بہتات ہو؛ چیونٹیاں شہد کھانے کے لئے آتی ہیں۔ اور وہیں اسفنج میں رہنے لگتی ہیں ؛

اسفنج کے ٹکڑوں میں رہتے رہتے وہ وہیں اَن گِنت انڈے بھی دے دیتی ہیں ؛ پھر کچھ دنوں کے بعد جب شہد ختم ہو جاتا ہے۔ تو چیونٹیاں خوراک کی تلاش میں انڈے چھوڑ کر باہر نکلتی ہیں ؛ وہ ان انڈوں سے بھرے ہوئے اسفنج کے ٹکڑوں کو اٹھا لاتا ہے۔ اور ان میں تھوڑا تھوڑا شہد لگا کر صندوقچوں میں بند کر دیتا ہے ؛ جب جہاز روانہ ہونے لگتا ہے۔ تو وہ بھی اپنا مال بھیج دیتا ہے ؛

کیلے فورنیا پہنچتے پہنچتے ان انڈوں میں سے بچے نکل آتے ہیں ؛ اس شخص کے آڑھتی ان بچوں کو بیچتے ہیں۔ باغبان چیونٹیوں سے بھرے ہوئے اسفنج کے ٹکڑے خرید کر لے جاتے ہیں۔ اور اپنے درختوں اور پودوں کی شاخوں پر رکھ دیتے ہیں ؛ اس طرح ان کے پودے اور پھل برباد ہونے سے بچ جاتے ہیں ؛

جرمنی نے ایک ایسا قانون بنایا ہے۔ جس کی رُو سے چیونٹیوں کو ہلاک کرنا جُرم شمار ہوتا ہے۔ وہاں کی چیونٹیاں جنگلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ جنوبی چین میں اٹلی اور امریکہ میں چیونٹیوں سے پھلوں اور روئی کی فصلوں کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔

دیمک

دیمک بے چارا بہت ہی کمزور جانور ہے۔ عموماً سبھی چھوٹے چھوٹے جانور اسے ہڑپ کر جانے کے لئے ہردم تیار رہتے ہیں۔ اسی لئے تو قدرت نے اسے اپنے بچاؤ کے لئے ایک ایسی ترکیب سکھا رکھی ہے۔ کہ وہ بالکل بے دھڑک ہو کر جہاں چاہے آجا سکتی ہے۔ یہ ترکیب ایسی ہے۔ جس سے وہ درخت کی چوٹی پر رہتی ہوئی بھی زمین کے اندر رہ سکتی ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ دیمک کبھی کھلے میدان میں نہیں چلتی۔ اسے جہاں کہیں جانا ہوتا ہے۔ پہلے اس مقام تک مٹی کی ایک پتلی سی سُرنگ بنا لیتی ہے۔ پھر اُسی کے اندر اندر اپنے منزل مقصود پر جا پہنچتی ہے۔

دیمک ہمیشہ کسی چیز کے نیچے چھپ کر کام کرتی ہے۔ وہ اپنے دشمنوں سے بچنے کے لئے مٹی سے کھپریل کی چھت بناتی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایک جگہ کی دیمکیں دوسری جگہ کی دیمکوں

پر حملہ کرتی ہیں۔ اور اس طرح سینکڑوں ننھی جانوں کا نقصان ہوتا ہے +
ایک جانور دیمک خور کے نام سے مشہور ہے۔ وہ اس طرح دیمک
کو کھاتا ہے۔ کہ اُن کے بِل کے اندر اپنی زبان ڈال دیتا ہے۔
اور اس میں بہت سی دیمک چمٹا کر باہر نکال لیتا ہے + جنوبی افریقہ
کے حبشی دیمک کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ وہ دیمک کو
قہوہ کی طرح بھون لیتے ہیں۔ اور مٹھیاں بھر بھر کر کھاتے جاتے
ہیں + امریکہ کے اصلی باشندے پَردار دیمک کو پکڑ کر آٹے میں گوندھ
لیتے ہیں۔ اور ایک قسم کی روٹی بناتے ہیں +

دیمک بڑی کاری گر ہوتی ہے۔ اس کی کاری گری دیکھ کر
عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تم نے دیمک کے گھر تو دیکھے ہوں گے۔
ہندوستان میں ان کی بنائی ہوئی عمارتیں قریب قریب سبھی جگہ
نظر آتی ہیں۔ ان کا گھر ایک دو فٹ سے لے کر بیس فٹ تک
بلند اور سو سو فٹ تک لمبا ہوتا ہے۔ وہ مستحکم اور مضبوط ایسا ہوتا
ہے۔ کہ آدمی تو آدمی۔ بھینسا بھی کھڑا ہو جائے۔ جب بھی نہ
ٹوٹے +

اگر دیمک کے مکان کو توڑنے کی کوشش کی جائے۔ تو لڑنے
والی دیمکیں فوراً باہر نکل آتی ہیں۔ اور اس کو بچانے کی کوشش
کرتی ہیں۔ اور کام کرنے والی دیمکیں مٹی کی گولیوں سے ٹوٹے
ہوئے حصے کو درست کرنے کی کوشش کرتی ہیں +

دیمک کا گھر اوپر سے مٹی کا ڈھیر ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر در اصل یہ بات نہیں ہے۔ اس کے اندر بہت سی گلیاں اور کمرے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن میں راستوں کے ذریعے آمد و رفت ہو سکتی ہے + دیمک کے گھر چیونٹیوں کے سرنگوں یا بلوں سے کچھ زیادہ بڑے نہیں ہوتے۔ مگر ان میں ایک خصوصیت ہوتی ہے + سرنگ کھودنے سے جو مٹی نکلتی ہے اسے یہ نکال کر سرنگ کے دروازے پر جمع کرتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا ایک چھوٹا سا ٹیلہ بن جاتا ہے۔ جس کے اندر سینکڑوں سوراخ ہوتے ہیں + دیمک کے تعمیر کئے ہوئے مکانوں کے اطراف سخت اور موٹے ہوتے ہیں +

ان گلیوں اور کمروں میں ان کی برادری کے سب لوگ آرام سے رہ سکتے ہیں۔ ان کی بستی میں ایک سب سے بڑا کمرہ ہوتا ہے۔ یہ بہت نیچے ہوتا ہے۔ اُن کا سردار یا بادشاہ اسی میں رہتا ہے + بادشاہ کے کمرے کے اوپر انڈے رکھنے کے کمرے ہوتے ہیں۔ سردار کا عہدہ چیونٹیوں کی رانی سے ملتا جلتا ہے۔ اپنی بستی پر سردار ہی حکمرانی کرتا ہے +

ہر ایک بستی کی دیمک تین حصوں میں منقسم ہوتی ہے۔ ایک کام کرنے والیاں۔ دوسرے سپاہی اور تیسرے معمولی دیمک + کام کرنے والیاں اپنی بستی کے تمام باشندوں کا کام

Taj Tahir Foundation

کام کرتی ہیں۔ یہی سامان رسد بہم پہنچاتی ہیں۔ بچوں کی پرورش بھی یہی کرتی ہیں۔ اور بستی کے گھر بھی یہی تعمیر کرتی ہیں + سپاہی دیمک جو نہ مکان بناتے ہیں۔ اور نہ بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف یہی ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی مکان پر حملہ کرے۔ تو اس کی حفاظت کریں۔ سامان رسد اکٹھا کرنے والی دیمکوں کے ساتھ جاتے۔ اور ان کی حفاظت کرتے ہیں + اس کے علاوہ بستی کی چوکی پہرہ کا بھی کام کرتے ہیں + اگر کوئی ان کی بستی میں گھسنا چاہتا ہے۔ تو یہ نہیں گھسنے دیتے۔ ڈانٹتے ہیں۔ اور اپنے جبڑوں سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دیتے ہیں + ان کے جبڑے بڑے۔ ٹیڑھے اور نکیلے ہوتے ہیں۔ اور سر کے آگے ترچھے اُٹھے رہتے ہیں + سپاہیوں کے سر بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ کام کرنے والیوں سے دُگنے لمبے ہوتے ہیں + انڈے دینے کے وقت مادہ بعض اوقات چھ انچ لمبی ہو جاتی ہے +

ان دو قسم کی دیمکوں کے علاوہ جو پَردار دیمکیں ہوتی ہیں۔ وہ گھروں کے باہر موسم برسات میں اکٹھی رہتی ہیں۔ یہ سب نر مادہ دیمکیں ہوتی ہیں۔ اور ان کے نر مادہ کے جوڑے ایک قطار میں کسی اچھے سے گھر کی تلاش میں جلدی جلدی جاتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں + کہتے ہیں۔ کہ مادہ

دیمک ہر روز کوئی تیس ہزار انڈے دیتی ہے۔ اور اسی طرح لگاتار کئی کئی سال تک انڈے دیتی رہتی ہے + کام والیاں اُنہیں رات دن اٹھاتی اور دھرتی رہتی ہیں ؛

عام خیال ہے۔ کہ عموماً دیمک کے گھر میں سانپ آجاتے ہیں۔ اور اُس میں رہتے ہیں۔ اس لئے لوگ ان کے خوف سے ان کے پاس نہیں جاتے ؛

چیونٹیوں کے مقابلے میں دیمک انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ جنگل کے سوکھے درختوں کا ذکر چھوڑ دو۔ وہ تو اس کے باپ کا مال ہیں ہی۔ گھر کی لکڑی کی بنی ہوئی کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو اس سے محفوظ رہ سکے + بعض اوقات دیمک بڑا نقصان کرتی ہے۔ وہ شہتیروں کو اندر ہی اندر اس طریقے سے کھا لیتی ہے۔ کہ ظاہر میں اُن کی غارت گری کا پتہ نہیں لگتا + اور آخر جب کہ شہتیر بالکل کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو دفعتہً عمارت گر پڑتی ہے + جن مکانوں میں دیمک لگتی ہے۔ اُن کا تمام لکڑی کا سامان۔ کڑیوں۔ تختوں سے لے کر میز۔ کُرسی اور چکلہ بیلن تک۔ اس کے ہتھے چڑھا رہتا ہے + جن مقامات میں نمی ہو۔ وہاں دیمک کثرت سے ہوتی ہے + ہمارے ملک میں یہ عموماً برسات کے موسم میں ہی اپنا کمال دکھاتی ہے + یہ قریب قریب سب کچھ کھا جاتی ہے۔ اور معدنیات

یا دھات کی بنی ہوئی اشیاء کے سوائے گھر کی اور کوئی چیز خراب کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ یہ آدمی کے کپڑے میں سے بھی کاٹ لیتی ہے۔ اور اس کے کاٹنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے ؂

مگر ان سے ایک فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ کہ وہ گلی سڑی لکڑی کو کھا جاتی ہیں۔ اور زمین کی مٹی اس طرح اُلٹ دیتی ہیں جیسے کسی چھوٹے ہل سے اُلٹ دی گئی ہو۔ اس سے زراعت میں بہت مدد ملتی ہے ؂

Taj Tahir Foundation

چوتھی فصل

مکڑی کی کہانی

قدامت کے لحاظ سے مکڑی کا خاندان انسان سے بہت پہلے کا ہے۔ عقلمندی میں یہ شہد کی مکھی اور چیونٹی سے کم نہیں۔ ایک مصنف نے لکھا ہے "مکڑی کی طرف لوگوں نے بہت کم دھیان دیا ہے۔ درجنوں مشہور اہل قلم نے چیونٹی۔ شہد کی مکھی اور بھڑ کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر غریب مکڑی کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ لیکن سچ بات یہ ہے۔ کہ کیا بلحاظ عقلمندی اور کیا بلحاظ بہادری مکڑی۔ چیونٹی۔ بھڑ اور شہد کی مکھی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے"

مکڑی محنت اور مشقت سے اپنا پیٹ پالتی ہے۔ یہ دنیا میں بہت جگہ پائی جاتی ہے۔ اور ہر جگہ اس کے رہنے سہنے کا ڈھنگ

Taj Tahir Foundation

بھی جدا ہے۔ دو ایک قسموں کے سوا باقی مکڑیاں انسان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتیں۔ بلکہ برعکس اس کے مچھر۔ مکھی۔ گبریلے وغیرہ موذی جانوروں کو ہلاک کر کے ہم پر بے انتہا احسان کرتی ہیں+ مکڑی جب دیکھئے اپنا جال بچھا کر ہمیشہ مکھیوں کی گھات میں لگی رہتی ہے۔ مگر یہ کوئی زیادہ ہمارے کارآمد نہیں۔ کیونکہ اگر اس کو گھروں میں پوری آزادی مل جائے۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ بہت سی مکھیوں سے نجات تو ملے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گھر میں جالوں کا طومار ہو جائے گا۔ البتہ گھر کے باہر باغیچوں وغیرہ میں مکڑی کا مانع و مزاحم ہونا سخت غلطی اور نادانی ہے+ اس عام مکڑی کے سوا اَور قسم کی مکڑیاں بھی ہوتی ہیں۔ جو مکھیوں کا شکار تو کرتی ہیں۔ مگر گھر کو بے رونق بھی نہیں ہونے دیتیں+ مکھی کے علاوہ یہ اَور بھی بہت سے کیڑے مکوڑوں کو کھا لیتی ہیں۔ جو انسان کے حق میں مضر ہوتے ہیں ؂

مکڑیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک تو کاٹنے والی ہوتی ہیں۔ اور دوسری بالکل بے ضرر ہوتی ہیں+ پہچان یہ ہے۔ کہ جو مکڑی چمکیلے رنگ کی اور دیکھنے میں خوبصورت اور دلکش نظر آئے۔ وہ عموماً بہت زہریلی ہوتی ہے۔ عام مکڑی کا رنگ ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ زہریلی نہیں ہوتی۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ وہ ہمارے بدن کے کسی حصے پر پھر جائے۔ تو اس

جگہ پھپھولے پڑ جاتے ہیں۔ اور کئی روز تک تکلیف رہتی ہے۔ کچھ بھی ہو۔ پھر بھی ہمیں چاہیئے۔ کہ مکڑی کو اپنا دوست سمجھیں۔ اس کی قدر کریں۔

مکڑی مٹر کے دانے سے بھی چھوٹی ہوتی ہے۔ مگر یہ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ وہ اپنے اندر سے گزوں لمبے دھاگے نکال لیتی ہے۔ یہ ریشم کا دھاگا کہاں سے آتا ہے۔ اور اسے وہ کیسے تیار کر لیتی ہے۔ یہ غور کے قابل بات ہے۔ یورپ اور امریکہ کے سائنس دان مکڑی کی عادات اور خصائل کی تحقیقات میں مصروف ہیں۔ اس کے بارے میں بعض نہایت حیرت انگیز اور نہایت دلچسپ باتوں کا حال ہی میں پتہ لگا ہے۔ ایک مشہور مصنف کا خیال ہے۔ کہ آیندہ زمانے میں غالباً مکڑی ہی کل روئے زمین کی مالک ہو گی۔ اگر دنیا سے انسان آج معدوم ہو جائے۔ تو ساری زمین مکڑیوں سے ڈھک جائے۔

مکڑی کی بناوٹ

مکڑیوں کی آٹھ آنکھیں اور آٹھ ہی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اس کے ایک پاؤں میں ایک ایک کنگھی لگی ہوتی ہے۔ جس سے وہ اپنے بدن اور جالے کو گرد و غبار سے صاف کرتی رہتی ہے کنگھیاں ایسی باریک ہوتی ہیں۔ کہ ان کا نظر آنا مشکل ہے۔ بھڑ کی طرح مکڑی کے جسم کے بھی تین حصے ہوتے ہیں (۱) سر (۲) آگا (۳) پیچھا۔ مگر مکڑی کا سر جسم میں ملا ہوا ہوتا ہے۔ صاف طور پر نظر نہیں آتا۔ اور ٹانگیں بھی چھ

سے زیادہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم اس کو کیڑا نہیں کہہ سکتے ۔ سب قسم کی مکڑیاں کیڑے مکوڑے کھاتی ہیں۔ بلکہ بعض تو انسان تک کا گوشت نہیں چھوڑتیں۔ اور پانی تو سبھی مکڑیاں پیتی ہیں ۔ ایک بھی مکڑی ایسی نہیں پائی جاتی۔ جو ساگ پات پر بسر کرتی ہو۔ اپنی جسامت کے اعتبار سے مکڑی سب کیڑوں مکوڑوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ دغاباز۔ بے رحم۔ اور پرلے سرے کی ہوشیار ہوتی ہے ۔ اس کے پاس ایک ایسا عجیب و غریب ہتھیار ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے پڑوسیوں پر ہمیشہ غالب اور فتح یاب رہتی ہے ۔ یہ ہتھیار جال بنانے والے وہ غدود ہیں۔ جو اس کے معدے میں موجود رہتے ہیں۔ ریشم انہی میں سے نکلتا ہے ۔ اس کے پاس ہر وقت ایسا سامان موجود رہتا ہے۔ کہ وہ جب چاہے باریک سے باریک ریشم کات لے ؂

نوجوان مکڑی ہمیشہ بال جھاڑتی رہتی ہے۔ مگر ہر بار نئے بال نکل آتے ہیں۔ یہی اس کے حواس سمجھو ۔ اگر مکڑی کی کوئی ٹانگ ٹوٹ جائے۔ تو بال جھاڑنے کے بعد نئے بال نکلتے وقت اس جگہ سے ایک غنچہ سا نکلتا ہے۔ جو بڑھتے بڑھتے ٹانگ بن جاتا ہے ۔ جب بالوں کا جھڑنا اور نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت وہ جال بننے اور اپنے دوسرے کام کرنے کے قابل ہو جاتی ہے ؂

ایک مکڑی عموماً پانچسو سے زیادہ انڈے دیتی ہے۔ اور بعض مکڑیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو دو ہزار تک انڈے دیتی ہیں۔ لیکن ان میں سے تین چوتھائی تلف ہو جاتے ہیں۔ صرف ایک چوتھائی پھوٹتے ہیں۔ ان میں سے جو پہلے پھوٹتے ہیں۔ وہ اپنے سے پہلے پھوٹے ہوئے انڈوں کو کھا جاتے ہیں۔ اس کے ننھے ننھے بچے ایسے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ کہ نظر بھی نہیں آتے۔ جب تک وہ اپنا آپ سنبھالنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ مکڑی انہیں اپنی پیٹھ پر چڑھائے پھرتی ہے۔ بعض مکڑیاں چھینکے کی شکل کا جھولنا بنا لیتی ہیں۔ اور اسے کسی پتے یا ٹہنی میں لٹکا دیتی ہیں۔ وہ ہوا میں جھولتا رہتا ہے۔ اس میں پچاس ساٹھ انڈے دے کر اوپر سے بند کر دیتی ہے۔ تاکہ اور کیڑے انہیں چٹ نہ کر جائیں۔

جالا بُننے والی مکڑی اور جالا

مکڑیوں کی اکثر قسمیں جالے بنتی ہیں۔ اور انہیں کی مدد سے شکار پکڑتی ہیں۔ جالے عموماً گول ہوتے ہیں۔ چھینکے کی شکل کے جھولنے سے بھی ہوتے ہیں۔ اور اس ترکیب سے بنائے جاتے ہیں۔ کہ کوئی چیز جس کا بوجھ وہ سنبھال سکتے ہوں۔ ان پر پڑ کر نیچے نہیں گر سکتی۔ اگر انسان اتنے باریک فولاد کا جالا تیار کرے۔ تو پائداری میں وہ بھی اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

وسط آسٹریلیا میں ایک قسم کا مکڑا پایا جاتا ہے۔ جو ایک انچ سے زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ اس کا جالا اس قدر مضبوط ہوتا ہے۔ کہ اس کے ذریعے سے چڑیاں اور مچھلیاں تک پکڑی جا سکتی ہیں + اس کے جالے ایک درخت سے دوسرے درخت تک پھیلے رہتے ہیں۔ جن کا درمیانی فاصلہ ۱۲ سے ۱۵ فٹ تک ہوتا ہے + وسط آسٹریلیا میں دو سیاحوں نے ایک مکڑے کو ناپا تھا۔ اس کے جسم کی لمبائی دو انچ اور اس کے پاؤں ۴ انچ لمبے تھے + ایک اَور صاحب نے جزیرہ ٹربرزی سے کچھ مچھلیوں کو پکڑ کر برٹش میوزیم کو بھیجنا چاہا۔ مگر اُن کے پاس جال موجود نہ تھا۔ ان کے جنگلی ساتھی کچھ ٹہنیاں کاٹ لائے۔ اور ان پر مکڑے کا جالا تان کے اُس پر مچھلی کا چارہ رکھ دیا۔ اور اس جال کو پانی میں چھوڑ دیا۔ مچھلیاں شفاف جال کو نہ دیکھ سکیں۔ اور کھانے کے لالچ میں پڑ کر جالے میں پھنس گئیں + فجی کے باشندے عموماً اسی طرح مچھلی کا شکار کیا کرتے ہیں +

ٹروبرینڈ جزیرہ کے باشندے مکڑی کے جالوں سے ایک قسم کا تھیلا بناتے ہیں۔ اس میں ڈیڑھ دو سیر وزن کی مچھلیاں پکڑ لی جاتی ہیں + نیوگنی میں مکڑی کے جالے سے ٹینس کے رکیٹ کی شکل کا جال بنتا ہے۔ اس سے مچھلیاں اور پرندے پکڑے جاتے ہیں بیٹس صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں نے برازیل میں ایک مکڑے کو دیکھا

Taj Tahir Foundation

جس کے جسم کا طول دو انچ تھا۔ مگر اس کے پاؤں سات انچ لمبے تھے۔ اور ان پر بہت سے بھورے رونگٹے تھے۔ اس نے ایک پیڑ پر اپنا جالا تان رکھا تھا۔ جس میں دو چڑیاں پھنس گئی تھیں۔ ان میں سے ایک مر چکی تھی۔ مگر دوسری کو مکڑے نے داب رکھا تھا+ میں نے اُسے چھڑانے کا ارادہ کیا۔ قریب جانے پر معلوم ہوا۔ کہ اس کا جسم ایک قسم کے لعاب سے جسے مکڑے نے اپنے اندر سے نکالا تھا۔ لتھڑا ہوا ہے۔ میں نے مکڑے کو ہٹا کر چڑیا کو چھڑایا۔ مگر وہ غریب تھوڑی ہی دیر کے بعد مرگئی +

مکڑی دنیا میں بالعموم ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ ہمارے گھروں میں تو اس کا راج سمجھو۔ صحن آنگ بھی اس سے خالی نہیں رہا۔ پہاڑوں کی بلندی پر بھی جہاں اَور کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتے اس کی ہستی کے نشانات ملتے ہیں۔ ہمالیہ کے بلند ترین مقامات پر بھی مکڑی ملتی ہے +

مکڑی کس طرح شکار کرتی ہے

بعض جالے کوٹھڑی کی شکل کے ہوتے ہیں۔ ایسے جالے دو دیواروں کے کونوں۔ درختوں کی ٹہنیوں یا چھپّروں کے بانسوں پر بنائے جاتے ہیں۔ ہر ایک جالے میں تین پردے ہوتے ہیں۔ ایک اوپر۔ ایک نیچے اور ایک بیچ میں + جالے

میں اندر جانے کے لئے ایک دروازہ بھی ہوتا ہے۔ جس میں اِدھر اُدھر چند باریک تار لگے ہوئے ہوتے ہیں + یہ اس قدر مہین ہوتے ہیں۔ کہ چھوٹے موٹے مکوڑوں کو ان کا پتہ ہی نہیں لگتا۔ اور بے خبری کے عالم میں وہ اس میں اُلجھ جاتے ہیں + مکڑی جانتی ہے۔ کہ اگر میں سامنے ہی بیٹھی رہی۔ تو کوئی شکار ہاتھ نہ آئے گا۔ سب کیڑے مکوڑے مجھے دیکھ کر اُڑ جایا کریں گے۔ پس وہ جالے کے ساتھ ہی اپنے لئے ایک کوٹھڑی بنا لیتی ہے۔ اور اس میں بیٹھی رہتی ہے + یہ کوٹھڑی بھی دھاگے کے ذریعے سے جال سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ جونہی جالے میں کوئی چیز پڑی۔ وہ ہلنے لگا۔ اس طرح مکڑی کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ شکار آ پھنسا۔ وہ جال کو ہلتے دیکھ کر دوڑی چلی آتی ہے۔ اور اپنے مُنہ سے تار نکال کر شکار کو جکڑ دیتی ہے۔ اور اس کا خون چوس لیتی ہے + اگر ایک کے بجائے دو مکھیاں جال میں آ پھنسیں۔ تو مکڑی اپنی خوراک ضائع نہیں کرے گی۔ جس قدر ضرورت ہو گی کھا لیگی۔ باقی اٹھا کر رکھ دے گی۔ کہ پھر بھوک کے وقت کام آئے +

مکڑی اپنے جالے کو ہر وقت صاف رکھتی ہے۔ اگر تم اس میں کاغذ کا ایک ٹکڑا ڈال دو۔ تو تم دیکھو گے۔ کہ مکڑی جالے کا اُتنا ہی حصہ کاٹ کر کاغذ نیچے گرا دے گی۔ اور بعد میں جالے کی مرمت بھی کر دے گی + وہ جالے کے ذرا سے ٹکڑے کو

بھی ضائع نہیں جانے دیتی۔ اگر تم اس کے جالے کا کوئی حصّہ توڑ ڈالو۔ تو باقی حصّہ وہ خود نگل جائے گی۔ اور پھر اور نیا جالا تیار کرلے گی۔

یُوں مکڑی کے جالے ہوتے تو بہت سی شکلوں کے ہیں۔ لیکن ان میں سے گول۔ چاند کی شکل کے اور ٹکونے مشہور ہیں۔ اس کے جالے آندھی۔ طوفان۔ بارش۔ اور چرندوں پرندوں کی رگڑ سے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اُنہی کی بنیادوں پر وہ پھر نئے جالے بنا لیتی ہے۔ چاند کی شکل کا جالا فنِ تعمیر کا ایک اعلےٰ نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ پندرہ انچ قطر کا جالا چالیس منٹ میں بُن لیتی ہے۔ مکڑی کے جالوں سے نباتات کو مُطلق نقصان نہیں پہنچتا۔

قدرت مکڑی کے جالے کو بڑی خوبصورتی سے سجاتی ہے۔ صبح کے وقت شبنم کے صاف وشفاف اور ننھے ننھے قطرے جب اُس کے تاروں پر اپنی بہار دکھاتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آب رواں کے رومال پر کسی اچھّے کاریگر نے موتی چھڑک دیئے ہیں۔ اور جب دوپہر کے وقت دھوپ میں جالا چمکتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مکڑی سنہری۔ روپہلی جھولے میں جھول رہی ہے۔

مکڑی اپنا جالا کس طرح تنتی ہے؟

اب ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ مکڑی اپنا جالا کس طرح تنتی ہے + وہ ریشم سا تار جس سے یہ اپنا جالا تیار کرتی ہے۔ اس کے جسم کی باریک باریک رگوں سے نکل کر آتا ہے۔ یہ رگیں بال سے بھی زیادہ باریک ہوتی ہیں۔ جب ان میں سے مہین مہین تار نکل کر جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ایک رسّی سی بٹتی جاتی ہے۔ بس اس بٹے ہوئے تار سے مکڑی کا جالا تیار ہوتا ہے + اب اس سے اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ وہ اکہرے تاریں جو مکڑی کی رگوں سے اپنی اصلی صورت میں نکلتے ہیں۔ کس قدر باریک ہوتے ہوں گے۔ جب کہ ان سے بٹا ہوا تار اتنا باریک ہوتا ہے کہ ایک بال سے ایسے ایسے سَو تار نکل سکتے ہیں + جب مکڑی جالا تننا شروع کرتی ہے۔ تو اس ریشمی تار کے ایک سرے کو کسی لکڑی کے ٹکڑے یا درخت کے پتے سے چپکا دیتی ہے۔ بعض اوقات وہ چپکاتی بھی نہیں۔ بلکہ تار کو لٹکتا ہوا چھوڑ دیتی ہے۔ اور وہ ہوا سے اِدھر اُدھر اُڑ کر خود بخود کسی چیز سے چپک جاتا ہے ؛

جب تار کے دونوں سرے چپک جاتے ہیں، تو مکڑی اس تار سے نیچے اُترتی ہے۔ اور کوئی بیس تار مختلف مقامات

پر ایسی صفائی سے چپکاتی ہے۔ کہ اگر ان مقامات کو کاٹتی ہوئی ایک لکیر کھینچی جائے۔ تو وہ ایسی گول ہو۔ جیسے گاڑی کا پہیہ۔ یعنی اس کے اندر سب تار ایک دوسرے کو ایک ہی جگہ کاٹتے ہیں۔ اور اس جگہ سے ہر مقام کا فاصلہ برابر ہوتا ہے۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ یہ سب تار جالے کا تانا کہلاتے ہیں +

تانے کا حال تو سن چکے۔ اب بانے کا ذکر سنو + تانا تننے کے بعد مکڑی اپنے جسم سے اور نئے تار نکال نکال کر تانے کے اوپر چاروں طرف اس طرح تنتی جاتی ہے۔ کہ دائرہ کے اندر دائرہ بنا چلا جاتا ہے۔ یہ تمام دائرے ایک دوسرے کے اندر واقع ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد بھی کوئی بیس کے قریب ہوتی ہے +

اس طرح مکڑی کوئی آدھ گھنٹے میں ہی ایسا مضبوط جالا بنا دیتی ہے۔ کہ نہ اسے ہوا اڑا سکتی ہے۔ نہ بارش خراب کر سکتی ہے +

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ مکڑی اپنے جالے میں آپ کیوں نہیں پھنس جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مکڑی اپنا جالا ان جانوروں کے پکڑنے کے لئے تنتی ہے۔ جو اس سے بہت کمزور ہوتے ہیں اور مکڑی چونکہ بہت طاقتور ہوتی ہے۔ اس لئے خود اس میں نہیں پھنستی + اس کے علاوہ وہ جب چاہے۔ اپنے جال کو کاٹ سکتی ہے۔ اس لئے یوں بھی اس کے اس میں پھنسنے یا جکڑے

Taj Tahir Foundation

جانے کا احتمال نہیں ÷

مکڑی کی عمر کی اوسط تین سال ہوتی ہے۔ لیکن بعض مکڑیاں ۱۳ سال کی عمر تک پہنچ جاتی ہیں ÷

بلوں میں رہنے والی مکڑیاں

اُن بچّوں کو جو صرف دیواروں پر رہنے والی مکڑیوں سے واقف ہیں۔ یہ سُن کر تعجب ہوگا۔ کہ ان کی بہت سی قسمیں حیوانات کی طرح زمین میں گڑھے کھود کھود کر بھی رہتی ہیں ÷ یہ گڑھے ایک بالشت سے لے کر دو فٹ تک لمبے اور عموماً سیدھے ہوتے ہیں۔ ان کا دائرہ ایک یا ڈیڑھ انچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک گڑھے سے ملحق اَور بھی کئی اسی قسم کے گڑھے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے بیچ میں آنے جانے کے لئے راستہ ہوتا ہے۔ جب کوئی دشمن کسی گڑھے میں گھُس جاتا ہے۔ تو مکڑی اسی بیچ والے راستے سے دوسرے گڑھے میں چلی جاتی ہے ÷

گڑھوں کے مُنہ پر مٹّی کے بنے ہوئے ڈھکنے ہوتے ہیں۔ جو اندر کی طرف سے آسانی سے کھُل سکتے ہیں۔ مگر باہر کی طرف سے ان کا کھولنا بہت مشکل ہوتا ہے ÷ جب کوئی دشمن باہر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس کی آواز مکڑی کو اندر سنائی دیتی ہے۔ اور وہ اوپر کی طرف بڑھ کر اندر سے دروازے

کو پکڑ کر کھینچنے لگتی ہے۔ پھر بھی اگر کسی طرح دروازہ کھل ہی جائے تو وہ وہاں سے بھاگتی ہے۔ اور اندر ہی اندر دوسرے بل میں چلی جاتی ہے۔ اور وہاں کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہتی ہے + اگر اس جگہ بھی اس کا بلند ہمت دشمن پہنچ جائے۔ تو وہ گھربار چھوڑ چھاڑ بھاگ کھڑی ہوتی ہے +

ہر ایک جالے کے اندر چاروں طرف مکڑی پلستر لگا دیتی ہے۔ جس سے وہ خوب چکنا اور صاف رہتا ہے۔ اس پر پانی کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اور نہ مٹی وغیرہ اندر گر کر اُسے خراب کرتی ہے۔ پھر ریشم ایسے کاغذ کی دیوار بنا دیتی ہے +

جزائر غرب الہند۔ جنوبی امریکہ اور اَور گرم ممالک میں بل بنا کر رہنے والی مکڑیوں کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض کے جسم پر بڑے بڑے بال اور پتلے پتلے کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ اور وہ جسامت میں گلہری کے برابر ہوتی ہیں۔ جب پہلے پہل سیاح جزائر غرب الہند میں پہنچے۔ تو اچانک زمین کو پھٹتے اور اُس کے اندر سے بڑی بڑی مکڑیوں کو جھانکتے دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے +

بعض مکڑیاں اپنے بلوں کو مٹی کے ڈھکنوں سے ڈھانکنے کے بجائے اُنہیں ایک قسم کے چھپروں سے ڈھانکتی ہیں۔ وہ گھاس پھوس اور سوکھے پتے اکٹھے کر لیتی ہیں۔ اور اُنہیں اپنے

جال میں ایسا جکڑ کر باندھتی ہیں۔ کہ کیا مجال جو ذرا بھی ادھر اُدھر ہو جائیں۔ اس میں ایک طرف اپنے آنے جانے کے لئے ایک درز چھوڑ دیتی ہیں + جاڑے کے دنوں میں جب خوب برف پڑتی ہے۔ یا جب انہیں اپنے دشمنوں سے حملے کا خوف ہوتا ہے۔ وہ اس درز کو بھی بند کر لیتی ہیں +

بعض لوگ اس کو معمار مکڑی بھی کہتے ہیں۔ مگر عام نام وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ یہ مکڑی اپنے دشمنوں کو دھوکا دینے میں کمال کرتی ہے۔ اور اپنی سب سے زیادہ کاریگری دروازہ بنانے میں خرچ کرتی ہے + یہ دروازہ جو جالی دار ہوتا ہے۔ مٹی اور ریشم سے بنایا جاتا ہے۔ لیکن اس خوبی سے کہ جب دروازہ بند ہو۔ آس پاس کی زمین میں اور اس دروازے میں کوئی مطلق تمیز نہیں کر سکتا + یہ سوکھے سڑے پتوں۔ چھال کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں۔ اور مٹی کے چھوٹے موٹے ڈھیلوں کو بھی دروازے کے باہر کی طرف چپکا دیتی ہے + یہی وجہ ہے کہ مکڑی کے دشمنوں کو اس کا جالا ڈھونڈنے میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ اور جب کسی دشمن کو مل بھی جاتا ہے۔ اور وہ اُسے کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو اندر بیٹھی ہوئی مکڑی خوب زور سے دروازے کو پکڑے رہتی ہے کہتے ہیں۔ مکڑی آپ دروازے میں بیٹھ کر ہوا کھاتی اور تماشہ دیکھتی رہتی ہے۔ جب کسی کو سامنے سے آتا ہوا دیکھتی ہے۔ تو جھٹ

دروازہ بند کرلیتی ہے ؛
اس کی قوت سامعہ بہت تیز ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کے پیروں کی آہٹ سُن سکتی ہے۔ اگر ایک چیونٹی بھی زمین پر چلی جارہی ہو۔ تو یہ اپنے تہ خانہ کے اندر بیٹھی بیٹھی اس کے چلنے کی آہٹ پالیتی ہے۔ نہایت تیزی سے باہر آتی ہے جھپٹ کر شکار کو دبوچ لیتی ہے۔ اور اُسے گھسیٹتی ہوئی اندر لے جاتی ہے۔ جہاں بیٹھ کر مزے سے اس کا خون پیتی ہے۔ جب سارا خون پی چکتی ہے۔ تو نعش لے جاکر دروازے سے باہر پھینک دیتی ہے ؛
اگر اس بھاگ دوڑ میں یا اور کسی طرح چور دروازے کو نقصان پہنچ جائے۔ یا اس کے گھونسلے کا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ جائے۔ تو مکڑی فوراً اس کی مرمت کر دیتی ہے۔ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مکڑی پانچ دفعہ تک گھر کی مرمت کرسکتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پانچ دفعہ مرمت کرنے کے بعد بھی اگر دروازہ ٹوٹ جائے۔ تو وہ پھر مرمت کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتی۔ اور اس کو اسی حالت میں چھوڑ چھاڑ کر ایک طرف کی راہ لیتی ہے۔ اور کہیں اِدھر اُدھر موقعہ دیکھ کر جا چھپتی ہے۔ جب کافی مسالہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ تو پھر نیا گھر بنانا شروع کر دیتی ہے ؛

Taj Tahir Foundation

تارانتولا مکڑی

جنوبی امریکہ کی ایک جسیم مکڑی ہے۔ اس کا جسم تقریباً سارے کا سارا بالوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ یہ بھی زمین کے اندر بل بنا کر رہتی ہے۔ دن بھر اُسی سوراخ میں بیٹھی رہتی ہے۔ اور رات کو شکار کی گھات میں باہر نکلتی ہے۔ اس کے سوراخوں یا بلوں کے دروازے عموماً مٹی کے ڈھکنوں سے بند رہتے ہیں۔ مگر بعض ایسے سوراخ بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جن پر کسی قسم کا ڈھکنا نہیں ہوتا۔

یہ اُن کے منہ پر ڈھکنے کے بجائے جالا تن دیتی ہے۔ اور آپ اندر بیٹھی رہتی ہے۔ جونہی کوئی شکار دکھائی دیتا ہے۔ جالا توڑ کر جھٹ باہر نکل آتی ہے۔ اور اسے دبوچ لیتی ہے۔

ان مکڑیوں کی ہیبت ناک شکل و صورت اور ان کے رہنے سہنے کا ڈھنگ دیکھ کر لوگوں کو بہت دیر سے شک تھا۔ کہ شاید یہ زہریلی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ جس طرح سانپوں سے ڈرتے ہیں۔ اُن سے بھی خوف کھاتے تھے۔ زمانہ قدیم کے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ تارانتولا مکڑی کے کاٹے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے اور اس کا علاج صرف گانے بجانے سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ مگر اب ایک مشہور سائنس دان ڈاکٹر بیار گر نے یہ ثابت کر دکھایا

ہے۔ کہ تارانتولا کے کاٹنے سے آدمی کی موت واقع نہیں ہوتی۔ وہ آپ اپنی انگلی کٹوا کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ تارانتولا کے کاٹے سے سوئی چبھنے کی سی تکلیف ہوتی ہے۔ دو تین گھنٹے جلن سی رہتی ہے۔ اور اس جگہ ہلکا سا ورم بھی ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا ؛

بھیڑیا مکڑی

مختلف قسم کی چھوٹی بڑی بھیڑیا مکڑیاں عام پائی جاتی ہیں۔ اس نسل کی مکڑیاں گرمیوں کے دنوں میں گھاس اور پتھروں میں چاروں طرف دوڑتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ وہ جالے ضرور تنتی ہیں۔ مگر اس لئے نہیں کہ ان کی مدد سے شکار پکڑیں۔ وہ اپنے شکار کا تعاقب کر کے اسے پکڑتی ہیں۔ اور خشکی پر بہت تیزی کے ساتھ دوڑ سکتی ہیں ؛

بعض بھیڑیا مکڑیاں زمین کے اندر سرنگیں تیار کرتی ہیں۔ اور بعض نسلیں ان کی ایسی بھی ہیں۔ جو اپنے بل کے دروازے پر عجیب و غریب قسم کے مینار بناتی ہیں ؛ مادہ مکڑی ایک چھوٹی سی تھیلی اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتی ہے۔ اس میں اس کے انڈے ہوتے ہیں۔ اپنے انڈے بچے اسے بہت ہی عزیز ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ان پر حملہ کر بیٹھے۔ تو یہ جان توڑ کر لڑتی ہے۔ بلکہ

Taj Tahir Foundation

اگر ضرورت پڑے۔ تو ان کو بچانے کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دیتی ہے + جب انڈوں میں سے ننھے ننھے بچے نکل آتے ہیں۔ تو انہیں بھی اپنی پیٹھ پر لئے پھرتی ہے۔ وہ بھی جب تک ہوشیار اور ادھر اُدھر چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ مزے سے ماں کی پیٹھ پر چڑھے چڑھے پھرتے ہیں +

چڑی مار مکڑی

گرم ممالک میں جو مکڑیاں رہتی ہیں۔ اُن کے جالے سرد ممالک کی مکڑیوں کے جالوں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ ایک چڑی مار مکڑی کے جالے میں ایک دفعہ ایک چڑیا پھنس گئی تھی + مگر یہ جالا اس لئے نہیں تنتی۔ کہ پرندوں کا شکار کرے۔ یہ اپنا جالا درختوں کی کھوؤں اور چٹانوں کے بیچ میں بناتی ہے۔ دن بھر وہاں چھپی رہتی ہے۔ اور رات کے وقت شکار کی تلاش میں نکلتی ہے۔ اس وقت اس کی صورت بہت ڈراؤنی نظر آتی ہے +

اس کا جسم روئیں دار اور رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ یہ جسامت میں ایک چوہے سے کیا کم ہوتی ہوگی۔ دُور سے دیکھنے میں گلہری سی معلوم ہوتی ہے۔ اور جب اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی ہے۔ تو ایک فٹ سے کم جگہ نہیں گھیرتی۔ یہ جہاں چاہے آسانی سے

چڑھ سکتی ہے - کیونکہ اس کے پیروں کے نیچے ریشم کی گدیاں ہوتی ہیں - جن کی مدد سے اسے صاف شفاف شیشے کی چادر پر بھی سیدھے اوپر کی طرف چڑھنے میں ذرا دقّت نہیں ہوتی ٭ مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے اس کی خوراک ہیں - لیکن اگر کوئی چھوٹا موٹا پرندہ قابو آ جائے - تو اسے بھی نہیں چھوڑتی - چنانچہ اگر کوئی پرندہ جال میں پھنس جائے - تو اسی پر جا جھپٹتی ہے اور باندھ کر اس کا خون پی جاتی ہے ٭

چڑیمار مکڑی دنیا بھر کی سب سے بڑی مکڑی ہے - یہ تارانتولا سے بھی بڑی ہوتی ہے ٭

آبی مکڑی

تم کو یہ سُن کر تعجب ہوگا - کہ مکڑیوں کی بعض ایسی قسمیں بھی ہیں - جو پانی میں رہتی ہیں - آبی مکڑی عالم حیوانات کا درصل عجوبہ ہے - یورپ میں اس قسم کی مکڑیاں بے شمار ہیں - اس ملک میں بھی اُن کی بعض نسلیں پائی جاتی ہیں - وہ جوہڑوں - تالابوں اور ندی نالوں کے اندر اپنے گھر بناتی ہیں - مگر بہتے پانی کی نسبت کھڑے پانی کو زیادہ پسند کرتی ہیں ٭ ان کا گھر بالکل پانی کے اندر ہوتا ہے - اس کا گھر بھی ایک جالا سا ہوتا ہے - مگر عام جالے کی نسبت زیادہ مضبوط ہوتا ہے ٭

Taj Tahir Foundation

دیکھنے میں مکڑی کا گھر نہایت خوبصورت گنبد نما یا بیضوی شکل کا ہوتا ہے۔ مگر ایک طرف سے کھلا رہتا ہے۔ کھلا ہوا حصّہ پانی میں نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ مکڑی اپنے گھر کو پانی کے اندر پیدا ہونے والے کسی پودے کی جڑ یا پتّوں میں جالے کے تاروں کے ذریعے سے جکڑ دیتی ہے۔ تاکہ وہ ایک ہی جگہ قائم رہے۔ کچھ تار گھر سے لے کر اوپر پانی کی سطح تک بھی رہتے ہیں۔ اُن کی مدد سے وہ جب جی چاہتا ہے۔ پانی کے اوپر آ جاسکتی ہے۔ یہ اکل کھری ہوتی ہے۔ اسی لئے اپنے ہمجنسوں سے الگ رہنا پسند کرتی ہے۔

اگرچہ یہ مکڑی پانی میں پیدا ہوتی ہے۔ پانی میں رہتی ہے اور اپنی تمام عمر پانی کے اندر یا پانی کے اوپر گذار دیتی ہے۔ مگر پانی میں سانس لینے کی طاقت اس میں نہیں ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ اس کے گھر میں ہوا موجود ہو۔ تاکہ اُسے سانس لینے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ چنانچہ اپنے گھر کو ہوا سے بھرنے کا کام یہ بڑے عجیب و غریب طریقے سے انجام دیتی ہے۔ اور یہی اس کا سب سے حیرت انگیز کام ہے۔ جالے کے جو تار باہر نکلے رہتے ہیں۔ اُن کی مدد سے یہ پانی کی سطح پر آتی ہے۔ اور چپ چاپ بیٹھ جاتی ہے۔ جہاں اس کے پاس سے کوئی بلبلا بہتا ہوا

نکلا۔ اس نے جھٹ اسے پکڑ لیا۔ بُلبلے کو وہ اپنی پچھلی ٹانگوں سے ایسی صفائی سے پکڑتی ہے۔ کہ کیا مجال جو چھوٹ جائے۔ اسے لے کر وہ نیچے اُترتی ہے۔ اور اپنے گھر کے اندر پہنچ کر چھوڑ دیتی ہے۔ دو چار دفعہ اسی طرح کرنے سے اس کا گھر ہوا سے بھر جاتا ہے۔ اور اس کا سارا پانی نکل جاتا ہے۔ پھر وہ اسی ریشم کے محل میں دشمنوں سے محفوظ ہو کر آرام سے رہنے سہنے لگتی ہے۔ اور وہیں انڈے بچے دیتی ہے ؎

جس طرح خشکی کے جانور زمین پر دوڑتے ہیں۔ اسی طرح آبی مکڑی بے تکان اور نہایت آسانی سے پانی پر دوڑتی ہے۔ آبی مکڑی کا جسم گھنے بالوں اور ننھے ننھے کانٹوں سے ڈھکا ہوا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ غوطہ لگاتی ہے۔ ان بالوں اور کانٹوں کے ساتھ ہوا بھی چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مکڑی کا جسم کبھی گیلا نہیں ہوتا ؎

ملّاح مکڑی

یہ بھی آبی مکڑی ہی کی ایک قسم ہے۔ انگلستان کی سب سے بڑی مکڑی یہی ہے۔ خواہ خشکی ہو یا تری۔ وہ دونوں جگہ یکساں تیزی کے ساتھ چل سکتی ہے۔ عام مکڑیوں کی طرح یہ گھات میں بیٹھ کر شکار نہیں کرتی۔ بلکہ بھیڑیا مکڑیوں کی طرح شکار کو اس کا

تعاقب کر کے مارتی ہے + جب یہ پانی پر تیرتی ہے۔ تو بہتے ہوئے گھاس پھوس اور پتّوں کو ایک جگہ جمع کر کے جالے کے تاروں سے باندھ لیتی ہے۔ اور ایک قسم کی صاف ستھری چھوٹی سی کشتی بنا کر اور اس پر چڑھی چڑھی مزے سے پانی کے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کا شکار کرتی ہے +

لیکن اگر ناؤ سے کچھ فاصلہ پر بھی اسے کوئی اچّھا سا شکار نظر آجائے۔ تو جھٹ کشتی چھوڑ چھاڑ وہ اس پر جھپٹ پڑتی ہے۔ اُسے پکڑنے کے بعد پھر ناؤ پر آجاتی ہے۔ اور آرام سے بیٹھ کر کھاتی ہے + اگر کوئی کھانے کی چیز نیچے پانی کے اندر دکھائی دیتی ہے۔ تو وہ پانی میں اُگے ہوئے کسی درخت کے تنے کا سہارا کر فوراً نیچے اُتر جاتی ہے۔ اور اپنے شکار کو حاصل کر لیتی ہے + اگر ناؤ پر جاتے وقت کسی دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ تو یہ فوراً پانی میں غوطہ لگا جاتی ہے۔ اور کچھ دیر تک اندر ہی غرق رہتی ہے +

جب یہ انڈے دے چکتی ہے۔ تو انہیں ایک صاف ستھری چھوٹی سی ریشمی تھیلی میں باندھ لیتی ہے۔ اور جہاں جاتی ہے۔ اُسے اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ مگر جب انڈے سینے کا وقت قریب آجاتا ہے۔ تو اس تھیلی کو پانی کے کنارے کے کسی درخت یا جھاڑی سے باندھ دیتی ہے + اسے پانی پر چلنے اور دوڑنے

کا ڈھب خوب آتا ہے ؛

اس سے ملتی جلتی ایک اور مکڑی بھی ہوتی ہے ۔ جو "آبی ڈاکو" کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ بھی ملاح مکڑی کی طرح پانی ہی میں شکار کرتی ہے ۔ اور جب چھپنا چاہتی ہے ۔ غوطہ لگا جاتی ہے ۔ مگر اسے ناؤ بنانے کا شوق نہیں ہوتا ؛

زہریلا مکڑا

ایک اور مکڑا بہت زہریلا ہوتا ہے ۔ یہ اپنا گھر عجیب طرح سے بناتا ہے ۔ پہلے زمین میں کھود کر سوراخ کرتا ہے ۔ پھر اس پر اندر کے رُخ سفید ریشم کا تار تنتا ہے ۔ یہ سوراخ ریشم کی پوری نلی بن جاتا ہے ۔ جب یہ خانہ تیار ہو جاتا ہے ۔ تو مکڑا اس کے اوپر لکڑی کے ٹکڑے چنتا ہے ۔ سب ٹکڑوں کو ایک دوسرے کے اوپر آڑے رکھتا ہے ۔ ٹکڑوں کے درمیان جو جگہ خالی رہتی ہیں ۔ ان میں گارا بھر دیتا ہے ؛

کیکڑا مکڑی

جاپان میں ایک نہایت خوفناک مکڑی پائی جاتی ہے ۔ جسے کیکڑا مکڑی کہتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی مکڑی ہے ۔ اس مکڑی کی ایک خاصیت اس کے مضبوط

Taj Tahir Foundation

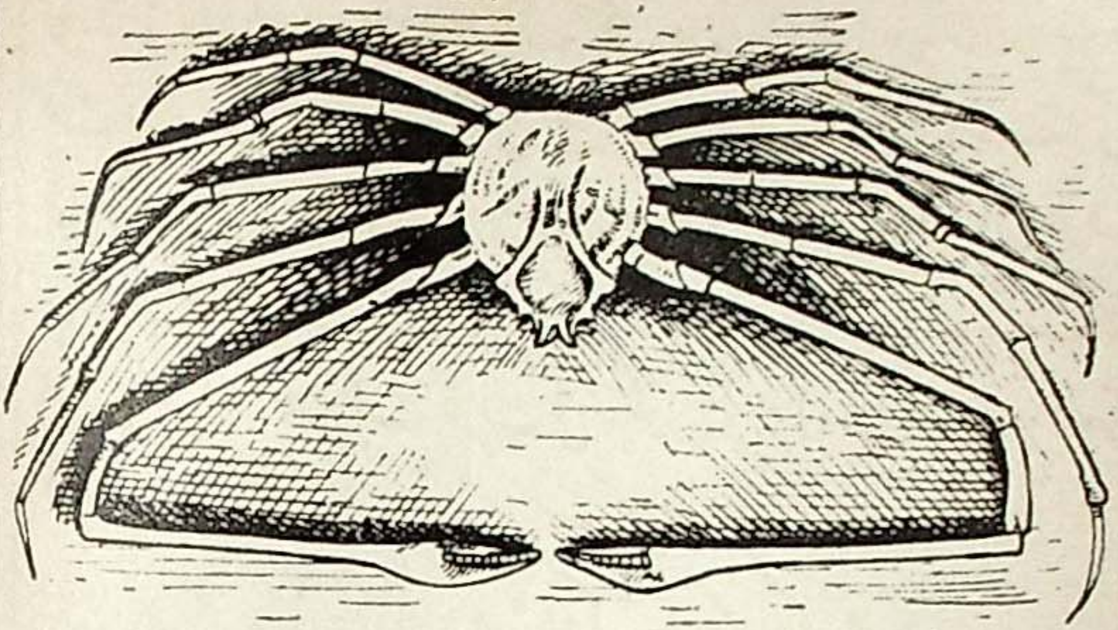

جاپان کی خوفناک "کیکڑا مکڑی" اس کے دو مضبوط اور کاٹنے والے اور ہیبت ناک بازو پندرہ پندرہ فٹ لمبے ہوتے ہیں

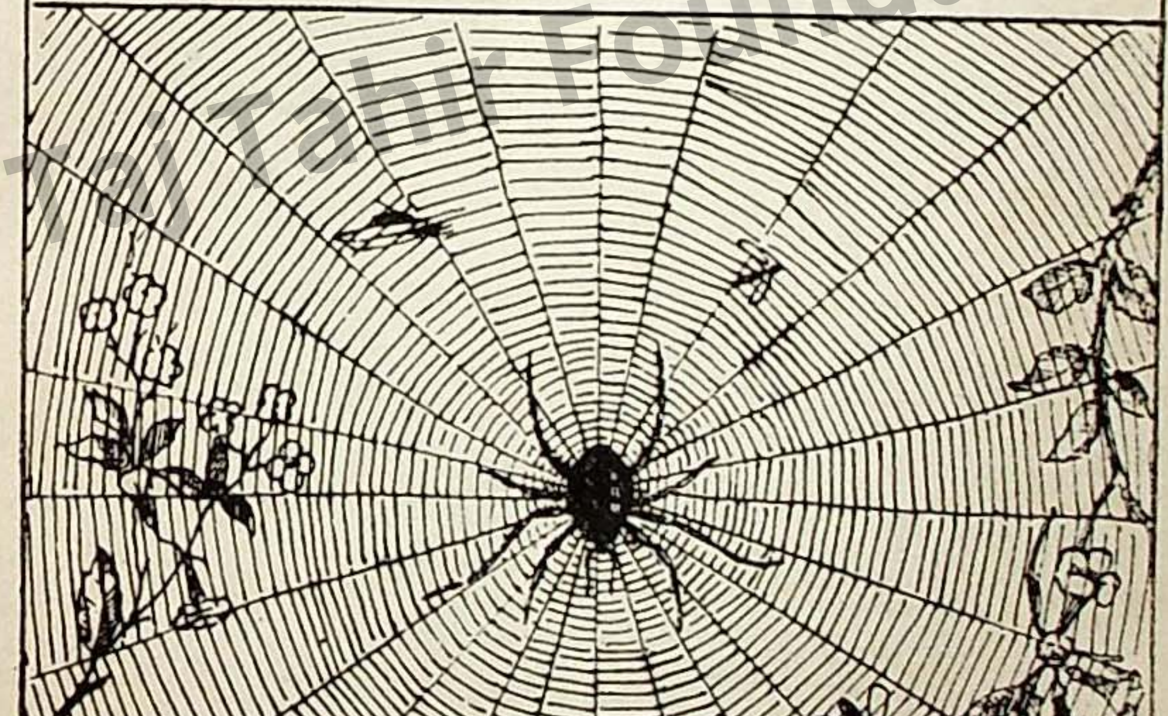

مکڑی جالا بُن رہی ہے

Taj Tahir Foundation

کاٹنے والے اور ہیبت ناک چنگل دار بازو ہیں + یہ پندرہ پندرہ فٹ لمبے ہوتے ہیں۔ اور اُن میں خوف ناک گھاؤ کر دینے کی طاقت ہوتی ہے + بازوؤں کے علاوہ اس کے دونوں طرف چار چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اور اُن کے سروں پر ایک ایک کانٹا بھی + اُس کا دھڑ ایک طرف کی ٹانگوں کی جڑوں سے دوسری طرف کی ٹانگوں تک ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے +

جاپان کی خوفناک کیکڑا مکڑی

اس کے دو مضبوط کاٹنے والے اور ہیبت ناک بازو پندرہ پندرہ فٹ لمبے ہوتے ہیں +

یہ مکڑی کھائیوں۔ گڑھوں کے خاص خاص حصّوں میں پکڑی جاتی ہے۔ اور ایک کو پکڑنے کے لئے نصف درجن ماہر اور ہوشیار ماہی گیروں کی ضرورت پڑتی ہے + شام کو جوار کے وقت یہ خشکی پر آتی ہے۔ اور بھاٹے کے وقت جالوں میں پکڑی جاتی ہے + بعض اوقات ہوشیار جاپانی ماہی گیر ایک لمبے بانس کے سرے پر ایک جھگرا سا بنا لیتے ہیں۔ اور اس پر رکھ کر بے خوف و خطر اسے ساحل پر لے آتے ہیں +

ہم نے یہاں مکڑی کی صرف چند بڑی بڑی قسموں کا حال بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں قسم کی مکڑیاں

دُنیا میں پائی جاتی ہیں۔ جو مختلف طریقوں سے اپنی خوراک حاصل کرتی ہیں۔

مکڑی کی دانائی اور ہوشیاری

مکڑی کے جالے کا حال تم اوپر پڑھ ہی چکے ہو۔ لو آؤ اب ہم تمہیں اس کی عقلمندی اور ہوشیاری کا کچھ اَور حال سنائیں۔ جب مکڑی کوئی ندی عبور کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ ایک پل سا بنا لیتی ہے۔ پُل بناتے وقت وہ کسی جھاڑی کے سرے یا درخت کی ٹہنی پر جا بیٹھتی ہے۔ اور اپنے جسم کا پچھلا حصّہ اوپر کو اُٹھا دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ تار نکالنا شروع کرتی ہے۔ اس تار کو ہوا اُڑا کر دوسرے کنارے پر لے جاتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اتنا لمبا تار کات ڈالتی ہے۔ کہ ندی کے اُس پار پہنچ جاتا ہے۔ وہ اس تار کے سرے پر ایک اَور قسم کے مادے کی ایک بوند ٹپکا دیتی ہے۔ یہ مادہ بھی اسی کے اندر سے نکلتا ہے۔ جب تار کا سرا ہوا میں اُڑتا ہوا دوسرے کنارے پر پہنچتا ہے۔ اور وہاں کنارے کے پتھر یا کسی درخت کی ٹہنی سے جا لگتا ہے۔ تو وہ اسی مادے کے سبب اس سے چپک جاتا ہے۔ اس کے بعد مکڑی اس تار کی آزمائش کرتی ہے۔ وہ اسے خوب زور سے کھینچتی ہے۔ اس کے بعد ایسی تیزی کے ساتھ اُس پر جا چڑھتی

ہے۔ جیسے بجلی کوندتی ہو + ندی عبور کرنے کے بعد وہ جھٹکا دے کر اس تار کو توڑ ڈالتی ہے۔ پھر وہ تار ایک چھوٹا سا گیند بنتا ہوا اس کی طرف لپٹتا چلا آتا ہے۔ جیسے پہلے وہ اپنے ایک پاؤں کے نیچے دبا لیتی اور پھر کھا جاتی ہے +

لیکن اگر ندی زیادہ چوڑی ہو۔ تو ٹہنی پر جا بیٹھتی ہے۔ اور تار نکالنا شروع کر دیتی ہے۔ اس حالت میں وہ کئی نفیس تار نکالتی ہے جب وہ اتنے لمبے نکل آتے ہیں۔ کہ اُن سے مطلب پورا ہو سکے۔ تو مکڑی درخت یا جھاڑی کا سہارا چھوڑ دیتی ہے۔ اور اپنے تاروں سے لٹکتی ہوئی ہوا میں غبارے کی طرح اڑ کر دوسرے کنارے پر جا پہنچتی ہے +

مکڑی کے ان سب کاموں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُسے ہوا کی رفتار سے واقفیت ہوتی ہے۔ سائنس دانوں کے پاس اس امر کی کافی شہادت موجود ہے۔ کہ وہ جو کام کرتی ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر کرتی ہے +

مکڑی کے جال کے تار اتنا ہی ریشم ہیں۔ جس قدر کہ ریشم کے کیڑے کے تار۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ مکڑی کے جال کے تاروں کا بنا ہوا کپڑا ریشم کے کپڑے کی نسبت زیادہ خوب صورت اور پائدار ہوتا ہے۔ مشکل صرف اتنی ہی ہے۔ کہ اس کے کاروبار میں کچھ نفع نہیں۔ مگر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ ریشم کے کیڑوں

Taj Tahir Foundation

کی طرح مکڑیاں کیوں نہ پالنی شروع کی جائیں:

مکڑی کے دشمن

مکڑی کے دشمنوں کی کیا کمی ہے؟ چڑیوں کے نزدیک مکڑی جس قدر لذیذ ہوتی ہے۔ دنیا میں اتنا اور کوئی جانور نہیں ہوتا۔ اور بھڑ کو تو بس اس کا جانی دشمن ہی سمجھو۔ مکڑی کو بھڑ نے دیکھا نہیں۔ اور پکڑا نہیں۔ پکڑ کر بڑے اطمینان سے اُسے بیٹھ کر کھاتی ہے۔ جب بھڑ مکڑی کے بل میں پہنچتی ہے۔ تو اندھیرے میں مکڑی یہ سمجھ کر کہ شاید کوئی مکھی آن پھنسی ہے۔ جھٹ اس پر حملہ کر دیتی ہے۔ اِدھر بھڑ بھی ایسی صورت بنا لیتی ہے۔ جیسے بہت ڈر گئی ہے۔ اور باہر کو بھاگتی ہے۔ مگر مکڑی بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اور اس کے پیچھے پیچھے بل کے باہر تک چلی آتی ہے یہاں پہنچنے کی دیر ہے۔ کہ بھڑ پلٹ کر اس پر ایک دم پل پڑتی ہے۔ اور ڈنک مار کر اُسے بیہوش کر دیتی ہے۔ اس کے بعد اُسے اپنے چھتے میں اُٹھا لے جاتی ہے۔

جب انڈے دینے کا موسم آتا ہے۔ اس وقت بھڑیں ان کا بہت زیادہ شکار کرتی ہیں۔ کیونکہ اس موقعہ پر اگر کوئی مکڑی ہاتھ آگئی۔ تو پھر انہیں چھتے بنانے کی محنت اور زحمت نہیں گوارا کرنی پڑتی۔ شکار کی ہوئی مکڑی کے بل کو ہی وہ اپنا گھر بنا لیتی

Taj Tahir Foundation

ہیں۔ اسی میں انڈے دے دیتی ہیں۔ اور اسی میں اس مکڑی کو بھی ڈال لیتی ہیں + ان انڈوں سے جو بچے نکلتے ہیں۔ وہ اس مکڑی پر پل پل کر خوب موٹے تازے ہو جاتے۔ اور وقت پر باہر نکل آتے ہیں + گویا بھڑیں صرف مکڑیوں ہی پر حملہ نہیں کرتیں بلکہ اُن کے گھر بار بھی سنبھال لیتی ہیں ؂

مکڑیوں کے اتنے دشمن ہیں۔ کہ اگر قدرت نے اسے اپنے بچاؤ کی خاطر بہت سے ذرائع عطا نہ کر رکھے ہوتے۔ تو آج دنیا میں کہیں اس نام ونشان تک باقی نہ رہتا + یہ ذرائع جُدا جُدا ملکوں میں جُدا جُدا قسم کے ہیں۔ اور واقعی نہایت عجیب وغریب ہیں + مثال کے طور پر مکڑی کی بعض قسمیں شکل وصورت میں ہو بہو چیونٹے معلوم ہوتی ہیں۔ اس سے ان کو یہ فائدہ ہے۔ کہ ان کے دشمن انہیں دیکھتے ہیں۔ تو پہچان نہیں سکتے۔ اور غلطی سے چیونٹے سمجھ کر انہیں چھوڑ دیتے ہیں + اُن کی اگلی ٹانگیں اتنی پاس پاس ہوتی ہیں۔ کہ بالکل چیونٹیوں کی اگلی ٹانگوں کی طرح معلوم ہوتی ہیں۔ چلتے وقت بھی وہ چیونٹوں کی طرح اُچھل کر چلتی ہیں۔ چیونٹے سیدھے کبھی نہیں چلتے۔ بلکہ اِدھر اُدھر ہو کر ترچھے چلتے ہیں۔ یہ مکڑیاں اس بات میں بھی ان کی پیروی کرتی ہیں + عام طور پر مکڑیاں جب کچھ کھاتی پیتی ہیں۔ تو اسوقت ذرا بھی نہیں ہلتیں۔ مگر اس نسل کی مکڑیاں کھاتے وقت ایسی معلوم

Taj Tahir Foundation

ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی چیونٹا کسی چیز کو توڑ پھوڑ کر بھاگ جانے کی فکر میں ہو + اس قسم کی مکڑیوں میں "پکٹ" خاص طور پر قابل ذکر ہے اس نسل کی مکڑیاں شمالی امریکہ کے حصّوں میں پائی جاتی ہیں +

جن لوگوں نے قدرتی اشیاء کا مشاہدہ کیا ہے۔ اُن کی رائے ہے۔ کہ کسی زمانے میں یہ مکڑی بھی صورت و شکل میں اَور مکڑیوں ہی کی طرح ہوگی۔ مگر اپنے بچاؤ کی خاطر چیونٹوں کی نقل کرتے کرتے آج اس کی صورت اور چال ڈھال بالکل چیونٹوں کی سی ہوگئی ہے + صرف اپنا بچاؤ کرنے میں ہی نہیں۔ بلکہ شکار کے پکڑنے میں بھی یہ تقلید ان مکڑیوں کو بڑی مدد دیتی ہے +

اس نسل کی ایک اَور مکڑی جنوبی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ صورت و شکل میں یہ ایک قسم کے سفید چیونٹوں سے ملتی جلتی ہے یہ یکایک اُن کے جھنڈ میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اسے چیونٹا ہی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور اسے ہٹانے یا اس سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور یہ آہستہ آہستہ انہیں ہڑپ کرتی جاتی ہے +

افریقہ کی بھی بعض مکڑیاں "تقلید" میں خوب مہارت رکھتی ہیں وہ بھی شکل و صورت میں چیونٹوں ایسی نظر آتی ہیں۔ اور شکار کی تلاش میں ایسے درختوں پر جا پہنچتی ہیں۔ جن پر مکھیاں اور چیونٹے کثرت سے ہوں + مکھیاں چیونٹوں سے نہیں ڈرتیں۔ اس لئے اُن میں آزادی سے اُڑتی پھرتی ہیں۔ ادھر یہ چیونٹا نما مکڑیاں

بھی ان میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور مکھیاں انہیں چیونٹے سمجھ کر ان
کے پاس سے نہیں بھاگتیں۔ بس ان کے پو بارہ ہیں۔ خوب
مزے سے اپنا پیٹ بھرتی ہیں ؞

بعض مکڑیاں دیکھنے میں چڑیوں کی بیٹھ جیسی معلوم ہوتی ہیں
وہ کسی کھلی جگہ میں چپ چاپ بے حس و حرکت سی پڑی رہتی ہیں۔
جہاں کوئی مکھی ان پر آ کر بیٹھی۔ انہوں نے اسے دھر دبایا۔ بے
شمار مکڑیاں اسی طرح دھوکے دے کر ہی اپنا پیٹ پالتی ہیں ؞

آپس میں برتاؤ

مکڑیوں کی باقی تمام مخلوقات سے تو دشمنی رہتی ہی ہے۔
آپس میں بھی کچھ زیادہ میل جول نہیں ہوتا۔ اگر ان کے ہاں کوئی قاعدہ
قانون ہے۔ تو بس یہی۔ کہ "جس کی لاٹھی۔ اس کی بھینس" فرض کرو
کہ ایک مکڑی نے بڑی محنت سے ایک جالا تیار کیا۔ اتفاق سے
ایک اَور مکڑی اُدھر سے آ نکلی۔ اور جالا دیکھ کر اس کی نیت بگڑ
گئی۔ اور وہ اس بات پر تُل گئی۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ اس کے
جالے پر قبضہ جمائے ؞ پھر تو ایسی لڑائی ہوتی ہے۔ کہ کچھ دیکھنے
ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ آخر میں جس کی فتح ہوتی ہے۔ جالا
بھی اسی کے ہاتھ لگتا ہے ؞

شکار چھیننے پر بھی اکثر اسی قسم کے جھگڑے پیدا ہو جاتے

Taj Tahir Foundation

ہیں۔ فرض کرو۔ کہ کسی مکڑی کے جالے میں شکار پھنسا۔ اور محنت کرکے اس نے اُسے مارا۔ مگر آواز سُن کر آس پاس کی مکڑیاں آن کر وہاں جمع ہو جائیں گی۔ اور اُن میں سے ہر ایک یہی کوشش کریگی کہ کسی طرح اس شکار کو ہتھیا لے۔ اکثر شکار مفت خورے پڑوسی مار لے جاتے ہیں۔ اور جالے کی مالکہ بے چاری یونہی ہاتھ ملتی رہ جاتی ہے۔ یہ ننھی ننھی مکڑیاں اپنے بہن بھائیوں کے ظلم و جبر سے بچنے کی خاطر بڑے بڑے داؤ پیچ کھیلتی ہیں۔

ہمارے ملک کی لمبے پاؤں والی چھوٹی مکڑی جو قریب قریب اور بھی سبھی ملکوں میں پائی جاتی ہے۔ بہت کمزور ہوتی ہے۔ اور دوسری مکڑیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ چنانچہ اسے اپنی طاقت اور زور کی کمی کی تلافی چالاکی سے کرنی پڑتی ہے۔ جب وہ کسی مکھی کو جالے میں پھنسا لیتی ہے۔ تو اپنے ہمسایوں کے ڈر کے مارے اُسے اسی وقت نہیں کھا جاتی۔ اور نہ جالے ہی میں پڑا رہنے دیتی ہے۔ بلکہ ایک مہین تار کے ذریعہ اُسے نیچے کی طرف لٹکا دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کے ہمسائے جب جالے میں کچھ نہیں دیکھتے۔ تو واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ تنہائی میں بیٹھ کر خوب اطمینان سے اُسے کھاتی ہے۔

جب ایک ہی قسم کی مکڑیوں کا آپس میں ایسا بُرا سلوک ہے۔

توجُدا جُدا قسم کی مکڑیوں کا ایک دوسرے سے کس قسم کا برتاؤ ہوگا۔ ایک نسل کی مکڑی، دوسری نسل کی مکڑی کو اپنا پیدائشی دشمن سمجھتی ہے۔ اگر ان میں کوئی وصف ہے۔ تو بس یہی۔ کہ وہ نہایت عقل مند اور بہادر ہوتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں۔ کہ ہم کمزور ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی مکڑی اپنے جالے یا شکار کو آسانی سے اپنے دشمنوں کے حوالے نہیں کر دیتی۔ اپنے بچوں کو وہ بہت چاہتی ہیں۔ اور اگر کوئی اُن پر حملہ کر بیٹھتا ہے۔ تو جان توڑ کر مقابلہ کرتی ہیں۔ یہ لڑائی بھی ایک قابل دید چیز ہوتی ہے۔

مادہ مکڑی

مادہ مکڑی نر مکڑی کی نسبت زیادہ خوفناک اور زبردست ہوتی ہے۔ نر کی نسبت وہ قدو قامت میں بھی بڑی ہوتی ہے۔ اور اس میں طاقت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جو مکڑے شادی کی خواہش سے اس کے پاس آتے ہیں۔ اُن میں سے بہت سوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ کیونکہ مادہ مکڑی ان پر حملہ کر کے اُنہیں نہایت بے رحمی سے ہلاک کر ڈالتی ہے۔ اُن کی جان لے کر ہی اُسے صبر نہیں آجاتا۔ پھر بیٹھ کر انہیں کھا بھی جاتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

شادی ہو جانے کے بعد بھی جب مادہ نر کو اطمینان دلا کر اپنے پاس بٹھا لیتی ہے۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ اُس کی نیت بدل جاتی ہے۔ اور اُسے نر کے مار ڈالنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ ایسے موقعوں پر مکڑے کا بھاگ نکلنا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ اس غریب کو بھلا یہ کیونکر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ خود اُس کی شفیق رفیق بی بی ہی بھوکی شیرنی کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑنے والی ہے؛ مکڑی جب خوش نظر آتی ہے۔ صرف اسی وقت مکڑے اس کے پاس جانے کی ہمت کرتے ہیں؛

Taj Tahir Foundation

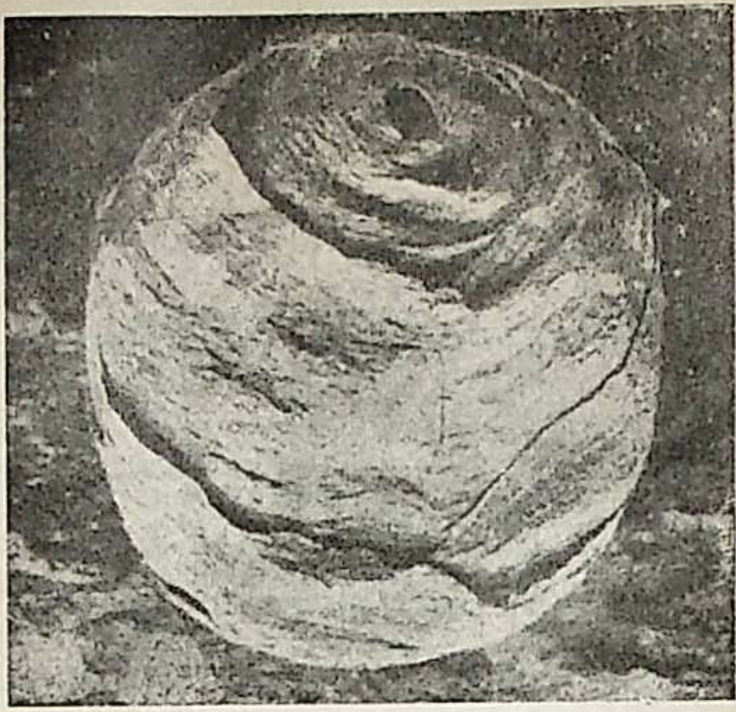

بھڑ کا کاغذی گھر

بھڑ گھر بنا رہی ہے

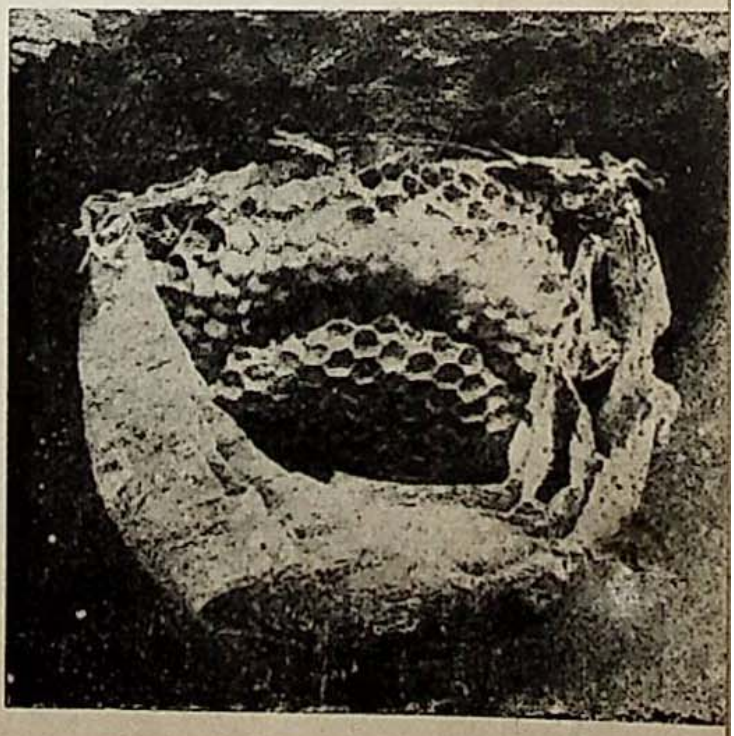

گھر کے اندر کا حصہ

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

پانچویں فصل

بھڑ کی کہانی

شکل و صورت کی جیسی اچھی ہے۔ خصلت کی ویسی ہی بُری ہے۔ بھڑ جسامت میں شہد کی مکھی سے بڑی۔ لیکن اُس سے زیادہ نرم و نازک ہوتی ہے۔ اور اس کے جسم پر اتنے بال نہیں ہوتے۔ جتنے شہد کی مکھی کے جسم پر ہوتے ہیں۔ نہ یہ پھولوں کے رس سے شہد تیار کرتی ہے۔ اور نہ ایک پھول کا کیسر یا زرگل دوسرے پھول میں پہنچا کر مختلف قسم کے پودوں کو پھلنے پھولنے میں مدد دیتی ہے۔ ایک بات کا اَور بھی فرق ہے۔ کہ شہد کی مکھی جب بیٹھتی ہے۔ اپنے پروں کو پھیلائے رکھتی ہے مگر بھڑ انہیں لپیٹے رکھتی ہے۔ اور صرف اُڑتے وقت پھیلاتی ہے۔ بھڑ کا ڈنک بھی مکھی کی نسبت بڑا ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ زہر

کی تھیلی بھی لگی رہتی ہے ۔ نر بھڑ کے ڈنک نہیں ہوتا ۔

اگرچہ بھڑیں جنگجو ہوتی ہیں ۔ مگر ان کے چھتے میں امن چین رہتا ہے ۔ وہ آپس میں بہت کم لڑتی دیکھی گئی ہیں ۔ نروں کے لئے الگ الگ کام مقرر ہیں ۔ چنانچہ چھتے کو صاف رکھنا اور مُردہ بھڑوں کو باہر لے جانا ان کے سپرد ہے ۔ اگر کوئی بھڑ کو دق کرے تو وہ سخت انتقام لیتی ہے ۔ وہ ایسے لوگوں کا پیچھا کرتی ہے ۔ بلکہ اپنے ہمراہیوں کو بھی مدد کے لئے بلاتی ہے ۔ بھڑ شہد کی مکھی یا چیونٹی سے عقلمندی اور محنت میں ہرگز کم نہیں ہے ۔ اس کی چھوٹی بڑی قسمیں اتنی ہیں ۔ اور ہر ایک قسم کی بھڑوں کے طور طریقے ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہیں ۔ کہ ان سب کو ایک ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے ۔

بھڑ کے جسم کی بناوٹ

اب بھڑ کو تلاش کرو ۔ اور رومال میں پکڑ کر میز پر رکھ دو ۔ اور اس کے اوپر شیشے کا گلاس اوندھا رکھ دو ۔ اور غور سے دیکھو ۔ اس کے جسم کے بھی وہی تین حصے صاف نظر آتے ہیں (۱) سر (۲) آگا ۔ اس پر چھ ٹانگیں اور پَر ہوتے ہیں ۔ اور (۳) پیچھا ۔ اس پر ٹانگیں نہیں ہوتیں ۔ بھڑ کے جسم پر دُم سے لے کر سر تک حلقے پڑے ہوتے ہیں ۔ تمام کیڑوں کے جسم پر حلقے ہوتے ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

بھڑ کی دُم کے نیچے جو کالی سی چیز نکلی رہتی ہے ۔ وہ اصل میں خول ہے۔ اسی کے اندر دھار دار سوئیوں جیسے ڈنک بند ہوتے ہیں۔ جب خول کسی کے جسم میں سوراخ کر دیتا ہے ۔ یہ ڈنک اوپر نیچے کو ہلنے لگتے ہیں ۔ اور زہر کی تھیلی میں سے اس مقام پر ایک تیز رس سا آجاتا ہے ۔

بھڑ جب ڈنک مارنا یا سانس لینا چاہتی ہے ۔ تو حلقوں کی مدد سے اپنا سارا پچھلا حصّہ موڑ لیتی ہے ۔ تم نے شاید دیکھا ہوگا کہ جب بھڑ کھڑی ہوتی ہے ۔ تو برابر ہلتی رہتی ہے ۔ اصل میں وہ سانس لیتی ہے ۔ بھڑ ہماری طرح منہ سے سانس نہیں لیتی ۔ بلکہ اپنے پہلوؤں سے سانس لیتی ہے ۔ اس کے ہر حلقے میں ایک کالا نقطہ ہوتا ہے ۔ ان نقطوں کے ذریعے بھڑ سانس لیتی ہے ۔

بھڑیں کیا کھاتی ہیں؟

جب بھڑیں بڑی ہو جاتی ہیں ۔ اس وقت وہ پھولوں کے رس یا شیریں پکے ہوئے پھلوں پر گذر کرتی ہیں ۔ لیکن چھوٹی چھوٹی بھڑیں گوشت خوار ہوتی ہیں ۔ اور جب تک کیڑے مکوڑے انہیں کھانے کو نہ ملیں ۔ انہیں چین نہیں آتا ۔ بعض بھڑیں یہ کیا کرتی ہیں ۔ کہ جو چھوٹا موٹا کیڑا مکوڑا اُن کے قابو چڑھتا ہے ۔ اس کے ڈنک مار دیتی ہیں ۔ اس ڈنک سے وہ کیڑا مرتا تو نہیں ۔ لیکن بے ہوش ہو جاتا ہے ۔ جہاں

Taj Tahir Foundation

شکار بے ہوش ہوا۔ بھڑ اُسے اپنے چھتّے میں گھسیٹ لے جاتی ہے۔ اور اس پر ایک انڈا دے دیتی ہے۔ اسی ترکیب سے وہ ایک ایک کرکے اَور بہت سے کیڑے مکوڑے جمع کر لیتی ہے۔ اور سب پر ایک ایک انڈا دے دیتی ہے۔ اور اس طریقے سے اپنے اُن بچّوں کے لیے جن کی شکل و صورت بھی اُسے آئندہ دیکھنی نصیب نہ ہوگی۔ خوراک کا کافی ذخیرہ جمع کر دیتی ہے۔ اور اُن کی پرورش کی طرف سے اطمینان حاصل کرکے مزے سے جہاں چاہتی ہے۔ اُڑتی پھرتی ہے۔ بعض اوقات بھڑیں شہد کے چھتّے کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ شہد کھا جاتی ہیں۔ اور مکھیوں کو مار ڈالتی ہیں۔

رانیاں اور کام کرنے والی بھڑیں

شہد کی مکھی کی طرح عام بھڑ بھی بہت نفیس چھتہ تیار کرتی ہے اس میں بھی شش پہلو خانے ہوتے ہیں۔ تمہیں یہ سُن کر تعجّب ہوگا۔ کہ بھڑوں میں بھی، رانیاں اور کام کرنے والیاں پائی جاتی ہیں۔ رانی کسی محفوظ مقام میں رہتی ہے۔ اور سردی سردی میں پڑی سوتی رہتی ہے۔ جب موسم بہار میں جاگتی ہے۔ تو اپنے تئیں دنیا میں بالکل تنہا پاتی ہے۔ اس کا ایک بھی یار دوست یا رشتہ دار کہیں نظر نہیں آتا۔ اب اس بے چاری کو رانی اور مزدور دونوں

کے فرائض خود ہی انجام دینے پڑتے ہیں۔ وہ دو تین کوٹھڑیاں بنا کر ان میں انڈے دے دیتی ہے۔ ان انڈوں سے مزدور بھڑیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو دو دو چار چار کر کے اور بہت سی کوٹھڑیاں تیار کر لیتی ہیں۔ اس طرح دیکھتے دیکھتے ایک بڑا سا چھتہ بن جاتا ہے + بعض اوقات یہ چھتہ بہت ہی لمبا چوڑا بن جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کام گرمی ہی کے موسم میں ختم ہو جاتا ہے۔ موسم خزاں کے آتے ہی رانی کے سوائے باقی تمام بھڑیں خود بخود مر جاتی ہیں +

تنہائی پسند اور مِل جُل کر رہنے والی بھڑیں

بھڑوں کی دو خاص قسمیں ہیں۔ ایک تنہائی پسند اور دوسری مِل جُل کر رہنے والی + ہم ان دونوں طرح کی بھڑوں کی بڑی بڑی قسموں کا حال الگ الگ بیان کریں گے +

بعض بھڑیں معمار اور کمہار بھڑیں کہلاتی ہیں۔ ان میں سے بعض نہایت خوب صورت چھتے تعمیر کرتی ہیں۔ ایک نسل کی بھڑیں زمین میں سُرنگیں کھودتی ہیں۔ اور بعض ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو درختوں کے تنوں میں سُرنگ بناتی ہیں + بھڑوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو دوسری بھڑوں کے چھتوں میں اپنے انڈے دیتی ہے لیکن سب سے مشہور وہی زرد رنگ کی گھریلو بھڑیں ہیں۔ جو ہر جگہ کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے چھتے بناتی ہیں۔ اور شہد کی

مکھیوں کی طرح مِل جل کر رہتی ہیں ؀

درخت پر گھر بنا کر رہنے والی بھِڑ

تنہائی میں رہنے والی بھڑوں میں اس کا نام سب سے پہلے قابل ذکر ہے ۔ یہ پیڑ پر مٹّی کا چھوٹا سا گھروندہ بنا کر رہتی ہے ۔ ہمارے ملک میں یہ عام پائی جاتی ہے ۔ اور دوسرے گرم ملکوں میں بھی کم نہیں ہوتی + جب اسے گھر بنانا ہوتا ہے ۔ تو پہلے کوئی جوہڑ یا تالاب تلاش کرتی ہے ۔ اور اس کے کنارے سے کیچڑ جمع کرتی ہے ۔ پھر اُسے خوب اچھی طرح گوندھ کر پیڑ پر لے جاتی ہے ۔ اور چھوٹے چھوٹے گول گول گھر بناتی ہے + جب اس قسم کے کئی گھر بن کر تیار ہو جاتے ہیں ۔ تو ان سب کو مٹّی کے ایک پتلے پرت سے ڈھانک دیتی ہے + ایک گھر میں ایک وقت میں وہ صرف ایک ہی انڈا دیتی ہے ؀

یہ شکار کرنے میں غضب کی مہارت رکھتی ہے ۔ اور اپنے سے دُگنے تِگنے کیڑے کو مار لینا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ۔ زمین میں بِل بنا کر رہنے والی بڑی بڑی مکڑیوں کو بھی وہ مار لیتی ہے ۔ ہاں کبھی کبھی وہ خود بھی مکڑی کا شکار بن جاتی ہے ؀

اکٹھی مگر جدا جدا رہنے والی بھڑ

یہ بھی درختوں پر مٹّی کے گھر بنا کر رہتی ہے۔ اور ہمارے ملک میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ عام طور پر اس کا گھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی بھڑ پاس پاس بے شمار گھر بناتی اور ان میں انڈے دیتی ہے۔

چھوٹی سیاہ رنگ کی بھڑ

یہ بھڑ چھوٹی اور سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ اور اس کے جسم پر زرد زرد چتیاں ہوتی ہیں۔ یہ زمین میں گڑھے کھود کر اپنے گھر بناتی ہے۔ جب انڈے دے چکتی ہے۔ تو انڈوں کے ساتھ ساتھ پروانوں یا تتلیوں کے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی رکھ دیتی ہے۔ تاکہ اُن کے بچوں کو انڈوں سے نکلنے کے بعد کھانے کی کمی نہ رہے۔ اس کے بعد باہر کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

اس سے ملتی جلتی اور بھی ایک قسم کی بے شمار بھڑیں پائی جاتی ہیں۔ یہ بھی زمین ہی میں گڑھے کھود کر رہتی ہیں۔ اس سے ان کا نام "ریت کی بھڑ" مشہور ہو گیا ہے۔ یہ اپنے گھر تعمیر کرنے میں بڑی ماہر ہوتی ہے۔ اس کا مُنہ بڑا عجیب و غریب ہوتا ہے۔ اور جبڑے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ مگر وہ ان سے کاٹ نہیں

سکتی۔ وہ ان کے ذریعے ریت کھود کر اپنے رہنے کے لئے
بل بناتی ہے۔ جب اس کا گھر بن بنا کر تیار ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس کے
دروازے کو ایک پتھر سے بند کر دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ شکار
کی تلاش میں نکلتی ہے۔ جونہی کوئی کیڑا نظر آتا ہے۔ جوش میں آکر
کانپنے لگ جاتی ہے۔ اور ڈنک مار کر اُسے بے ہوش کر دیتی
ہے۔ اس کے بعد وہ اُسے اپنے گھر اُٹھا لے جاتی ہے۔ وہاں
وہ اُسے اپنے ڈھائی انچ گہرے بل میں نہایت احتیاط کے
ساتھ رکھ دیتی ہے۔ اسی کیڑے کے اوپر مادہ بھڑ اپنے انڈے
رکھتی ہے + اس کے بعد وہ ایک اَور کیڑا لاکر اُس پر رکھتی ہے۔
اور تب اس کا دروازہ ریت سے بند کر کے چلی جاتی ہے۔ اور
اس طریقے سے انڈوں سے نکلنے والے بچوں کے لیے
کھانے کا بندوبست کر دیتی ہے + ریت میں رہنے والی بھڑ کی
جیبھ شہد کی مکھی کی جیبھ سے چھوٹی ہوتی ہے +

پھل پیدا کرنے والی بھڑیں

اس قسم کی بھڑیں بڑی عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ اُنہیں قدرت
نے ایسے ذرائع بخشے ہیں۔ کہ وہ گھر بنانے کی تکلیف اُٹھائے بغیر
ہی انڈے دیتی اور بچے پیدا کرتی ہیں + شکل و صورت میں ان میں
اور دوسری بھڑوں میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ البتہ ایک بات

ضرور ہے۔ ان کا جسم سیدھا نہیں ہوتا۔ بلکہ بیچ میں سے کچھ اوپر کو اُبھرا ہوا سا ہوتا ہے۔ مادہ میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے۔ کہ انڈے دینے کے لئے اس کے پیٹ میں بال کی مانند ایک بیضہ دان یا تپلی سی نلکی ہوتی ہے۔ جو عام طور پر سمٹی سکڑی رہتی ہے۔ مگر جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے۔ تو سیدھی ہو جاتی ہے۔ اور انڈے دینے کے علاوہ سوراخ کرنے کے کام بھی آتی ہے۔

بہار یا گرمی کے موسم میں جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے۔ مادہ بھڑ کسی پیڑ پر پہنچتی ہے۔ اور پیڑ میں کسی جگہ پتے پر یا نرم ملائم سبز چھال میں اس نلکی سے سوراخ کرتی ہے۔ پھر اس سوراخ کو ذرا چوڑا کر کے اس میں انڈا دے دیتی ہے۔ عموماً ایک سوراخ میں ایک ہی انڈا دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا قاعدہ نہیں۔ جس کی پابندی ہر حالت میں ضروری ہو۔ انڈے دے چکنے کے بعد وہ اسی سوراخ میں ایک دو بوندیں ایک قسم کی گیلی سی چیز کی ڈال دیتی ہے۔ یہ گیلا مادہ کہیں باہر سے نہیں آتا۔ بلکہ اسی کے اندر سے نکلتا ہے۔ اس کا ایسا حیرت انگیز اثر ہوتا ہے۔ کہ سوراخ کے آس پاس پیڑ کے تنے یا پتے میں ورم سا ہو جاتا ہے۔ اور وہ بڑھتے بڑھتے اس قدر بڑھ جاتا ہے۔ کہ اس مقام پر ایک گول گول سیب سا بن جاتا ہے۔ یہ بہت ہی نرم ہوتا ہے۔ اسی پھل کے اندر انڈا پکتا ہے۔ اور جب انڈا پھوٹ

جاتا ہے۔ تو بچہ اسے کاٹ کر باہر نکل آتا ہے ؎

یہ پھل سب ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہوتے ہیں۔ مگر انگور سے چھوٹے اور اخروٹ سے بڑے نہیں ہوتے + صرف ایک انگلستان میں ہی بیالیس قسم کے ایسے پھلوں کا پتہ لگایا گیا ہے۔ وہاں کوئی شاہ بلوط کا درخت ایسا نہیں۔ جو اس قسم کے پھلوں سے لدا پھندا نہ ہو + پہلے لوگ انہیں اسی درخت کا پھل سمجھتے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کے پیدا کرنے کا فخر بھڑوں کی چند اقسام (اور بعض دوسرے کیڑے مکوڑوں) کو حاصل ہے۔ ان کے باعث درختوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر ہاں جب کسی درخت پر یہ بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ تو اس کے پتوں کا رنگ اڑنے لگتا ہے +
ان پھلوں سے ایک قسم کا تیزاب تیار کیا جاتا ہے + ترکی اور ایشیائے کوچک میں شاہ بلوط کے درختوں پر اس قسم کے جو پھل لگتے ہیں۔ ان میں ایک اور چیز ملا کر سیاہی بھی تیار کی جاتی ہے ؎

جزائر غرب الہند کے آس پاس چھوٹی ٹنسل کے بے شمار شاہ بلوط کے درخت ہیں۔ ان پر زمانہ قدیم سے اس قسم کے پھل لگتے چلے آرہے ہیں + پہلے پہل جب سیاحوں نے انہیں دیکھا۔ تو ان کے رنگ سے یہی سمجھے۔ کہ وہ بھی ایک قسم کے سیب ہیں۔ مگر چکھ کر دیکھا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ جیسے ان میں راکھ بھری ہے۔ ان کی بابت

Taj Tahir Foundation

عیسائی مذہب کی کتابوں میں بہت سی روایات درج ہیں ؛

ہل جُل کر رہنے والی بھڑیں

ہل جُل کر رہنے والی بعض بھڑیں زمین کے نیچے چھتّے بناتی ہیں اور بعض کاغذ کے خوب صورت چھتّے تیار کرتی ہیں۔ جو تم سب نے دیکھے ہی ہوں گے + بھڑ کاغذ سازی میں ماہر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ منگولیا کے ایک باشندے نے بھڑ کو گھاس پھوس کی لگدی سے گھونسلا بناتے ہوئے دیکھا۔ اور اس طرح اس کے دل میں پہلے پہل کاغذ بنانے کا خیال پیدا ہوا + چھتّے کا غلاف سچ مچ کاغذ کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ بھڑ اُسے لکڑی کے ریشوں سے تیار کرتی ہے + چھتّے کے اندر چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں ہوتی ہیں۔ ان میں اس کے بچّے رہتے اور پرورش پاتے ہیں ؛

سُرنگ کھودنے والی بھڑیں دیکھنے میں بہت خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا ڈنک بھی زبردست ہوتا ہے۔ یہ میٹھی چیزوں کی دشمن ہیں۔ باغ میں پھل پکتے ہی ان کے وار شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کا گھر کوئی سولہ سے اٹھارہ انچ تک لمبا اور تقریباً ایک فٹ چوڑا ہوتا ہے۔ مگر چوکور نہیں ہوتا۔ کسی قدر دائرہ نما ہوتا ہے۔ اس میں اندر کی طرف بادامی رنگ کے موٹے کاغذ کی طرح کسی چیز کی دُہری استرکاری ہوتی ہے + بھڑوں کے چھتّے بھی اسی چیز کے

بنے ہوئے ہوتے ہیں + لکڑی کے باریک بُرادے کو اپنی رال میں گوندھ کر بھڑیں یہ چیز تیار کرتی ہیں +

ہاں تو گڑھے میں اس کاغذ کے کئی پرت اس کی دیواروں کو ڈھکے رکھتے ہیں۔ ایک کاغذ کو دوسرے سے بالکل ملا کر نہیں بلکہ ذرا جگہ چھوڑ کر لگایا جاتا ہے۔ اس سے کاغذ کی ہر ایک تہ کے بیچ میں ہوا کے لئے جگہ رہتی ہے۔ جس سے کاغذ خراب نہیں ہونے پاتا + یہ سب اسی لئے کیا جاتا ہے۔ کہ کمرے کے اندر آس پاس سے گرگر مٹی نہ آنے پائے +

اس طریقے سے اپنے کمرے کو آراستہ کر کے پھر اس میں یہ چھتے بناتی ہیں۔ ایک کمرے میں بارہ سے لے کر پندرہ تک چھتے ہوتے ہیں۔ تقریباً چار یا پانچ چھتے چھت میں اس طرح لٹکے رہتے ہیں۔ کہ اُن کا مُنہ نیچے کی طرف رہتا ہے۔ پھر ہر ایک چھتے کے نیچے اس سے جُڑے ہوئے تین تین یا چار چار چھتے اَور ہوتے ہیں۔ اس طرح کمرے میں سہ منزلہ یا چہار منزلہ چھتوں کی کئی قطاریں بن جاتی ہیں + ایک منزل سے دوسری منزل میں جانے کے لئے ہر ایک چھتے کے پچھواڑے کی طرف ایک سوراخ ہوتا ہے +

سینگ والی بھڑ

یہ بھی بعض اوقات زمین ہی کے اندر اپنا گھر بناتی ہے۔ ان بھڑوں میں خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان کے سر پر دو پتلے ریشے سے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ..... کے جیسے چوپایوں کے سینگ ہوتے ہیں + ان کا گھر دوسری بھڑوں کی نسبت بڑا اور مضبوط ہوتا ہے۔ گھر کی تعمیر میں وہ جو کاغذ کام میں لاتی ہیں۔ وہ بھی اَوروں کی نسبت زیادہ موٹا اور بھاری ہوتا ہے + ان کے چھتے عموماً مکانوں کے کونوں۔ چھپروں کے نیچے یا درختوں کی کھوہوں میں ہوتے ہیں + درخت باہر سے خواہ کیسا ہی مضبوط اور سخت نظر آتا ہو۔ لیکن اگر وہ اندر سے کھوکھلا ہوگیا ہے۔ تو یہ اس کا پتہ لگائے بغیر نہیں چھوڑتیں + ایسی حالت میں یہ درخت کے بیرونی حصّہ کو کاٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور اس کی کھوہ تک ایک چھوٹی سی سُرنگ بنا لیتی ہیں۔ پھر کھوکھلے حصّے کو اَور بھی بڑا کرتی ہیں۔ اس طرح لکڑی کاٹنے سے جو بُرادہ نکلتا ہے۔ چھتہ بناتے وقت وہ اسی کو کام میں لاتی ہیں +

اس نسل کی بھڑیں بڑی جفاکش اور محنتی ہوتی ہیں۔ دن کا تو بھلا ذکر ہی کیا ہے۔ چاندنی رات میں بھی لگاتار کام کرتی رہتی ہیں۔ اور بعض اوقات تو اندھیری رات میں بھی دم نہیں لیتیں۔

مختلف قسم کے چھتّے بنانے والی بھڑیں

جن بھڑوں کا حال تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ اُن کی طرح یہ چھتے بنانے میں ماہر نہیں ہوتیں۔ اور کبھی ایک قسم کے اور کبھی دوسری قسم کے چھتّے بناتی ہیں + ان کے چھتوں میں کاغذ کے ڈھکنے نہیں ہوتے۔ اور عموماً وہ کھلے مقامات میں ہوتے ہیں۔ انہیں وہ ترچھا لٹکاتی ہیں۔ کیونکہ اگر ان کا مُنہ نیچے کی طرف ہوتا۔ تو مینہ کے وقت چھت میں پانی بھر جاتا۔ اور سارا چھتّہ ٹوٹ پھوٹ جایا کرتا+ چھتّوں پر یہ ایک قسم کا وارنش یا روغن بھی کرتی ہیں۔ جس پر پانی اثر نہیں کر سکتا+

ہم تمہیں بتلا چکے ہیں۔ کہ ان کے چھتّے کسی ایک خاص قسم کے نہیں ہوتے۔ جیسا موقعہ دیکھا۔ ویسا ہی چھتّہ بنا لیا۔ کوئی چھتّہ گول کوئی بیضوی۔ کوئی لمبوترا اور کوئی تکونہ ہوتا ہے۔ چھتّے کی بنیاد جس کے ذریعے سے وہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ کبھی چھتّے کے بیچ میں۔ کبھی ایک طرف کو اٹھی ہوئی۔ اور کبھی بالکل ہی ایک سرے پر ہوتی ہے+

عام طور پر چھتّے بڑے نہیں ہوتے۔ چھتوں کے اندر جو گول گول سوراخ ہوتے ہیں۔ وہ نیچے کی طرف کم اور اوپر کی طرف زیادہ چوڑے ہوتے جاتے ہیں۔ بیچ کے سوراخ بھی اِدھر

Taj Tahir Foundation

اُدھر کے سوراخوں کی نسبت بڑے ہوتے ہیں۔ ان میں پرورش پانے والے بچے آس پاس کے چھوٹے سوراخوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی نسبت بڑے اور طاقت ور وتوانا ہوتے ہیں۔ چھتوں کے کنارے کچھ سوراخ صرف بنیاد ڈال کر ہی چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور آگے چل کر کبھی ضرورت آپڑے۔ تو اُن کی دیواریں اونچی کردی جاتی ہیں۔ جن سوراخوں میں بچے ہوتے ہیں۔ وہ ہر وقت بند رہتے ہیں؛

"اٹریما" بھی اسی بھڑ کی خاص قسم ہے۔ اس کا چھتہ شاید جل کر رہنے والی بھڑوں میں سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس میں قطاریں بھی صرف دو ہی ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک قطار میں دو دو سوراخ یا کمرے ہوتے ہیں۔ اگر تم اس کا چھتہ دیکھو۔ تو اپنے دل میں ضرور یہی خیال کروگے۔ کہ وہ بہت کمزور ہے۔ لیکن درحقیقت وہ اس قدر مضبوط ہوتا ہے۔ کہ تیز سے تیز آندھی بھی اس کو ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مینہ بھی چاہے موسلا دھار ہی کیوں نہ پڑے۔ اس پر کوئی اثر نہیں کرسکتا۔ بھڑیں چھتے پر سیاہ رنگ کا ایسا پالش پھیر دیتی ہیں۔ کہ پانی کی بوند اس پر ٹھہر نہیں سکتی۔ ان کے چھتوں میں بھی بعض کمرے بڑے اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور یہ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے پہلی قسم کے کمرے کام کرنے والیوں یعنی مزدور بھڑوں کے

لئے مخصوص ہوتے ہیں +
اس نسل کی کوئی نو قسم کی بھڑیں ہندوستان میں پائی جاتی ہیں +

جو بھڑیں ہندوستان - چین - افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ گرم ممالک میں پائی جاتی ہیں - وہ اپنے چھتّے درختوں اور شاخوں کی ٹہنیوں پر بناتی ہیں + ایک چھتے میں صرف ایک ہی جڑ یا بنیاد ہوتی ہے - جس کے ذریعے سے چھتّہ درخت سے لٹکتا رہتا ہے + جڑ ہوتی تو پتلی ہے - مگر ہوتی بہت مستحکم اور مضبوط ہے - اور درخت کے ساتھ اس طرح جُڑی رہتی ہے - کہ کیا مجال جو ذرا ہل بھی جائے + ان کے چھتّوں میں بھی بیچ کے کمرے بڑے اور اونچے اور ارد گرد کے چھوٹے اور نیچے ہوتے ہیں - ساتھ ہی ان کا رنگ خاکی یا بھورا ہوتا ہے - جس سے یکا یک اُن پر نگاہ نہیں پڑ سکتی + اکثر اوقات ان کے کئی کئی چھتّے پاس پاس ہوتے ہیں +

"اپوئیکا" نام کی ایک بھڑ ہوتی ہے - جس کے چھتّے خوبصورتی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے + اس کے چھتے عموماً گول اور کبھی کبھی شش پہلو بھی ہوتے ہیں - ساتھ ہی ایسی نفاست سے بنے ہوئے ہیں - جیسے کسی نے پرکار اور پیمانہ سے ماپ جانچ کر بنائے ہوں +

گتّا بنانے والی بھڑیں

اب تک ہم نے بھڑوں کی جن جن قسموں کا حال بیان کیا ہے۔ وہ سب اپنے چھتّے ایک قسم کی بھوری رنگت کی مہین کاغذ نما چیز سے تیار کرتی ہیں۔ اب ہم تمہیں ان بھڑوں کا کچھ حال سنائیں گے۔ جو بہت ہی موٹی قسم کا۔ کارڈ بورڈ یا گتّے سے ملتا جلتا ایک کاغذ بناتی ہیں۔ یہ چھتّوں کے چاروں طرف ڈھکنے یا غلاف کا کام دیتا ہے۔ اور انہیں ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بھڑوں نے انسان سے بہت عرصہ پیشتر کاغذ ایجاد کیا۔ وہ اپنے جبڑوں سے لکڑی کی نرم سطح کو کھرچتیں۔ اور اپنا لعاب ملا کر گوندھتی ہیں جس سے وہ بہت سخت ہو جاتی ہے۔ بس اسی سے وہ کاغذ تیار کیا جاتا ہے۔ جن بھڑوں کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اُن کے چھتّوں کی نسبت ان کے چھتّے بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اور ان میں اکٹھی رہنے والی بھڑوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔

گتّا بنانے والی بھڑیں عموماً سبھی گرم ملکوں میں پائی جاتی ہیں جنوبی ہند۔ لنکا۔ جنوبی امریکہ۔ افریقہ۔ کوئی جگہ ایسی نہیں۔ جہاں یہ کثرت سے نہ ہوتی ہوں۔ ان کے بنائے ہوئے گتّے سفید

بھورے یا قدرے زردی مائل سُرخ رنگ کے ہوتے ہیں +
دیکھنے میں یہ گتّا بہت ہی خوبصورت ہوتا ہے - اور اس قدر
صاف اور چکنا ہوتا ہے - کہ اس پر اُنگلیاں پھسلتی ہیں - ساتھ
ہی وہ ٹھوس اور پائدار بھی خوب ہوتا ہے - یہاں تک کہ اس
میں سے ہو کر پانی بھی نہیں جا سکتا +

ریمر نامی ایک سائنس دان کی رائے ہے - کہ یہ گتّا انسان
کے بنائے ہوئے عمدہ سے عمدہ گتّے کا مقابلہ کر سکتا ہے +
ایک دفعہ ریمر صاحب نے ایک چھتّے سے ایک ٹکڑا لیا - اور
اُسے ایک ماہرِ فن گتّا بنانے والے کو دکھلایا - اور اس سے
پوچھا - کہ بتلاؤ تو سہی - یہ کہاں کا بنا ہوا ہے + اس نے گتّے کو
خوب اُلٹ پلٹ کر اور پھاڑ کر اس کی خوب اچھی طرح سے
جانچ کی - اور اخیر میں کہا - کہ میرے ہی کسی ہم پیشہ غالباً
آرلیان (فرانس) کے کسی مشہور کاریگر نے بنایا ہے + اس
کو وہم وگمان تک نہ گذرا - کہ انسان کے سوائے اَور بھی
کوئی خدا کی مخلوق ایسی ہے - جو اس قسم کا گتّا بنا سکتی ہے +

ان کے چھتّوں کی بناوٹ کسی ایک خاص قسم کی نہیں ہوتی -
اور طول میں یہ تقریباً ایک ایک فٹ کے ہوتے ہیں - مگر بعض
بڑے بڑے چھتّوں کا بھی پتہ لگا ہے - لنکا میں ایک چھتّہ ملا
تھا - جو چھ فٹ لمبا تھا +

یہ چھتے درختوں کی شاخوں پر جھولے کی مانند اِدھر اُدھر ہلتے رہتے ہیں۔ اندر جانے کے لئے نیچے کی طرف ایک چھوٹا سا سوراخ ہوتا ہے۔ جب چھتے میں رہنے والی بھڑوں کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی ہے۔ کہ سب ایک ہی چھتے میں نہیں سما سکتیں۔ تو ڈھکنے کے اوپر نئے کمرے بنائے جاتے ہیں + دوسری قسم کی بھڑیں جب اپنے چھتے کو بڑھاتی ہیں۔ تو اس کے ڈھکنے کو تھوڑی دُور تک کھول ڈالتی ہیں اور کھلی ہوئی جگہ میں نئے کمرے بنا کر اوپر سے پھر ڈھکنے بھی چڑھا دیتی ہیں۔ مگر ایسی حالت میں یہ ڈھکنے کا توڑنا اور بنانا پسند نہیں کرتیں + وہ ڈھکنے کے اوپر ہی نئے کمرے تعمیر کر کے انہیں دوسرے ڈھکنے سے ڈھک دیتی ہیں۔ مگر یہ کام ایسی صفائی سے کرتی ہیں۔ کہ ڈھکنے کا پیوند یا جوڑ ذرا بھی معلوم نہیں ہوتا +

"اپی کیلس" بھڑ

"اپی کیلس" بھڑ کا چھتہ بہت ہی خوب صورت ہوتا ہے اسے باہر سے دیکھو۔ تو بیچ سے موٹا اور کناروں پر سے پتلا نظر آتا ہے۔ چھتہ درخت سے اوپر سے جڑا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ درخت کی کسی شاخ کے چاروں طرف اس طریقے سے بنایا

جاتا ہے۔ کہ درخت کی شاخ چھتّے کے اندر سے ہو کر گذرتی ہے۔ بس اسی کے سہارے چھتہ ٹکا رہتا ہے۔ اس کے چاروں طرف کمرے بنائے جاتے ہیں۔ جنہیں بعد میں گتّے کے غلاف سے ڈھک دیا جاتا ہے۔ یہ گتّا کچھ زیادہ مضبوط نہیں ہوتا۔

درمیان کے کمرے بڑے اور ارد گرد کے چھوٹے ہوتے ہیں۔ نیچے والے پتلے سرے میں ایک سوراخ ہوتا ہے۔ جو دروازے کا کام دیتا ہے۔ شاخ جس کے سہارے چھتہ بنایا جاتا ہے ہمیشہ آڑی ہوتی ہے۔ سیدھی یا کھڑی نہیں ہوتی۔ چھتّے کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے بیرونی خول سے اندر کی شاخ تک گتّے کے کئی کھمبے یا ستون بھی بنائے جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی چھتہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ اس قسم کی بعض بھڑیں کھڑی شاخ پر بھی چھتہ بناتی ہیں۔ جس کے چاروں طرف اُن کے کمرے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

پتّوں کے نیچے چھتّے بنانے والی بھڑیں

اس قسم کی بھڑیں جنوبی امریکہ میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مشرقی جزائر میں بھی کبھی کبھی نظر آتی ہیں۔ ان کی بہت سی قسمیں پتّوں پر اپنے چھتّے بناتی ہیں۔ چھوٹی پتّیوں

پر چھوٹے اور بڑے پتّوں پر بڑے چھتّے بنتے ہیں + ان کے اکثر چھتّے صرف ایک ہی کمرے کے ہوتے ہیں۔ہاں جو چھتّے بڑے پتّوں پر بنائے جاتے ہیں ۔ان میں ایک سے زیادہ کمرے بھی ہوتے ہیں + چھتّے عموماً پتّوں کے نیچے کی طرف بنائے جاتے ہیں ۔تاکہ دھوپ اور بارش کا بچاؤ رہے + ہر ایک چھتّہ پتلے کاغذ کے غلاف سے بھی ڈھکا رہتا ہے +

بڑے بڑے چھتّے بنانے والی بھڑیں

ایک اور قسم کی بھڑیں بھی ہوتی ہیں۔ جو اسی نسل سے تعلّق رکھتی ہیں۔ لیکن وہ عام طور پر بہت بڑے بڑے چھتّے بناتی ہیں جو چار سے پانچ فٹ تک لمبے اور ایک دو فٹ چوڑے ہوتے ہیں۔ ان کے ایک ایک چھتّے میں ہزارہا کمرے یا کوٹھڑیاں ہوتی ہیں + چھتّے کے اوپر سُرخ رنگ کے کُھردرے گتّے کا ڈھکنا ہوتا ہے + چھتّہ اوپر سے کم چوڑا ہوتا ہے۔ مگر نیچے کی طرف بتدریج چوڑائی میں بڑھتا جاتا ہے + جب اُنہیں چھتّے کو بڑا کرنا منظور ہوتا ہے۔ تو یہ ڈھکنے کے اوپر چاروں طرف نئے کمرے بنا لیتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اوقات ان کے چھتّوں میں کئی کئی غلاف بھی پائے جاتے ہیں +

ایک قسم کی بھڑیں وسط امریکہ میں پائی جاتی ہیں۔ ان

گے چھتے تمام بھڑوں کے چھتوں سے عجیب و غریب ہوتے
ہیں ۔ اس ملک کے سائنس دانوں کی رائے ہے ۔ کہ وہ اپنے
چھتے اَور بھڑوں کی طرح لکڑی کے بُرادے سے نہیں ۔ بلکہ
ایک خاص جانور کے گوبر سے بناتی ہیں + یہ چھتے درختوں
پر لٹکا کرتے ہیں ۔ مگر زیادہ بلندی پر نہیں ہوتے ۔ شاید ہی
کوئی ایسا چھتہ ملے ۔ جو زمین سے تین فٹ سے زیادہ بلندی
پر ہو + اوپر سے دیکھنے میں صرف خول ہی خول نظر آتا ہے +
یہ خول بھی بہت ہی عجیب و غریب ہوتا ہے + اس میں کاغذ
کی بے شمار تہیں ہوتی ہیں ۔ مگر وہ اس خوبی سے آپس میں جُڑی
رہتی ہیں ۔ کہ غور سے دیکھنے پر بھی نظر نہیں آتیں +

اور سب سے عجیب بات یہ ہوتی ہے ۔ کہ خول یا
غلاف کے اوپر ہزاروں چھوٹے چھوٹے کانٹوں کی طرح
کے دانے سے اُبھرے ہوتے ہیں ۔ چھتے کے اوپر کی
طرف ان کی تعداد کم اور درمیان میں اور نیچے زیادہ ہوتی ہے +
ایک بات اَور بھی ہے ۔ کہ چھتے کے اندر جس ترتیب سے
کمرے بنے ہوتے ہیں ۔ قریب قریب وہی ترتیب ان دانوں
کے غلاف پر پائی جاتی ہے + ہم یہ ٹھیک نہیں بتلا سکتے
کہ ان کے بنانے کا مقصد کیا ہے ۔ مگر قیاس کیا جاتا ہے ۔
کہ چھتوں کو دوسرے جانوروں کے حملوں سے بچانے

Taj Tahir Foundation

کے لئے ہی یہ ترکیب عمل میں لائی جاتی ہے + کیا عجب کہ
چھتّوں کے نیچے ہونے کے باعث جنگل کے چرند پرند شہد
کے لالچ سے اُن پر دھاوا بول دیتے ہوں۔ چنانچہ ان سے
بچاؤ کی خاطر چھتے اس ڈھنگ سے بنائے جانے لگے ہوں
کہ کوئی جانور اُنہیں کھانا چاہے۔ تو بآسانی ہضم نہ کر سکے +
چھتہ اتنا بڑا ہوتا ہے۔ کہ اس میں آنے جانے کا اگر ایک
ہی راستہ ہوتا۔ تو بہت دِقّت پڑتی۔ اس لئے اس میں جا بجا
بے شمار چھوٹے چھوٹے سوراخ بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو
دروازے کا کام دیتے ہیں۔ اور ہر وقت کھُلے رہتے ہیں + ان
سوراخوں کی راہ برسات کا پانی چھتے کے اندر داخل ہو کر نقصان
نہیں پہنچا سکتا + ان دانوں سے اس بات کا بھی بچاؤ
رہتا ہے۔ کہ اوپر سے جو پانی گرتا ہے۔ وہ ان دانوں کے
باعث سوراخوں میں سے ہو کر چھتے کے اندر نہیں جانے پاتا۔
بلکہ اِدھر اُدھر بہ جاتا ہے۔ مگر ان دانوں کے بنائے جانے
کا صرف یہی ایک مقصد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ سوراخوں کے
پاس تو ہوتے ہی ہیں۔ ساتھ ہی اَور جگہ بھی ہوتے ہیں +
چھتے کے اندر کی بناوٹ بہت سیدھی سادی ہوتی ہے
اندر کاغذ کا ایک گولا سا ہوتا ہے۔ اسی کو چھتے کی جڑ یا بنیاد
سمجھو۔ اس کے چاروں طرف کمرے دائرے کی شکل میں

بنے ہوئے ہوتے ہیں +

شہد والی بھڑیں

بھڑوں کی بعض قسمیں ایسی بھی ہیں - جو شہد جمع کرتی ہیں - مگر اس بات کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگانا مشکل ہے - کہ یہ بھڑیں شہد کی مکھیوں کی طرح پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں - یا کسی دوسری طرح + بھڑوں کے بہت سے چھتوں میں کبھی کبھی شہد کا ذخیرہ پایا گیا ہے - بعض عالموں کی رائے ہے - کہ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا - کہ بھڑیں شہد جمع کرتی ہیں + اُن کا خیال ہے کہ ممکن ہے - بھڑیں کبھی کبھی شہد کی مکھیوں کے چھتوں پر دھاوا بول دیتی ہوں - اور شہد لوٹ لاتی ہوں + ممکن ہے - اُن کا یہ خیال صحیح ہو - اور یہ وہی شہد ہو - مگر ہماری رائے اس کے خلاف ہے - بھڑوں کے چھتوں میں میٹھے شہد کے علاوہ کبھی کبھی کڑوا اور زہریلا شہد بھی پایا گیا ہے - اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کڑوا شہد بھی کیا شہد ہی کی مکھیوں کا ہوتا ہے ؟ جہاں تک ہمیں علم ہے - آج تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکا - کہ شہد کی مکھیاں تلخ شہد بھی تیار کرتی ہیں - ایسی حالت میں اگر ہم اسے بھڑوں ہی کا شہد سمجھ لیں - تو غیر مناسب نہ ہوگا +

"نیکرٹینیا" نام کی بھڑیں جو شہد جمع کرتی ہیں - جنوبی اور وسط

امریکہ کے جنگلوں میں ان کے چھتّے کثرت سے ملتے ہیں۔ یہ ہمیشہ دائرہ کی شکل کے ہوتے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں زمین کے بہت نزدیک ٹنگے رہتے ہیں۔ ان کے بنانے میں بھڑیں کاغذ تو کام میں لاتی ہی ہیں۔ ساتھ ہی اُن پتّوں اور ٹہنیوں کو بھی چھتّوں سے جوڑ لیتی ہیں۔ جو اُن کے آس پاس ہوتے ہیں۔

ایک ایک چھتّے میں کئی کئی خانے ہوتے ہیں۔ پہلے چند کمرے بنا کر یہ اُنہیں خول سے ڈھک دیتی ہیں۔ یہ سب سے اندر والا پرت ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس ڈھکنے پر دوسرے کمرے تعمیر کرتی ہیں۔ اور انہیں دوسرے خول یا غلاف سے بند کر دیتی ہیں۔ یہ دوسرا پرت ہوتا ہے۔ اسی قسم کے کوئی پانچ چھ پرت ہوتے ہیں۔ ایک پرت سے دوسرے میں جانے کے لئے سوراخ ہوتے ہیں۔ یہ سوراخ ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہیں ہوتے۔ شاید اس لئے کہ دوسرے کیڑے مکوڑے اندر نہ گھسنے پائیں۔ ہر ایک اندر والے پرت کا سوراخ اس کے اوپر والے سوراخ سے کچھ نیچے ہوتا ہے ایک پرت سے اس کے قریب والے پرت میں جانے میں تو دِقّت نہیں ہوتی۔ مگر جب کئی کئی پرتوں کو پار کرنا پڑتا ہے۔ تو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ اس دِقّت کو رفع کرنے کی غرض

Taj Tahir Foundation

سے ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ تک جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر ایک چھتّے میں اندر سے لے کر باہر تک ایک زینہ ضرور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور بھی کئی سوراخ ہوتے ہیں۔ جو کسی حد تک باہر نکلنے اور اندر جانے کے راستوں کا کام دیتے ہیں۔

Taj Tahir Foundation

چھٹی فصل

ٹڈی کی کہانی

ٹڈی تتلی کی قسم کا ایک چھوٹا سا پردار کیڑا ہوتا ہے۔ لیکن اُس سے کسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ اس میں اور تتلی میں سب سے بڑا فرق یہی ہے۔ کہ اس کے سُرخ اور بھورے پروں میں تتلی کے پروں سی چمک اور خوبصورتی نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے پروں کو خدا نے عجیب وغریب طاقت بخشی ہے۔ ایک اُڑان میں کئی کئی میل طے کرلینا۔ اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ان ننھے جانوروں میں سب سے زیادہ تعریف کے قابل بات یہ ہے۔ کہ یہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں اکٹھے رہتے ہیں۔

انسان ٹڈیوں کو خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ عرب کے باشندے انہیں اُبال کر یا بھون کر بڑی رغبت سے

Taj Tahir Foundation

کھاتے ہیں۔ ہندوستانی آبادکار بھی ٹڈیوں کو کھاتے ہیں۔ گورے آبادکار انہیں صابن بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ کلکتہ میں خشک ٹڈیوں کو لذیذ ترین کھانا سمجھا جاتا ہے ÷

ولایت والوں نے اب ان کا تیل نکالنا شروع کر دیا ہے۔ یہ تیل ہوائی جہاز کے انجن کے لئے بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے جنوبی افریقہ والے انہیں پکڑ پکڑ کر ہالینڈ بھیج رہے ہیں۔ تقریباً اٹھارہ ٹن وزنی ٹڈیوں کے بورے پہلی مرتبہ ڈربن سے بھیجے گئے ÷

سب کیڑے مکوڑوں میں ٹڈی سب سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ ٹڈی دل سے جو بے انتہا نقصان لوگوں کو پہنچتا ہے۔ اس کا ذکر انجیل میں بھی آتا ہے۔ ٹڈیاں جیتے جی تو مصیبت کا باعث ہوتی ہی ہیں۔ مرنے کے بعد بھی انسانوں کو آرام نہیں لینے دیتیں۔ ان کی لاشیں آفتاب کی تمازت سے سڑ کر طرح طرح کی زہریلی ہوائیں پیدا کرتی ہیں۔ جس سے وبا پھیلتی ہے۔ اور ہزاروں انسان ہلاک ہو جاتے ہیں ÷

ٹڈی یا بہروپیا؟

رنگ بدل کر گھاس پھوس وغیرہ میں چھپ جانے والے کیڑے کو بہروپئے کیڑے کہہ سکتے ہیں۔ گرگٹ میں یہ خاصیت

ہوتی ہے۔ کہ اپنا رنگ فوراً بدل لیتا ہے+ ٹڈی میں اس قدر جلد رنگ بدلنے کی طاقت تو نہیں۔ لیکن مختلف موسموں کے مطابق اُس کے رنگ میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے+ برسات کے دنوں میں جب ہر طرف ہریاول نظر آتی ہے۔ اس کا رنگ بھی ہرا ہوتا ہے+ کاتک میں وہ پکی ہوئی گھاس کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اور چیت بیساکھ میں مٹیالے رنگ کی ہو جاتی ہے+

اس طرح رنگ بدلنے سے اس کو یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ وہ بغیر کسی کوشش کے اپنے تئیں چھپا سکتی ہے۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بچ جاتی ہے+ اس کے پر دیکھ کر یہ دھوکا ہوتا ہے۔ کہ دو سبز اور ملائم سے پتے شاخ سے ابھی نکلے ہیں۔ برسات کے موسم میں جب ٹڈی کسی ٹہنی پر بیٹھی ہوتی ہے۔ فوراً پہچان لینا مشکل ہے+

انڈے بچے

مادہ ٹڈی زمین میں گڑھے کھود کر انڈے دیتی ہے۔ اس کے جسم کے پچھلے حصے میں ایک سینگ کی مانند سخت نوک سی ہوتی ہے۔ ٹڈی اسی نوک سے زمین کھودتی ہے+ ٹڈی جو سوراخ بناتی ہے۔ بہت بڑا نہیں ہوتا۔ اگر تم اپنی پنسل کو ایک انچ کی

گہرائی تک زمین میں گاڑ دو۔ تو ویسا ہی سوراخ بن جائے گا +
اس کے بعد وہ اس بل میں انڈے دینا شروع کرتی ہے۔ اور
پاس پاس اتنے انڈے رکھتی ہے۔ کہ ہوتے ہوتے سوراخ
بھر جاتا ہے + پھر وہ اس پر ایک قسم کی لیس دار چیز ڈال دیتی ہے
جو سارے انڈوں کو ایک دوسرے سے چپکا دیتی ہے +

انڈے دینے کا موسم وہی ہے۔ جب گرمیوں میں مینہ برسنے کے بعد زمین میں نمی رہتی ہے۔ یعنی برسات کا آغاز + راجپوتانہ اور صوبہ شمال مغربی سرحد کی ٹڈیاں عموماً جون کے آخر یا جولائی کے شروع میں انڈے دیتی ہیں۔ مگر کہیں کہیں برسات کے آخر تک بھی دیتی دیکھی گئی ہیں +

اگر زمین کھود کر ٹڈی کے انڈوں کو باہر نکالو۔ تو ان کی شکل و صورت پوٹلی جیسی نظر آئے گی۔ ایک پوٹلی میں پچاس سے سو تک انڈے ہوتے ہیں۔ انڈے کوئی بیس بائیس دن تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔ پھر اُن میں سے ہرے ہرے رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے نکلتے ہیں۔ یہ آہستہ آہستہ سوراخ سے باہر آتے ہیں۔ اس کے بعد چند ہی گھنٹوں میں اُن کی ہری کھال اُتر جاتی ہے۔ اور یہ سیاہ رنگ کے نظر آنے لگتے ہیں + جب بچے انڈوں سے نکلتے ہیں۔ تو ان کی صورت بڑی ٹڈی کے مانند ہوتی ہے۔ فقط پر نہیں ہوتے +

Taj Tahir Foundation

یہ بچے لشکر بنا کر چلتے ہیں۔ تو سیدھے چلے جاتے ہیں۔ اِدھر اُدھر بالکل نہیں مُڑتے۔ اور راستے میں کہیں ہریاول کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتے۔ یہ غضب کے پیٹو ہوتے ہیں۔ صرف جلد بدلتے وقت ذرا کم کھاتے ہیں۔

یہ رفتہ رفتہ بڑے ہوتے ہیں۔ اور اس اثنا میں کئی بار چولا بدلتے ہیں۔ پھر یہ گلابی رنگ کے کیڑے بن جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ پر بھی نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پَر نکلتے ہی ہوا میں اُڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ انڈے سے نکلنے کے قریباً ایک ماہ بعد وہ اُڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

سفر

اتنے چھوٹے جانور ہوا میں جس تیزی سے جاتے ہیں۔ اسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ یہ سینکڑوں میل کا سفر مزے سے کر سکتے ہیں۔ ایک دن میں پچاس پچاس میل طے کر جانا تو ان کے لئے کچھ بات ہی نہیں۔ ۱۸۶۹ء میں انگلستان میں ایک نہایت زبردست ٹڈی دل آیا تھا۔ تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ یہ افریقہ کے مشرقی ساحل سے آیا تھا۔ اگر یہ اندازہ صحیح ہو تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ٹڈی متواتر کئی دن اور کئی رات بغیر کھائے پیئے یا آرام کئے اُڑنے کی طاقت رکھتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

ٹڈیاں چلتی چلتی سمندر کے پار جا پہنچتی ہیں۔ ایک دفعہ وہ بحیرہ اٹلانٹیک میں خشکی سے بارہ سو میل کے فاصلہ پر اور سطح آب سے پانسو فٹ اونچی دیکھی گئی تھیں ؎

اُڑتے وقت کبھی تو یہ سطح زمین کے بہت نزدیک آ جاتی ہیں۔ اور کبھی بہت بلند ہو جاتی ہیں۔ مگر عموماً پانسو فٹ سے زیادہ بلندی پر نہیں جاتیں۔ اور وقتاً فوقتاً نیچے اُترتی رہتی ہیں ۔ دور سے ٹڈی دل ایسا نظر آتا ہے۔ جیسے آسمان پر کالی گھٹا گھر آئی ہو۔ میلوں تک ایک چادر سی تن جاتی ہے ۔ بعض اوقات ٹڈی دل اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ کہ سورج تک چھپ جاتا ہے۔ اور ان کے پروں کا شور سن کر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بڑا چوڑا اور تیز رفتار دریا ٹھاٹھیں مارتا چلا آ رہا ہے ؎

ایک وقت میں ان کا سفر پانسو میل سے لے کر پندرہ سو میل تک کا ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ تھوڑی دور اُڑنے کے بعد پڑاؤ ڈال دیتی ہیں۔ جس جگہ جا ٹھہرتی ہیں۔ وہاں کی ساری فصلیں تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہیں ۔ پٹو ایسی ہوتی ہیں۔ کہ بڑے بڑے ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے کھیت آن کی آن میں چٹیل میدان ہو جاتے ہیں۔ کہیں ایک پتہ تک باقی نہیں رہتا ۔ جس کھیت پر ایک دفعہ اُترتی ہیں۔ اُسے بالکل صفاچٹ کر کے رکھ دیتی ہیں ۔ جب ایک مقام کی فصلیں

Taj Tahir Foundation

تباہ کر چکتی ہیں۔ تو آگے بڑھتی ہیں۔ اور وہاں پھر ایسا ہی کرتی ہیں + کسان جتنا ٹڈی دَل سے ڈرتے ہیں۔ اُتنا شاید اَور کسی جانور سے نہیں ڈرتے + ٹڈیاں جھاڑیوں اور درختوں پر رات کو بسیرا لیتی ہیں۔ اور دن نکلتے ہی کوچ کر دیتی ہیں + ٹڈیوں کو کھانے اور اُڑنے کے سوا دُنیا میں شاید اَور کوئی کام ہی نہیں ہے +

ٹڈی دَل اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ کہ ان کی لمبائی چوڑائی کا صحیح اندازہ لگانا بھی ہمارے لئے بہت مشکل ہے + بعض اوقات تیز ہوا کے جھونکے ٹڈی دل کو ڈھکیل کر سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر کا ذکر ہے۔ جنوبی افریقہ میں ایک نہایت خوفناک ٹڈی دَل آیا۔ جو دو ہزار مربع میل میں پھیلا ہوا تھا + اتفاق سے اسی وقت ایک بڑے زور و شور کا طوفان اُٹھا۔ اور ٹڈی دل کو سمندر کی طرف ڈھکیل لے گیا۔ اس میں اتنی ٹڈیاں ڈوب گئیں۔ کہ جب سمندر کی موجوں نے انہیں ساحل پر پھینکا۔ تو ان کی لاشوں سے چار پانچ فٹ بلند اور پچاس میل لمبا کنارہ بن گیا +

ٹڈیاں کیوں اُڑتی ہیں؟

اپنی جگہ سے ٹڈیاں ہمیشہ ایک ہی رُخ کو اُڑتی ہیں۔ ان کے اُڑنے کے بھی خاص خاص موسم مقرر ہوتے ہیں۔

سائنس دان ایک عرصے سے اس بات کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ٹڈیاں اتنے دور دراز مقامات کے سفر کیونکر کرتی ہیں + مگر اب تک اُن کی کوششوں کا کچھ نتیجہ نہیں نکلا + ان میں سے بعض کا خیال ہے۔ کہ جہاں ٹڈیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ مقامات عام طور پر بنجر ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں کھانے کی تلاش میں دُور دُور سرسبز و شاداب علاقوں میں جانا پڑتا ہے + اگر ان کا یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ٹڈیوں کی بعض اقسام ایسی بھی تو ہیں۔ جو ہرے بھرے ملکوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو تو کھانے پینے کی کچھ کمی نہیں ہوتی۔ پھر وہ کیوں اتنے لمبے لمبے سفر کرتی ہیں؟ اس کا کوئی تسلّی بخش جواب نہیں ملتا + بعض عالموں کی یہ بھی رائے ہے۔ کہ کُرّہ ہوائی میں جو تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ وہی ان کے سفر کرنے کا باعث ہیں + مگر وہ تبدیلیاں کیا ہیں۔ اور اس ننھی مُنّی مخلوق پر اپنا اثر کس طرح ڈالتی ہیں۔ اس کا پھر کوئی جواب نہیں ملتا۔ اور آخر یہی کہنا پڑتا ہے۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے +

سفر کرتے وقت ان کی راہ میں ہزاروں رکاوٹیں آئیں۔ مگر یہ ہرگز کسی کی پروا نہیں کرتیں۔ رُکنا یا ٹھہرنا تو درکنار ذرا سا رُخ بدلنا بھی اُنہیں نہیں آتا + ٹڈیاں اپنی دُھن کی بڑی پکّی ہوتی ہیں۔ بہت

Taj Tahir Foundation

سی جگہ لوگ انہیں بھگانے کے لئے کھائیاں اور خندقیں کھودتے آگ جلاتے۔ اور زور زور سے ڈھول بجاتے ہیں۔ کھائیاں ان سے بھر جاتی ہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں یہ آگ میں جل مرتی ہیں۔ ہوتے ہوتے ان کے لگاتار حملوں سے آگ بھی بجھ جاتی ہے۔ مگر کیا مجال جو یہ ٹس سے مس بھی ہو جائیں۔ ڈھول بجنے اور ان کے دل میں سواروں کی تیزی سے دوڑنے کی بھی یہ مطلق پروا نہیں کرتیں۔

یہ اتنی تیزی سے پودوں اور فصلوں کو تباہ کر دیتی ہیں۔ کہ یقین آنا مشکل ہے۔ کہتے ہیں۔ امریکہ کے ایک تمباکو کے کاشتکار نے اپنے مکان کے آس پاس کے کھیتوں میں ایک دفعہ چالیس ہزار پودے تمباکو کے لگائے تھے۔ مکان کے قریب فصل بونے کی غرض ہی یہ تھی۔ کہ اس کی بخوبی نگہبانی کی جا سکے۔ ایک روز دیکھا گیا ہے کہ ٹڈیاں اس کے کھیتوں کا رخ کئے اڑی چلی آ رہی ہیں۔ کسان اپنے نوکروں چاکروں سمیت بے تحاشا کھیتوں کی طرف دوڑا۔ مگر بیس ہی سیکنڈ کے اندر کھیتوں میں کہیں ایک سبز پتی بھی باقی نہ رہی۔

ٹڈیوں کے تواریخی حملے

تواریخ میں بھی ٹڈیوں کے خوفناک حملوں کے بعض نہایت

عجیب و غریب اور دلچسپ حالات درج ہیں + کہتے ہیں -

۵۱۹ء میں اٹلی میں ایک بڑا بھاری ٹڈی دَل آیا تھا۔ جس سے ملک کو بے انتہا نقصان پہنچا + لوگوں نے انہیں ایک بہت بڑی تعداد میں مار مار کر سمندر میں پھینک دیا + کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اس کے بعد ساحل سمندر کے ساتھ سارے علاقہ میں ایسی بدبو اور وبا پھیلی - کہ لاکھوں انسان اور حیوان موت کے گھاٹ اُتر گئے +

۱۴۷۸ء میں وینس کے اردگرد ایک ایسا زبردست ٹڈی دَل آیا - کہ فصلیں بالکل تباہ و برباد ہوگئیں - اور ملک میں ایسا عالمگیر اور شدید قحط پڑا - کہ کچھ نہ پوچھو - ایک تہائی لاکھ کے قریب آدمی بھوکے مر گئے + میجر مور ہندوستانی فوج کے ایک افسر گذرے ہیں - انہوں نے مہاراشٹر کے علاقے کے ایک ٹڈی دَل کے حملے کا حال یوں بیان کیا ہے :-

"اُن کے دَل کی لمبائی پانچ سو میل سے کم نہ ہوگی - اور وہ اس قدر گھنا تھا - کہ اس کے پیچھے آفتاب بالکل اسی طرح چھپ گیا - جیسے پورے گرہن کے وقت چھپ جایا کرتا ہے + سورج ڈوب جانے کے بعد جس طرح کسی چیز کا عکس نہیں پڑتا - ویسے ہی اس وقت بھی عکس پڑنا بند ہوگیا تھا + یہ ٹڈیاں سرخ رنگ کی تھیں - اور اُنہوں نے لوگوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا" +

Taj Tahir Foundation

ٹڈیوں سے فصلوں کا بچاؤ

ٹڈیوں سے فصلوں کی حفاظت کرنے کے لئے بڑی بڑی ترکیبیں عمل میں لائی جاتی ہیں + ۱۸۸۱ء تک ٹڈیاں جزیرہ سائپرس میں بڑی آفت ڈھاتی رہیں - جب لوگ بہت ہی تنگ اور عاجز آ گئے - تو دو عقلمند آدمیوں نے ٹڈیوں کے طور طریقوں کا نہایت غور و خوض سے مطالعہ کرنے کے بعد اُن کے دفعیہ کی ایک عجیب و غریب ترکیب نکالی - انھوں نے کھیتوں کے چاروں طرف کرمچ کی لمبی لمبی قناتیں کھڑی کر دیں - اور اُن کے اوپر موم جامہ کے ٹکڑے لگا دیئے - قناتوں کی جڑوں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گہری خندقیں کھودی گئیں + ٹڈیاں قناتوں پر چڑھتی تھیں - مگر چونکہ وہ چکنی سطح پر نہیں چل سکتیں - اس لئے جونہی موم جامے پر پاؤں رکھتی تھیں - پھسل کر خندقوں میں جا گرتی تھیں + ان خندقوں میں بھی اندر کی طرف نہایت چکنی اور صاف جست کی چادریں لگی ہوئی تھیں - تاکہ ایک بار جو ٹڈی اندر گر پڑے پھر باہر نہ نکل سکے + انھوں نے ۵۰۰۰۰ گز کرمچ کے پردے بنائے تھے - اور ۲۶۰۰۰ خندقیں کھودی تھیں - اس ترکیب سے پہلے سال میں ۲۱۴۰۰۰۰۰۰۰۰ اور دوسرے سال میں ۵۶۰۰۰۰۰۰ ٹڈیاں تلف کیں + اس میں شک

Taj Tahir Foundation

نہیں۔ کہ خرچ تو ضرور بہت ہوا لیکن ٹڈیوں کے ہلاک کرنے اور ان کے جور وستم سے بچنے کا ایک طریقہ معلوم ہو گیا ؛

ٹڈیوں کی بڑی بڑی قسمیں

لو آؤ اب ہم تمھیں ٹڈیوں کی چند بڑی بڑی اقسام کا حال سنائیں۔ ٹڈی کی قسمیں پانچ سو سے زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن صرف چار ہی بڑی بڑی قسمیں مشہور ہیں + بعض ٹڈیاں ½ انچ سے بڑی نہیں ہوتیں۔ اور بعض پانچ پانچ انچ لمبی ہوتی ہیں۔ بعض پَر دار ہوتی ہیں۔ بعض بے پَر۔ ٹڈیاں ریتیلے میدانوں اور پہاڑی علاقوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں ؛

وسط ایشیا کی ٹڈی

سب سے مشہور وسط ایشیا کی ٹڈی ہے۔ جو ایشیا اور یورپ دونوں براعظموں میں کثرت سے پائی جاتی ہے + یورپ میں ٹڈی کے حملوں کے جو واقعات مشہور ہیں۔ وہ اسی قسم کی ٹڈی سے تعلق رکھتے ہیں + اس کے حملے مشرقی یورپ اور جنوبی روس میں اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ اور یوں تو مار دھاڑ کرتی کرتی بعض اوقات افریقہ تک بھی پہنچ جاتی ہے + مگر اس کا اصلی وطن ایشیا ہے۔ اور یہیں کے بنجر میدانوں میں یہ پیدا ہوتی اور

Taj Tahir Foundation

انڈے بچّے دیتی ہے + مادہ کے جسم کا پچھلا حصہ اس قدر سخت ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کی مدد سے نہایت آسانی سے زمین میں گڑھا کھود لیتی ہے۔ اور اس میں انڈے دیتی ہے + انڈوں سے جو بچے نکلتے ہیں۔ وہ ابھی اچھی طرح بڑے بھی نہیں ہوتے کہ حملے شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ اس حالت میں اس قدر ضرر رساں نہیں ہوتے۔ جتنے پَر نکلنے کے بعد ہوتے ہیں +

اس نسل کی ٹڈیاں کتنی بڑی بڑی تعداد میں اکٹھی نکلتی ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے + ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک روسی پلٹن ترکمانیہ میں سے ہو کر جا رہی تھی۔ کہ ٹڈی دَل آگیا۔ اور پلٹن کو چاروں طرف سے ایسی بُری طرح سے گھیر لیا۔ کہ غریب سپاہیوں کے لئے ایک قدم بھی آگے بڑھنا قطعی ناممکن ہو گیا۔ پلٹن محصور ہو گئی۔ اور پورے اڑتالیس گھنٹے تک اسی مقام پر رُکی رہی + دوسرے دن جب ارد گرد کے دیہات کے لوگوں نے آکر ٹڈیوں کو مارا۔ اور کھاد کے طور پر استعمال کرنے کے لئے گٹھڑیاں باندھ باندھ کر انہیں اپنے اپنے گاؤں کو اُٹھا لے گئے۔ تو کہیں جا کر فوج کو اُن کے پنجے سے چھٹکارا نصیب ہوا +

دوسری قسم کی ٹڈی دنیا بھر میں قریب قریب ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ یورپ کے سوا باقی ہر جگہ ایشیا۔ افریقہ اور امریکہ میں

Taj Tahir Foundation

بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ ان کے رہنے اور انڈے دینے کا خاص مرکز کون سا ہے + یہ وسط ایشیا کی ٹڈی سے ذرا بڑی ہوتی ہے ؛

چھوٹی ٹڈی

ایک چھوٹی نسل کی ٹڈی بھی ہوتی ہے۔ جس کا اصلی وطن شمالی امریکہ ہے۔ کوہستان راکی اس کا سب سے بڑا مرکز ہے + یہ ٹڈی سب سے چھوٹی ہے۔ مگر جتنی چھوٹی ہے۔ اتنی ہی کھوٹی ہے + فصلوں کو تباہ و برباد کرنے میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتی + ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مغربی علاقوں کے کسان اس کے ہاتھوں ہمیشہ ہی نالاں رہتے ہیں۔ اور اب بھی جب کہ امریکہ نے علوم و فنون اور سائنس میں ایسی حیرت انگیز ترقی کرلی ہے۔ اور کھیتوں کی پیداوار کو کئی گنا بڑھانے اور فصلوں کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھنے کے سینکڑوں نئے نئے طریقے معلوم کرلئے ہیں۔ لوگ اس سے تھوڑے بہت پریشان ضرور رہتے ہیں + یہ ٹڈی بڑے بڑے لمبے چوڑے ہرے بھرے کھیتوں اور لہلہاتے سبزہ زاروں کو سیکنڈوں میں چٹیل میدان بنا دیتی ہے ؛

عرب کی ٹڈی

عرب کی ٹڈی سُرخی مائل بھوری رنگت کی ہوتی ہے۔ موٹائی اور لمبائی میں آدمی کی چھوٹی اُنگلی سے بڑی نہیں ہوتی۔ بعض بعض قبیلوں کے لوگ انہیں کھاتے بھی ہیں + جب ٹڈیاں نظر آتی ہیں۔ تو ہر طرف ٹڈی! ٹڈی! کا شور بلند ہو جاتا ہے۔ اور سب انہیں پکڑنے دوڑتے ہیں۔ وہ انہیں خشک کر رکھتے ہیں۔ اور اُبالتے یا بھون کر کھاتے ہیں +

دشمنوں سے بچ نکلنے والے ٹڈے

ایک قسم کا ٹڈا ہوتا ہے۔ جو اپنے دشمنوں سے اپنی حفاظت بڑے عجیب و غریب طریقے سے کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ تالاب۔ ندی۔ دریا یا چشمے وغیرہ کے قریب پایا جاتا ہے۔ جب اس کا دشمن اس پر دھاوا کرتا ہے۔ اس وقت وہ پانی میں کود جاتا ہے۔ اور جب تک اس کا دشمن واپس نہیں چلا جاتا۔ اس وقت تک وہ پانی میں ہی ٹھہرا رہتا ہے +

گانے بجانے والے ٹڈے ٹڈیاں

ٹڈوں کو گاتے عموماً سبھی لوگوں نے سنا ہوگا۔ یہ کھیتوں اور

گھاس کے میدانوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ ان کی لمبی لمبی ٹانگوں کے اندر جو بازو ہوتے ہیں۔ اُن پر چھوٹی چھوٹی گانٹھوں کی ایک قطار بنی ہوتی ہے۔ یہ کیڑا جب گانا بجانا چاہتا ہے۔ اس وقت اپنے پنکھوں کے کناروں کو ان گانٹھوں سے رگڑتا ہے۔ اس سے بڑی تیز آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہی اس ٹڈے کا گانا بجانا سمجھو۔

ٹڈوں کا رنگ گھاس کے رنگ سے اس قدر ملتا جلتا ہے۔ کہ اُن کا گانا سُنتے رہنے پر بھی یہ پتہ نہیں لگ سکتا۔ کہ وہ کہاں پر ہیں۔ اگر وہ نظر آ بھی جاتے ہیں۔ تو پلک جھپکتے ہی وہاں سے رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ وہ اُچکنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں۔ یا نہیں۔ مگر کبھی کبھی ان کی کوئی کوئی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ضرور ملتی ہے۔

ایک قسم کے ٹڈے کئی رنگوں کے ہوتے ہیں۔ اس نسل کے نر ٹڈے تو معمولی ہرے رنگ کے ہی ہوتے ہیں۔ مگر مادہ ٹڈیاں سفید اور سُرخ چتی دار ہرے رنگ کی ہوتی ہیں۔ نر ٹڈا گا بجا سکتا ہے۔ مگر مادہ ٹڈی کے پاس گانے بجانے کا ساز وسامان ہی نہیں ہوتا۔

ایک اَور قسم کی ٹڈیاں بھی ہوتی ہیں۔ جن کی صورت شکل

Taj Tahir Foundation

اِن ٹڈّوں سے نہیں ملتی ۔ یہ بڑی نازک ہوتی ہیں ۔ یہ بھی گاتی ہیں ۔ مگر ان کا سُر پہلی قسم کی ٹڈیوں سے مختلف ہوتا ہے ۔ ان کے ایک پنکھ میں سارنگی اور دوسرے میں کمانیاں سی بنی ہوتی ہیں ۔ چنانچہ یہ اپنے دونوں پنکھوں کو ہی رگڑ کر گاتی ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ بعض لوگوں کو ان کا گانا اتنا اچھا لگتا ہے ۔ کہ وہ انہیں پرندوں کی طرح پالتے ہیں ۔

ٹڈیوں کی ایک اَور نسل بھی ہے ۔ اس نسل کی ٹڈیاں درختوں کی چوٹیوں پر بیٹھی رہتی ہیں ۔ اور سب مل کر بڑے زور سے رات دن گاتی رہتی ہیں ۔ مگر رات کو وہ اپنا سُر بدل دیتی ہیں ۔ یعنی جس سُر میں وہ دن میں گاتی رہتی ہیں ۔ اُسی سُر میں رات کو نہیں گاتیں ۔

بعض ٹڈیوں میں یہ عجیب عادت پائی جاتی ہے ۔ کہ وہ اپنے پنجے چاٹتی اور مونچھوں کو چکنا کرتی رہتی ہیں ۔

ایک عجیب قسم کے ٹڈّے

امریکہ کی ریاست کینٹکی میں ایک مشہور و معروف غار ہے جس کا نام "سیمتھ" ہے ۔ یہ غار دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے ۔ اس غار میں ایک قسم کے ٹڈّے بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ ان کی ٹانگیں اتنی لمبی ہوتی ہیں ۔ کہ ان میں اور مکڑیوں میں کچھ فرق نہیں

Taj Tahir Foundation

معلوم ہوتا + یہ ٹڈے اس غار کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں جب یہ مرتے ہیں۔ تو دیوار پر یا چھت کے ساتھ جہاں یہ مرنے سے پہلے بیٹھے ہوں۔ اُن کی نعشیں چمٹی رہتی ہیں۔ اور تھوڑی دیر میں اُن پر ایک قسم کی روئیدگی اُگ آتی ہے۔ جو اُنہیں چاروں طرف سے چھپا لیتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا لمبی لمبی ٹانگوں والی چونے کی گولیاں دیوار پر لگی ہیں + غار میں جاؤ۔ تو ہر طرف اس قسم کی کروڑوں گولیاں نظر آئیں گی +

ہندوستان میں ٹڈیوں کا مرکز

ہمارے ملک میں ٹڈیوں کے دو بڑے بڑے مرکز ہیں۔ ایک تو شمال میں صوبہ سرحدی سے لے کر راجپوتانہ تک اور دوسرا جنوب میں احاطہ بمبئی میں + جنوبی ہندوستان اور راجپوتانہ کی ٹڈیوں میں کچھ فرق ہے۔ جنوب کی ٹڈیوں کے بچے بہت ہوشیار ہوتے ہیں + یہ سال میں صرف ایک ہی بار انڈے دیتی ہیں۔ مگر راجپوتانہ کی ٹڈیاں عموماً دو دفعہ دیتی ہیں۔ باقی تمام باتوں میں دونوں قریب قریب یکساں ہوتی ہیں +

ٹڈیوں کے ہلاک کرنے کے طریقے

جہاں کی زمین ریتلی نہیں۔ ہمیشہ جوتی بوئی جاتی ہے۔ اور

Taj Tahir Foundation

آبادی بھی گھنی ہے - وہاں ٹڈی کو انڈے دینے کو جگہ نہیں ملتی اور بچے پیدا نہ ہونے سے وہ رفتہ رفتہ خود بخود مرجاتی ہے - البتہ پنجاب - راجپوتانہ اور سندھ جیسے ریگستانی ملکوں میں اس کو انڈے دینے کے لئے جگہ کی کوئی کمی نہیں ہے - اور اس کے بچے پیدا ہوتے اور نسل بڑھتی رہتی ہے - اور وہیں اس سے بچاؤ کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے ؏

ٹڈیوں کے جور و ظلم سے بچنے کی سب سے پہلی ترکیب یہ ہے - کہ جب انڈے دے رہی ہوں - اس وقت کھود کھود کر انڈوں کو چکنا چور کر ڈالا جائے + اس ترکیب سے ایک دفعہ صرف راولپنڈی کے ضلع میں ان کے پانسو انڈے تلف کئے گئے تھے + تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے - کہ انڈوں کو گہرے گڑھوں میں گاڑ دینے یا اُن پر ہل چلا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ؞

امریکہ کے کسانوں نے وہاں کی گورنمنٹ سے فریاد کی - کہ ہم ان چھوٹی ٹڈیوں کے ہاتھوں سخت تنگ آ رہے ہیں ہمیں ان کے ظلم و ستم سے بچایا جائے - چنانچہ ۱۸۷۷ء میں وہاں ایک کمیٹی مقرر ہوئی - جس نے جانچ پڑتال کے بعد ٹڈیوں کے ہلاک کرنے کے لئے کئی ترکیبیں بتلائیں - پہلی ترکیب وہی تھی جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے - یعنی ٹڈی کے انڈوں ہی کو

تلف کر دیا جائے ÷

اگر کچھ انڈے بچ جائیں - اور اُن میں سے بچّے نکل آئیں - انہیں مار ڈالنا ناممکن سا ہو جاتا ہے - کیونکہ اس وقت ان میں اُڑنے کی طاقت آجاتی ہے + جب بے پَر کے بچے اِدھر اُدھر رینگتے ہوں - اس وقت اُن کے آگے پھاوڑے سے خندق کھود دی جائے - اور جب وہ سیدھے چلتے چلتے خندق میں لڑھک کر آ پڑیں - اور خندق ان سے بھر جائے - تو لڑکے لڑکیاں یا مرد - عورتیں خندق کو پاٹ دیں + نوزائیدہ بچّوں کے جھُنڈ کے جھنڈ زمین پر رینگا کرتے ہیں - یہ بچّے ہمیشہ سیدھے ایک ہی رُخ کو چلتے ہیں نہ کہیں ٹھہرتے ہیں - اور نہ دائیں بائیں مُڑتے ہیں - اس طرح ان کے دل کے دَل آگے ہی کو بڑھتے اور ان کھائیوں میں لڑھکتے جائیں گے +

بڑے بچّوں کو پکڑنے کے لئے بڑی بڑی کھائیاں ہونی چاہئیں - کوئی ایک فٹ گہری کھائی سے کام چل سکتا ہے - جنوبی ہندوستان کی ٹڈیوں کے بچّے ایسے ہوشیار ہوتے ہیں کہ کھائیوں میں نہیں گرتے - اور کُود کر دوسرے کنارے پر پہنچ جاتے ہیں - اس لئے اُنہیں ہلاک کرنے کے واسطے کھائیاں بالکل کارگر ثابت نہیں ہوتیں - انہیں پکڑنے اور ہلاک کرنے کے

لئے کھیتوں میں جال لگانے پڑتے ہیں ؛

خندقوں اور گڑھوں میں ٹڈیوں کے بچّوں کو گرانے کے کام میں لڑکے لڑکیوں سے بھی مدد مل سکتی ہے + جب یہ بچے کھائی کی طرف رینگ رہے ہوں۔ تو جھاڑو یا گھاس کے پُولے کی مدد سے لڑکے انہیں اس میں گرادیں۔ اور اُوپر سے مٹی ڈال کر کھائی کو پاٹ دیں۔ یا ان کے اِدھر اُدھر گھاس کے پُولے رکھ کر ان میں آگ لگا دی جائے۔ تو یہ اس میں جل مریں گے ؛

جاڑے کے دنوں میں صبح سویرے ٹڈیاں ٹھٹھر جاتی ہیں۔ جب تک اچھی طرح دھوپ نہ نکل آئے۔ وہ نہیں اُڑ سکتیں۔ اس وقت بھی انہیں مار کر ہلاک کیا جاسکتا ہے + ایک ترکیب یہ بھی ہے۔ کہ رات کے وقت درختوں کے نیچے آگ روشن کی جائے۔ تو وہ گھبرا کر آگ میں گر کر جل مرتی ہیں ؛

ایک اَور ترکیب یہ ہے۔ کہ جب چھوٹے بڑے بچّے زمین پر رینگتے ہوں۔ تو اُنہیں لکڑیوں یا ٹہنیوں سے پاؤں تلے کچل ڈالیں + اس ترکیب سے کئی کئی ہزار من چھوٹی بے پَر کی ٹڈیاں ہلاک کی گئی ہیں۔ مگر جب ٹڈیوں کے پَر نکل آتے ہیں۔ اس وقت سوائے اس کے اَور کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا۔ کہ غل غپاڑہ کرکے اور کپڑے ہلا ہلا کر انہیں بھگا دیا جائے ؛

Taj Tahir Foundation

جب کسی گاؤں میں پرِدار ٹڈیوں کے آنے سے ہل چل مچتی ہے تو عجب تماشہ دیکھنے میں آتا ہے۔ مرد۔ عورتیں اور بچے کچھ ٹھیکرے کچھ تسلے لے کر۔ اور بعض بغل میں لٹھ دبا کر اور بعض گلے میں ڈھول ڈال کر کھیتوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اور ٹڈیوں کو ڈرا کر بھگانے کے لئے زور زور سے چلّاتے اور خوب شور مچاتے ہیں۔ ڈھول پیٹتے اور تسلے بجاتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھ۔ کپڑے اور درختوں کی ٹہنیاں زور زور سے ہوا میں ہلاتے ہیں۔ پرندے بھی دَل کا تعاقب کر کے بہت سی ٹڈیوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں +

ٹِڈیوں کے دشمن

خدا کی قدرت! جو ٹڈّی خود بہت سوں کی دشمن ہے۔ اس کے دشمنوں کی بھی کچھ کمی نہیں + شاید ہی کوئی ایسی چڑیا ہو۔ جو ٹڈی کو نہ کھاتی ہو + جس وقت ٹڈیوں کا لشکر نکلتا ہے۔ پرندوں کی بن آتی ہے۔ اُڑتے اُڑتے کھانا اُن کی چونچ میں پہنچتا جاتا ہے۔ انہیں زمین یا درختوں پر اُترنے یا ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی + اکثر اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ پرندوں کے جھنڈ ٹڈی دَل کے پیچھے پیچھے بڑی دُور تک چلے جاتے ہیں + پھر تیتئے بھی ان کا خوب شکار کرتے ہیں ؂

Taj Tahir Foundation

جھینگر

جسم کی ساخت اور طور طریقوں کے اعتبار سے جھینگر کو ٹڈے ٹڈی کا رشتہ دار ہی سمجھنا چاہیئے۔ یہ مست ہو کر گھنٹوں گاتے بجاتے رہتے ہیں۔ اور تھکتے نہیں۔ مگر صرف نر جھینگر ہی گا بجا سکتے ہیں۔ مادہ جھینگر اس وصف سے محروم ہے۔ کیونکہ اُس کے پاس باجے ہی نہیں ہوتے۔ جب یہ کیڑے گانے بجانے کے اس قدر شوقین ہیں۔ تو ان کے کان بھی ہوتے ہی ہوں گے۔ ان کے کان سر پر نہیں۔ بلکہ اگلی ٹانگوں کے گھٹنوں کے نیچے ہوتے ہیں۔

جھینگر تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کھیتوں میں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو گھروں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اور تیسرے وہ جو چھچھوندر کی طرح دیواروں میں بِل بنا کر رہتے ہیں۔ ان تینوں قسموں کے رنگ روپ میں فرق ہوتا ہے۔ کسی کا جسم چھوٹا۔ تو کسی کا بڑا۔ کسی کا رنگ قدرے سرخی مائل بھورا۔ اور کسی کا ذرا سیاہی مائل بھورا ہوتا ہے۔

جھینگر بڑا شرمیلا جانور ہے۔ یہ اپنے گھر میں گھسا بیٹھا رہتا ہے۔ اس کا بِل زمین میں ہوتا ہے۔ جسے وہ خود کھود کر بناتا ہے۔ دن میں یہ شاید ہی کبھی باہر نکلتا ہو۔ بس

گھر میں بیٹھا بیٹھا مگن ہو کر گاتا رہتا ہے۔ کسی کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا اسے ذرا بھی پسند نہیں ۔ مگر بیچ بیچ میں اپنا گانا بند کر کے یہ آہٹ بھی لیتا رہتا ہے۔ کہ کوئی آتا تو نہیں ہے رات کے وقت یہ بڑے زور سے گاتا ہے ۔ ہر ایک جھینگر اس بات کی کوشش کرتا ہے۔ کہ صرف اسی کا گانا سنائی دے۔ کسی دوسرے جھینگر کا گانا سُنائی نہ دے ۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ پورے زور سے چلّاتا رہتا ہے ۔ اگرچہ دن بھر اپنے بل میں گھسا رہتا ہے۔ مگر اصل میں یہ ڈرپوک نہیں ہوتا۔ اگر تم اس کے بل کے پاس گھاس کا تنکا ڈالو۔ تو یہ اُسے اتنے زور سے پکڑ لیتا ہے کہ تمہارے تنکا کھینچنے پر چاہے وہ آپ باہر نکل آئے۔ مگر اُسے چھوڑے گا نہیں ۔ جھینگر آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بہت حسد بھی رکھتے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کا یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ اس کے سوا کسی دوسرے جھینگر کو گانے کا حق حاصل نہیں ۔

جھینگر گرم ممالک میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں گرمی بہت بھاتی ہے ۔ گرمی انہیں اتنی اچھی لگتی ہے۔ کہ یہ جلتی بلتی راکھ میں گھس کر بھُن جلنے پر بھی

خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔ گرمی میں رہنے کے سبب انہیں پیاس بہت زیادہ ستاتی ہے۔ اس لئے گیلے کپڑے رات تک باہر پھیلائے رکھنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ یہ ان میں چھید کر ڈالتے ہیں۔

Taj Tahir Foundation

ساتویں فصل

مکھّی کی کہانی

دُنیا میں وہ کون سی جگہ ہے۔ جہاں ننھی سی مکھّی موجود نہیں؟ اسے تم روز گھر میں دیکھتے ہو۔ اس کا حال بھی تمہیں کچھ معلوم ہے؟ بہت ہی عجیب ہے۔ نہ آنکھوں دیکھا۔ نہ کانوں سُنا۔

یہی وہ منحوس اور نجس۔ ناپاک۔ مارِ آستین اور دُشمنِ جان مکھی ہے۔ جو انسان کے ہلاک کرنے کے لئے متعدی امراض کے بے شمار جراثیم اپنے بالوں اور پاؤں کے ساتھ چمٹا کر اور معدے میں بھر کر جگہ جگہ منتقل کرتی پھرتی ہے۔ غافل انسان اس کو بلا روک ٹوک اپنی آبادی میں رہنے سہنے دیتا ہے۔ اور اسے اپنے کھانے پر دعوت دے کر خود اپنی ہلاکت کے

Taj Tahir Foundation

سامان پیدا کر دیتا ہے +

جب انسان دنیا میں آتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کی ملاقات مکھی سے ہی ہوتی ہے۔ اور زندگی بھر اس سے اس کا تعلق برابر قائم رہتا ہے + اس کے باوجود بھی اس جاندار کے متعلق ہماری واقفیت نہایت محدود ہے + لوگ اب تک اسے بالکل بے ضرر سمجھتے تھے۔ اور اس کی تباہ کاریوں سے قطعی بے خبر اور اس کی طرف سے بالکل لا پروا تھے + مگر بعض ماہرین سائنس کی تحقیقات اور ان تھک کوششوں کی بدولت اب انہیں معلوم ہو گیا ہے۔ کہ مکھیاں صرف ہمیں ستاتی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری صحت اور زندگی کو بھی حد درجہ نقصان پہنچاتی ہیں + تم یہ سن کر حیران ہو گے۔ کہ اس ننھے سے جاندار کے ہاتھوں لاکھوں بے گناہ انسان ہر سال موت کے گھاٹ اُترتے ہیں۔ اور بے شمار وبائیں ملک میں پھیلتی ہیں + اب تک جو جاندار بالکل حقیر اور قطعی بے ضرر سمجھا جاتا تھا۔ وہ بنی نوع انسان کا ایک بڑا زبردست دشمن ثابت ہوا ہے +

یورپ۔ امریکہ۔ جاپان وغیرہ ترقی یافتہ ممالک میں لوگوں کی توجہ اس کی طرف زور شور سے مبذول ہوئی ہے۔ امریکہ میں تو مکھیوں کے خلاف ایک قسم کی باقاعدہ جنگ سی

چھڑ گئی ہے۔ وہاں کے باشندوں کو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ مکھیاں بے شمار مہلک امراض پھیلانے کا باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ انہیں ایک قسم کی غلاظت سمجھنے لگے ہیں۔ اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کی کوشش میں مصروف و مشغول ہیں۔ جب یہ حال ہے۔ تو ہمیں بھی واجب ہے۔ کہ اُن کے متعلق تھوڑی بہت واقفیت ضرور بہم پہنچائیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ اُن کے اثراتِ بد سے بھی محفوظ رہیں۔ اور جو جو ترکیبیں اور طریقے غیر ممالک میں اُن کے تباہ کرنے کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں۔ ہم بھی اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

رسکن نے مکھی کا حال بہت دلچسپ انداز سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ مکھی بالکل آزاد اور من مانی کرنے والی جاندار ہے۔ یہ کسی کی رعایت کرنا نہیں جانتی۔ عجز و انکسار اس میں نام کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کو شاہ سے لے کر گدا تک کسی کے ستانے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ اس کے چلنے پھرنے میں ہمیشہ غرور۔ آزادی۔ خودداری اور خودسری کی جھلک پائی جاتی ہے۔ گویا تمام دنیا ایک اُسی کے لئے بنائی گئی ہے۔ مکھی مجسم طمع بنی ہوئی اپنے حسب منشا اندر باہر ہر جگہ پھرتی رہتی ہے۔ کھانے پینے کے معاملے میں وہ کسی قسم کی تمیز روا نہیں

رکھتی + اس کے لئے سب چیزیں برابر ہیں - دودھ - دہی اس کو اتنی ہی مرغوب ہیں جس قدر کہ قے - تھوک - بلغم وغیرہ + وہ اُسی شوق کے ساتھ مٹھائی کے تھال پر بھنبھناتی ہے -

جس شوق سے قے یا تھوک پر آبیٹھتی ہے - وہ عموماً ہماری تمام کھانے پینے کی اشیاء کو پسند کرتی ہے + اور بے دھڑک اُن سب پر آبیٹھتی ہے - مگر ہم یہ بات کبھی نہیں سوچتے - کہ جو مکھی اس وقت ہمارے مٹھائی کے تھال پر بھنبھناتی ہوئی اُس کا مزا لُوٹ رہی ہے - تھوڑی دیر پہلے وہی تھوک - گلے سڑے کوڑے کرکٹ یا اَور کسی غلیظ چیز کے ذائقہ سے اپنی زبان کو سیر کر رہی تھی ؛

تم جانتے ہو - بے ہڈی کے جانوروں میں تیسری قسم کیڑے مکوڑوں کی ہے + مکھی کا شمار بھی اُنھی میں ہے - گرمیوں میں یہ بہت زیادہ ہو جاتی ہیں - جاڑا آتے ہی ان کو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں + گرمی اور برسات کے موسم میں مکھیاں بے حد تکلیف دیتی ہیں - وہ ہر ایک ہلکے رنگ کی چیز پر آکر بیٹھ جاتی ہیں - گہرے رنگوں سے انہیں کچھ نفرت سی ہے + گھر کی مکھی ہر جگہ پائی جاتی ہے + اب تک دنیا کے کسی ایسے حصّے کا پتہ نہیں لگا - جہاں مکھی نہ دیکھی گئی ہو - اور بعض ممالک میں تو یہ اس کثرت سے ہے - کہ ستم ڈھاتی ہے - اور اس کے

ہاتھوں وہاں کے باشندوں کا ناک میں دم رہتا ہے + یہ ہر قسم کے نباتات اور حیوانات پر حملہ کرتی ہے ۔ مگر گلی سڑی چیزیں اس کا من بھاتا کھاجا ہیں + اس کی قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے ۔ گلی سڑی اشیاء کی اُسے دُور ہی سے بُو آجاتی ہے + برسات شروع ہونے سے پہلے مکھیاں بہت چُست وچالاک نظر آتی ہیں ۔ مگر بارش شروع ہوتے ہی گھروں میں داخل ہوجاتی ہیں ۔ جس سے مکینوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے + یہ گھر کا سب سامان بگاڑ دیتی ہیں ۔ کاغذ ۔ کتابیں ۔ میزیں ۔ کُرسیاں ۔ آرائشی سامان ۔ کھانے پینے کی چیزیں ۔ غرض کچھ بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہتا +

Taj Tabir Foundation

بدن کے حصّے اور بناوٹ

مکھّی قریباً ۱/۴ انچ لمبی ہوتی ہے ۔ اس کا رنگ خاکستری ہوتا ہے ۔ چہرہ کالا ۔ سر کے اطراف اور ماتھا زرد ہوتا ہے ۔ پیشانی پر کالی دھاریاں ہوتی ہیں ۔ چھاتی پر سیاہ خطوط کے نشان ہوتے ہیں ۔ پیٹ نیچے سے سفید زردی لئے ہوتا ہے ۔ اور اس پر کالی چتیاں ہوتی ہیں +

مکھّی کے بدن کے تین حصّے ہیں ۔ سر ۔ سینہ ۔ دھڑ + اسے اچھی طرح سے دیکھو ۔ تو یہ تینوں حصّے الگ الگ معلوم ہونگے +

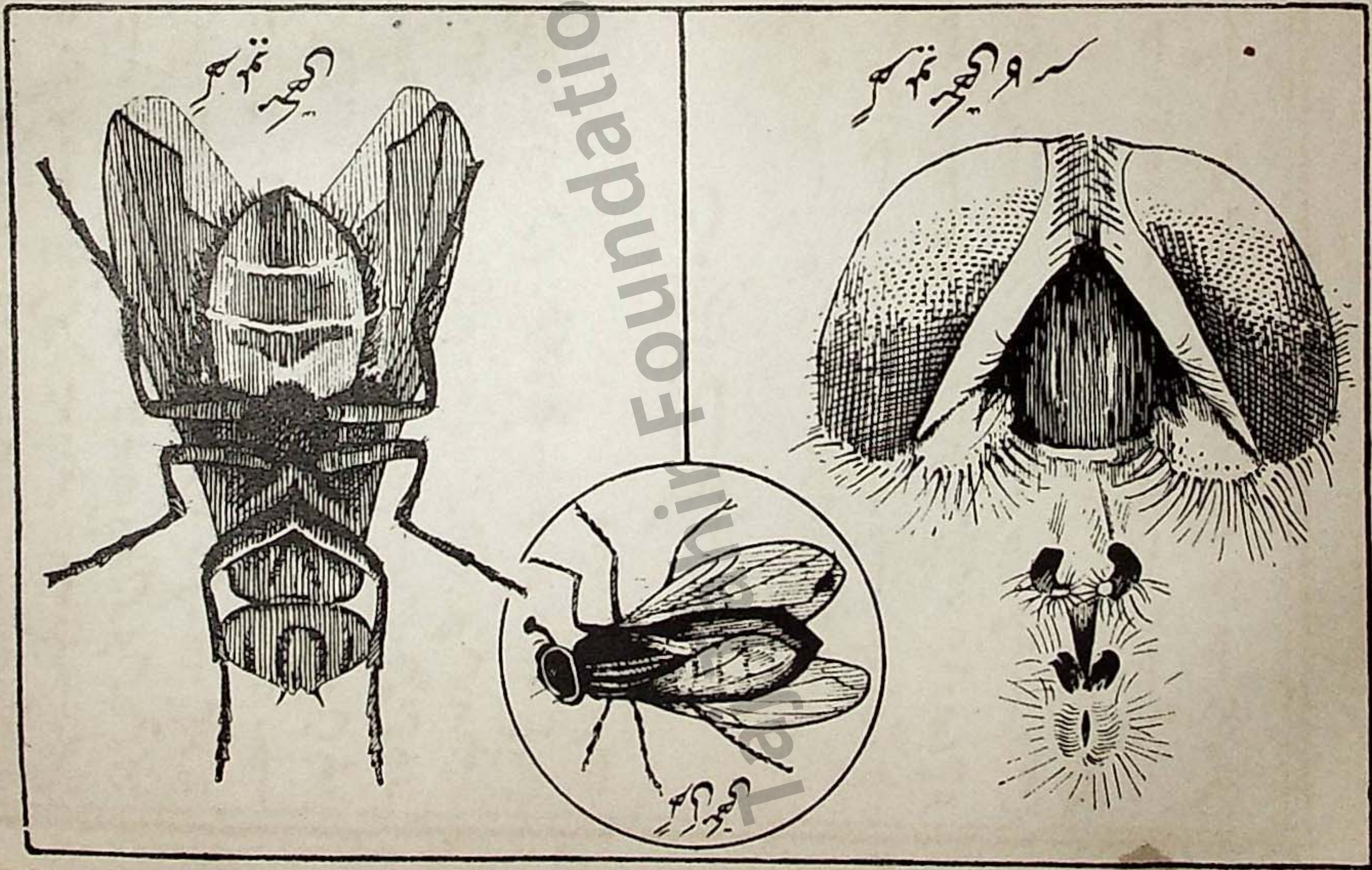
مکھی نمبر
مکھی
سر و مکھی نمبر

Taj Tahir Foundation

اس میں ہڈی نام کو نہیں۔ ہڈیوں کے بجائے سخت کھال ہے + تماشا یہ ہے۔ کہ منہ سے سانس نہیں لیتی۔ بدن کے ہر پہلو میں چھوٹے چھوٹے سوراخوں کی ایک قطار ہوتی ہے۔ جن سے باریک باریک نلیاں لگی ہوتی ہیں + مکھی انہی نلیوں سے سانس لیتی ہے۔ اس کے نہ گلپھڑا ہوتا ہے نہ پھیپھڑا + اس کے سر کو دیکھو۔ دو شاخیں سی پیشانی پر نکلی ہوئی ہیں۔ اُن سے چیز کو ٹٹول لیتی ہے۔ ایک سونڈ یا منہ ہے۔ رسیلی چیز ہو۔ تو اس سے چوس لیتی ہے۔ سونڈ۔ آنکھ۔ پر سب سینے والے حصے میں ہوتے ہیں +

مکھی کے دو بازو ہوتے ہیں۔ نہایت ہی ہلکے پھلکے مگر بہت مضبوط۔ وہ انہیں خوب پھیلا سکتی ہے۔ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑ سکتی ہے۔ پر صاف شفاف اور چکنے ہوتے ہیں۔ جیسے ابرق کے ننھے ننھے باریک پرت + ان کی مدد سے یہ تین میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑ سکتی ہے +

چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ جب وہ کسی چیز پر اُترتی ہے۔ تو چھ کی چھ ٹانگوں کے سہارے کھڑی ہوتی ہے۔ اس کی ٹانگوں اور جسم پر چھوٹے چھوٹے کڑے بال ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں ٹانگیں چھوٹے چھوٹے برش سے معلوم ہوتے ہیں جب مکھی کسی نرم اور لیس دار چیز پر بیٹھتی ہے۔ تو اس کی تمام ٹانگیں اور جسم کا کچھ حصہ اس چیز میں سن جاتا ہے۔ اور وہ بہت دیر تک اس کے جسم پر لگی رہتی ہے + جس طرح کیچڑ میں پاپنے

Taj Tahir Foundation

سے ہمارے پیر بھر جاتے ہیں۔ اور پیروں کے ساتھ کیچڑ کا تھوڑا بہت حصّہ ہمارے ساتھ ساتھ صاف جگہ میں بھی چلا جاتا ہے۔ اسی طرح گندی اور نم اشیا بھی کھیوں کی ٹانگوں سے لگی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ اس حالت میں ہمارے کھانے پر آ بیٹھتی ہیں۔ تو اُن کی ٹانگوں میں لگی ہوئی چیز کا کچھ حصہ ضرور ہمارے کھانے میں مل جاتا ہے +

تم نے اکثر کھّی کو شیشے پر چلتے دیکھا ہوگا۔ شیشہ دیوار کی طرح سیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ اور ایسا صاف شفاف جس پر کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ یہ اس پر خاص طرح چلتی ہے۔ کیونکر چلتی ہوگی؟ بعض جانور ناخنوں سے دیوار یا درخت کو پکڑ کر اوپر چڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے پاؤں ایسے ہیں۔ کہ شیشے کو اس زور سے پکڑتے ہیں۔ کہ اس کے سارے بوجھ کو سہارے رہتے ہیں + پاؤں تعداد میں چھ ہوتے ہیں۔ ہر پاؤں میں دو دو اُنگلیاں یا پنجے۔ اُن کے بیچ میں ایک چھوٹی سی گدّی یا تکیہ جس پر بہت سے باریک بال۔ تکیہ سے لیس دار لعاب یا چپچپا مادہ نکلتا رہتا ہے + پنجوں سے کھُردری چیزوں کو پکڑتی ہے۔ اور اُوپر سے نیچے اُترنے اور صاف چکنی یا پھسلواں سطح پر چلنے پھرنے میں گدّی سے بڑی مدد ملتی ہے + اب تم سمجھ گئے ہوگے۔ کہ کھّی کسی چیز کے اوپر تلے یا چھت پر

نیچے کی طرف کیوں آسانی سے یا سر نیچے کئے ہوئے چل سکتی ہے ٭ مکھی کے پاؤں کالے پر شفاف ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی جڑیں زردی لئے ہوتی ہیں ٭

سر کے دائیں بائیں ایک ایک آنکھ ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک قریباً چار ہزار بہت ہی ننھی ننھی آنکھوں سے مل کر بنی ہے۔ یہ آنکھیں اس قدر چھوٹی ہیں۔ کہ ان کا نظر آنا ممکن نہیں ٭ ان آنکھوں کو خدا نے کچھ ایسی خوبی سے رکھا ہے۔ کہ وہ ان سے آگے پیچھے اوپر نیچے۔ دائیں بائیں۔ غرض سب طرف دیکھ سکتی ہے۔ نہ سر ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ گردن موڑنے کی٭ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ تمہارے ہاتھ کی ذرا سی حرکت کو بھی فوراً تاڑ جاتی ہے۔ اور تمہارے ہاتھ میں نہیں آتی ٭

ان کے سوا تین چھوٹی چھوٹی آنکھیں سر کے اوپر بھی ہیں ٭

ہمیں خدا نے زبان دی۔ جس کی مدد سے ہم بات چیت کرتے ہیں۔ اور ہماری آواز ہمارے حلق سے نکلتی ہے۔ مگر مکھی کا حال ایسا نہیں۔ اس کی آواز اس کے بازوؤں سے نکلتی ہے۔ اسی کا نام ہم نے "بھنبھنانا" رکھا ہے ٭ اس کا منہ اس طرح کا ہوتا ہے کہ اس سے صرف چوسنے کا کام لیا جا سکتا ہے۔ دوسری مکھیوں کی طرح ڈنک مارنے کی توقع اس سے نہیں کی جا سکتی ٭

مکھی کے اعضاء اور جسمانی ساخت پر غور کرو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ اس کے کاروبار کے لئے نہایت ہی موزوں اور مناسب ہیں۔ مگر کمبخت کے کاروبار ہی کچھ ایسے انسانوں کے لئے خطرناک واقع ہوئے ہیں۔ کہ خدا کی پناہ! گندے سے گندے مقامات اس کے مسکن ہوتے ہیں۔ غلیظ سے غلیظ چیزیں اس کی غذا ہیں۔ پیدا بھی ہوتی ہے۔ تو متعفن چیزوں سے۔ اور پرورش بھی پاتی ہے۔ تو اسی ماحول میں + اس کے جسم پر اس قدر بال ہوتے ہیں۔ کہ خُردبین سے دیکھنے میں بالکل بھدّی اور مکروہ سی نظر آتی ہے +

یہ جاندار ایسا خوفناک اور پُرخطر ہے۔ کہ انسان اس کے ہاتھوں سخت نالاں ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا آدمی ملے۔ جو اس کی تعریف میں دو چار بھی اچھے کلمات استعمال کر سکے۔ ورنہ اس ذات شریف کا نام زبان پر آیا نہیں۔ اور اسے کُھلّم کُھلّا گالیاں ملنی شروع ہوئی نہیں + اس کا سبب یہی ہے۔ کہ مکھیوں کی عادات گندی اور نوع انسان کے حق میں بے حد ضرررساں ہوتی ہیں۔ چراغ لے کر ڈھونڈو۔ تب بھی ان میں کوئی گُن نہیں نظر آتا + چیونٹی۔ شہد کی مکھی۔ بھِڑ وغیرہ کیڑے مکوڑوں میں کمال درجہ کی فہم و فراست پائی جاتی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ غریب مکھیاں عقل و خرد سے قطعی بے بہرہ ہوتی ہیں۔ اُن کی زندگی کے حالات کا

مطالعہ بھی چنداں مسرّت بخش نہیں۔ تب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان شریر جانداروں کی زندگی کا مطالعہ ہم کریں ہی کیوں؟ اس کا جواب صاف ہے۔ ان کی شرارتوں کے اثرات بد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے لازم ہے۔ کہ ہم ان کے حالات اور طور طریقوں سے کما حقہ واقفیت حاصل کریں+

گھریلو مکھیوں کی پہچان ہمیں گھر بیٹھے ہی ہو جاتی ہے۔ وہ بڑی ڈھیٹھ ہے۔ جہاں سے اُڑاؤ۔ پھر وہیں موجود ہے+ انہیں کوئی خوش آمدید کہے یا نہ کہے۔ انہیں اس کی نہ پروا ہے اور نہ ضرورت۔ لیکن وہ ہر جگہ۔ ہر وقت حاضر ہو ہی جاتی ہیں+ میلی مکھی تو اور بھی بُری ہوتی ہے۔ جہاں اسے کوئی کھانے پینے کی چیز نظر آئی۔ اس نے اپنے انڈے رکھ کر اسے خراب کر دیا+

بھڑ۔ شہد کی مکھی وغیرہ سے آدمی بہت خوف کھاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب ڈنگ مارتی ہیں۔ مگر گھر کی مکھی نہ کاٹ سکتی ہے۔ نہ ڈنگ مار سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس سے بالکل نہیں ڈرتے۔ لیکن یہی مکھی جو بظاہر بالکل بے عیب اور معصوم نظر آتی ہے۔ کئی خطرناک اور بے شمار مہلک امراض کی ماں ہے+ غلاظت اپنے ساتھ لانے کے علاوہ بیماروں کے پاس جا کر اُن کے بدن کے جس حصّے پر جی چاہتا ہے۔ مزے سے بیٹھ جاتی ہے۔ اور مرض کے جراثیم کو اپنے ساتھ لا لا کر بھلے چنگے۔ تندرست آدمیوں میں بیماری

پھیلانے کا باعث بنتی ہے + امراض متعدی اسی طرح جراثیم کے ذریعے ایک آدمی سے دوسرے آدمی تک - اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جا پہنچتے ہیں +

گو پچھلی صدی عیسوی سے پہلے جراثیم اور اُن سے امراض کا پیدا ہونا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا - لیکن عقلمند آدمی آج سے کئی سو سال پہلے اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے - کہ گرمیوں میں مکھیوں کی کثرت ایک شگونِ بد اور امراض کی کثرت کا پیش خیمہ ہے + تجربہ نے اُن کے اس خیال کی تصدیق و تائید کر دی ہے +

مکھیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں - بعض چھوٹی ہوتی ہیں - اور بعض بڑی - مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے - کہ چھوٹی مکھی کی عمر بھی کم ہوتی ہے - مکھی سے باہر نکلنے کے بعد کوئی بھی کیڑا نہیں بڑھتا - اس کی لمبائی - چوڑائی - قدوقامت - پیدائش سے موت تک یکساں رہتا ہے + چھوٹی مکھیوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو اکثر طوفان اُٹھنے یا مینہ برسنے سے پہلے دکھائی دیا کرتی ہیں - یہ مینہ بوندی اور طوفان کی تکلیف سے بچنے کے لئے مکانوں دُکانوں کی پناہ لیتی ہیں - ان کا نام ہی "طوفان مکھیاں" پڑ گیا ہے + یہ مکھیاں اپنی سوئی سی پتلی سونڈ سے ہماری کھال کو ٹوچتی ہیں - مگر اس میں سوراخ اس قدر باریک ہوتا ہے - کہ ہم کو خبر تک

نہیں ہوتی۔ اور ہمارے خون میں اُن کا زہر سرایت کر جاتا ہے +

مکھیاں شاید ہی کبھی پکڑی جا سکتی ہوں۔ اُنہیں پکڑنے یا مارنے کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ صاف اُڑ جاتی ہیں۔ اس کا سبب مکھی کی بڑی بڑی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ تاہم یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ کہ اس کے ماتھے میں سوائے ان آنکھوں کے اَور کچھ ہوتا ہی نہیں + اس کی آنکھوں میں ہزارہا ننّھے ننّھے پھل ہر طرف رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پھل لینس کی مانند ہوتا ہے۔ جس طرف مکھی دیکھنا چاہتی ہے۔ اسی طرف کے لینس سے وہ بغیر سر پھرائے ہی دیکھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم مکھی کو دھوکہ دے کر نہیں پکڑ سکتے +

اگرچہ مکھی بغیر سر گھمائے ہی سب طرف کی سیر دیکھ لیتی ہے مگر کام پڑنے پر وہ اپنی گردن عجیب ڈھنگ سے جھکا سکتی ہے اس کی گردن دھاگے کی مانند پتلی اور چھوٹی ہوتی ہے۔ اپنے پاؤں سے منہ صاف کرتے وقت مکھی اسے اس طرح مروڑتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کو ڈر لگنے لگتا ہے۔ کہ کہیں سر ٹوٹ کر الگ نہ جا پڑے +

مکھی کو سنگھار کرنے کا بڑا شوق ہے۔ اس کے باریک اور پتلے پیروں میں ایک قسم کا برش ہوتا ہے۔ جس سے وہ اپنے پر۔ چہرہ وغیرہ کو جھاڑ کر صاف کیا کرتی ہے۔ مگر یہ جھاڑ سنوار

اور سچ مچ اسی وقت کرتی ہے۔ جب اَور کوئی کام نہ ہو۔
مکھی کو سیدھی دیوار پر چڑھنے اور چھت پر اُلٹا چلنے کی عجیب و غریب طاقت خدا نے دی ہے۔ یہ دونوں کام وہ بے حد آسانی کے ساتھ انجام دے سکتی ہے۔ اگر ہم اس کے پیروں کو خوردبین سے دیکھیں۔ تو اس کی اس عجیب و غریب طاقت کا راز ہماری سمجھ میں بخوبی آجائے گا۔ اس کے پیروں کے نیچے دو گدّیاں رہتی ہیں۔ اُن سے گھونگریالے بال نکلے رہتے ہیں۔ یہ بال اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ ان میں سے گوند کی قسم کا ایک لیس دار مادہ نکلتا ہے۔ اس لئے جہاں مکھی پیر رکھتی ہے۔ اس کا پاؤں چپک جاتا ہے۔ اور وہ گرتی نہیں۔

مکھی کے ایک عجیب و غریب لمبی سونڈ ہوتی ہے۔ جس کے سرے پر رس۔ خون وغیرہ چوسنے کے لئے گدّی کی مانند ایک منہ سا ہوتا ہے۔ اسی کی مدد سے وہ اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ وہ ہر قسم کی سیال اور رقیق چیزوں مثلاً پسینہ۔ وارنش وغیرہ سے اپنا پیٹ بھر سکتی ہے۔ ٹھوس چیزیں اس کے کام کی نہیں۔ کھانڈ۔ شکر کو وہ سونڈ سے ٹوہ ٹوہ کر اور اس میں رس ڈال ڈال کر گیلا کر کے کھاتی ہے۔

اَور کیڑوں کے چار پنکھ ہوتے ہیں۔ مگر مکھی کے صرف دو

ہی ہوتے ہیں۔ جہاں پنکھوں کی دوسری جوڑی ہونی چاہئیے۔ وہاں صرف ڈنٹھل سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے سرے پر گٹّے سے لگے رہتے ہیں۔ اُنہیں نکال لیا جائے۔ تو مکھی نہیں اڑ سکتی ٭

کھانے کا ڈھنگ

مکھّی کے کھانے کا ڈھنگ نہایت عجیب و غریب ہوتا ہے۔ اس کا منہ ہاتھی کی سونڈ کی مانند ہوتا ہے۔ وہ اس سے سیال یعنی پتلی چیزوں کو پی سکتی ہے۔ لیکن مچھّروں کی طرح اپنی سونڈ یعنی منہ سے کسی چیز کے ٹکڑے کرکے یا اُسے توڑ کر یا اس میں سوراخ کر کے نہیں کھا پی سکتی۔ جس طرح مچھر کھال کو چھید کر خون پی سکتا ہے۔ اس طرح مکھی ملائم سے ملائم چیز کو بھی نہیں چھید سکتی۔ اس طرح پر مکھّیاں صرف رقیق اور سیال اشیا، کو ہی پی سکتی ہیں۔ وہ ٹھوس چیزوں کو نہیں کھا سکتی ہیں ٭

تب پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ شکّر۔ مٹھائی وغیرہ ٹھوس چیزوں کو کیسے کھاتی ہے؟ لو۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ وہ پہلے ایک قسم کی مائع چیز یعنی پتلا مادہ اُگل کر ٹھوس چیزوں کو اس میں گھول لیتی ہیں۔ اور پھر اُس گھلے ہوئے مادے کو پی جاتی ہیں ٭ مکھیاں اس سیال چیز کے ساتھ پہلے کھائے ہوئے کھانے

کا کچھ حصّہ بھی اُگل دیتی ہیں ۔ یعنی اس سے ہمارا یہ مطلب ہوا کہ جس کھانے کی چیز پر مکھیاں بیٹھتی ہیں ۔ اس پر وہ برابر قے کرتی رہتی ہیں ۔

جیسے کھانے کے بعد گائے بیل جُگالی کرتے ہیں ۔ اُسی طرح مکھیاں بھی پیٹ بھر چکنے کے بعد اپنا کھانا اُگل اُگل کر پیا کرتی ہیں ۔ شاید ایسا کرنے سے اُن کا کھانا ہضم ہو جاتا ہے ۔ یا اس کے ہضم ہونے میں مدد ملتی یا سہولت ہوتی ہے ۔ لوگوں نے مکھیوں کو رنگدار کھانے کی اشیاء دے کر دیکھا ہے ۔ کہ دو تین گھنٹے کے بعد وہ رنگ دار چیز قے کے ساتھ نکلنے لگی ۔ اور پھر کئی روز تک برابر نکلتی رہی ۔

مکھیاں غلیظ قابلِ اعتراض اور خراب چیزیں دن میں بہت بار کھاتی ہیں ۔ یہ گندی اشیاء اُن کے پیٹ میں بہت دنوں تک رہتی ہیں ۔ اور قے کے ساتھ نکلتی رہا کرتی ہیں ۔ ان گندی اشیاء میں امراض کے مختلف قسم کے کئی ذرا ذرا سے جراثیم ہمیشہ موجود رہتے ہیں ۔ انہی سے مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی اور پھیلتی ہیں ۔ یہ جراثیم بھی ان غلیظ اشیاء کے ساتھ مکھیوں کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں ۔ اور نہ صرف بہت دیر تک وہاں زندہ ہی رہتے ہیں ۔ بلکہ خوب تیزی سے بڑھتے بھی ہیں ۔ چنانچہ بہت جلد لاکھوں کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

مکھیاں ان جراثیم کو بھی قے کے ساتھ اُگل کر ہمارے کھانے پر چھوڑ جاتی ہیں ❊

کیا کوئی بھی شخص دُنیا میں ایسا موجود ہوگا۔ جو جان بُوجھ کر نجاست کھانا پسند کرے گا؟ یا کم از کم گوارا کرے گا؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ سب کے نزدیک حد درجہ قابلِ نفرت چیز ہے۔ مگر تم یہ سُن کر حیران ہو گے۔ کہ ایسا سمجھنے کے باوجود بھی ہم غلیظ اور ناپاک اشیاء کھاتے رہتے ہیں۔ یہ قیاس صحیح ہے۔ کہ کوئی بھی مکھی جب سے وہ اُڑنا سیکھتی ہے۔ اس وقت سے لے کر مرنے تک مہلک امراض کے جراثیم سے آزاد نہیں ہوتی۔ اس لئے جب وہ ہمارے کھانے پر آکر بیٹھتی ہے۔ تو اُسے ضرور بگاڑ ڈالتی ہے۔ اب تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس طرح گندی اشیاء اور جراثیم سے بھرا ہوا کھانا تمہارے حق میں کس قدر نقصان دہ ثابت ہوتا ہوگا ❊

مکھیوں کی خوراک

مکھیوں کا گزارہ بالخصوص اُن رطوبتوں پر ہے۔ جو انسان کے جسم سے نکلا کرتی ہیں۔ مثلاً پسینہ۔ تھوک وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ پھل۔ ترکاریاں۔ دودھ اور مٹھائی بھی بڑے مزے سے کھاتی ہیں۔ مٹھاس تو مکھیوں کی جان ہے۔ غرض کہ جو پاتی ہیں۔ اس سے رس نکال کر چٹ کر جاتی ہیں۔ مکھی اپنی خوراک کو ایک چھوٹی

سی سونڈ کے ذریعے سے چوس لیتی ہے ٭

کروہ سے کروہ اور غلیظ سے غلیظ چیزیں اس کا من بھاتا کھاجا ہیں۔ اور عموماً ان اشیاء میں مختلف امراض کے جراثیم ہوتے ہیں۔ جن پر اس کے معدے کے عمل اور حرارت کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اس کے عرقِ معدہ کا اثر تو صرف ان اجزاء پر ہوتا ہے۔ جو نباتاتی ہوتے ہیں۔ اور جن میں غذائیت ہوتی ہے۔ اور وہی گھل مل کر اس کے جزو بدن ہو جاتے ہیں۔ باقی جراثیم جوں کے توں صحیح سالم اس کی نجاست کے ساتھ معدے سے خارج ہو جاتے ہیں ٭

کھی فطرتاً کچھ ایسی حریص اور پیٹو واقع ہوئی ہے۔ کہ کھانے سے کسی طرح اس کا جی سیر نہیں ہوتا۔ جب کبھی مکھیوں کو موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے کی سبقت کے خیال سے ٹھونس ٹھونس کر ضرورت سے زیادہ خوراک عجلت سے کھا جاتی ہیں ٭

مکھیوں کی عمر

مکھی کی عمر صرف پانچ ہفتے کی ہوتی ہے۔ اسی قلیل عرصے میں وہ اپنی زندگی کا لطف اُٹھا لیتی ہے۔ بیچ میں اگر کسی مکڑی نے اسے اپنے جال میں پکڑ دبایا۔ یا وہ کسی خونخوار کیڑے کے چنگل میں پھنس گئی۔ تو پھر اُسے اَور بھی جلد دُنیا کے قید خانے سے مخلصی مل جاتی ہے + کھا پی کر پیٹ بھرنے۔ اپنے پیروں

اور پنکھوں کی صفائی کرنے ۔ اِدھر اُدھر بھنکتے پھرنے اور اگر مادہ ہوئی
تو انڈے دینے میں ہی اس کا دن ختم ہو جاتا ہے ۔ روشنی اور گرمی
اسے بہت پسند ہیں ۔ کیونکہ ان میں اسے بہت آرام ملتا ہے ۔ جہاں
ذرا سردی چمکی ۔ اس کا اخیر آ پہنچا ۔ یہی وجہ ہے کہ جاڑے کے
دنوں میں بہت کم مکھیاں نظر آتی ہیں ۔

کیا مکھیاں انڈے دیتی ہیں

تقریباً تمام مکھیاں ہر سال مر جاتی ہیں ۔ اور صرف بہت تھوڑی
مکھیاں سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے باقی رہ جاتی ہیں ۔ اور جو
زندہ رہتی ہیں ۔ ان میں سے بھی بہت سی بعد میں مر جاتی ہیں ۔ اس
لئے یہ بات بڑے اچنبھے کی معلوم ہوتی ہے ۔ کہ اگلے سال
پھر اتنی ہی مکھیاں کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں ۔

بات یہ ہے ۔ کہ بعض حالتوں میں مادہ مکھی انڈے دیتی ہے
جو جاڑے کے شروع سے اخیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں
جب بہار کا موسم آتا ہے ۔ تو انڈے پک کر ٹوٹ جاتے ہیں ۔ اور نئی
مکھیاں نکل آتی ہیں ۔ کروڑوں مکھیاں موسم خزاں میں انڈے دیتی
ہیں ۔ یہ انڈے جاڑے کے موسم میں زمین کے نیچے یا اناج
کے دانوں میں پڑے رہتے ہیں ۔ اور اس طرح سردی سے بالکل
محفوظ رہتے ہیں ۔ بہار آتے ہی نئی مکھیاں انڈوں کو چھوڑ کر نکل

Taj Tahir Foundation

آتی ہیں۔ اب انہیں چند لمحوں تک اپنے پروں کو خشک کرنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر تک دھوپ میں بیٹھے رہنے سے یہ کام بھی ہو جاتا ہے۔ اور نئی مکھیاں اپنی مرضی سے ہر جگہ اُڑنے لگتی ہیں +

جاڑے میں مکھیاں کہاں چلی جاتی ہیں؟

اکثر قسم کی مکھیاں بہار اور گرمی کے موسم میں زندہ رہتی ہیں۔ پھر مر جاتی ہیں + بعض مکانات کے تنہا اور خاموش گوشوں۔ طویلوں اور کھیتوں میں ایسی ایسی جگہ جا چھپتی ہیں۔ جہاں اُن کے ہونے کا ہمیں خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا + وہ وہیں چھپی پڑی رہتی ہیں۔ کچھ کھاتی پیتی نہیں۔ زندہ رہنے کے لیئے بس اُنہیں ایک حرارت کی ضرورت رہتی ہے۔ سو تھوڑی بہت ملتی ہی رہتی ہے + وہ جاڑے جاڑے اسی طرح پڑی سوتی رہتی ہیں جیسے گلہری اپنے گھونسلے میں۔ یا ریچھ اپنی غار میں یا کچھوا اپنی کھوپری میں۔ مگر جونہی گرمی کا موسم آیا۔ مکھی میں جان سی پڑی۔ اب وہ جاگ اُٹھتی ہے۔ اور بھوک سے بے چین ہو کر خوراک کی تلاش میں اپنی جائے پناہ سے نکل پڑتی ہے + گرمی کے دن نکلے نہیں۔ اور وہ پھر کسی گوشے میں جا کر چھپی نہیں + مگر ۹۰ فی صدی وہ بچے گی نہیں۔ بہت ہی تھوڑی مکھیاں سردی میں زندہ رہ سکتی ہوں گی + اگر وہ یونہی نہ مرجائیں۔ تو ایک قسم کی روئیدگی

Taj Tahir Foundation

انہیں ہلاک کر ڈالتی ہے + یہ روئیدگی جو تم نے ہوا میں اُڑتی اُڑتی دیکھی ہوگی۔ مکھیوں کے جسم پر جم جاتی ہے۔ اور اپنی جڑیں اُن کے اندر پہنچا دیتی ہے۔ اور اُن کا خاتمہ کر کے چھوڑتی ہے + کھڑکیوں۔ آئینوں وغیرہ پر تم نے جو مکھیاں مری ہوئی دیکھی ہوں گی۔ اُن کی موت کا باعث یہی روئیدگی تھی + جاڑے میں مکھی صرف باورچی خانوں۔ حلوائیوں کی دکانوں یا گندے مقامات میں ہی پائی جاتی ہے + ان مقامات میں بھی پہلے کی نسبت اُن کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے +

مکھیاں چھت پر کس طرح چل سکتی ہیں؟

تم نے چھت پر مکھیوں کو اُلٹے چلتے تو دیکھا ہی ہوگا۔ کیوں۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے؟ بات یہ ہے۔ کہ مکھی کے پاؤں میں سے ایک چیپ دار سا مادہ نکلتا رہتا ہے۔ اور وہ بنے ہوئے بھی اس وضع کے ہوتے ہیں۔ کہ جہاں مکھی انہیں رکھ دے۔ وہیں جم جاتے ہیں + پرندوں کی طرح مکھی کا جسم بھی قدرت نے ہلکا پھلکا سا بنایا ہے۔ کہ اُڑنے میں سہولت رہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جب وہ اُلٹی چلتی ہے۔ تو صرف ذرا سا زور لگانے سے اپنے تئیں گرنے سے بچا لیتی ہے +

اگر کشش زمین دراصل کوئی چیز ہے۔ اور کام کرتی ہے۔ تو

Taq Tahir Foundation

کیوں ایک مکھی جو چھت پر بیٹھی ہے ۔ نہیں گر پڑتی ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں سینکڑوں چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں ۔ جن میں چمٹ جانے اور چوسنے کی خاصیت ہے ۔ اس لئے وہ چھت کو ایسی مضبوطی سے پکڑ لیتی ہے ۔ کہ کششِ زمین کے اثر سے نہیں گرتی ۔

مکھیوں کی بھنبھناہٹ

بھن بھن کی آواز جو مکھیوں کے اُڑتے وقت آیا کرتی ہے ۔ کیا وہ دراصل مکھیوں ہی کی آواز ہوتی ہے ؟ نہیں نہیں ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ جب مکھی فرش ۔ چھت یا دیوار پر چلتی ہے ۔ اس وقت یہ بھن بھن کی آواز کبھی سنائی نہیں دیتی ۔ اس کی وجہ یہ ہے ۔ کہ یہ آواز اُڑتے وقت مکھی کے ہوائیں پروں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے ۔ لیکن درحقیقت دو قسم کی آواز ہوتی ہے ۔ پہلی پروں سے پیدا ہوتی ہے ۔ اور دوسری چھاتی سے ۔ چھاتی سے نکلنے والی آواز کی تھرتھراہٹ فی سکنڈ تیرہ سو مرتبہ ہوتی ہے اور پروں سے پیدا ہونے والی آواز کی تھرتھراہٹ اس سے نصف ۔

Taj Tahir Foundation

کیا مکھیاں سُن سکتی ہیں؟

ہم مختلف جانوروں کے حواس کا جس قدر زیادہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اُتنا ہی ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوت سامعہ کا درجہ بلند ہے۔ اور زندگی کی ترقی کی تاریخ میں یہ بعد میں آتی ہے۔ اور یوں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بے شمار جاندار جنہیں قدرت نے حیرت انگیز قوتِ لامسہ۔ قوتِ شامعہ اور قوت بینائی عطا کی ہے۔ قریب قریب با لقطعی طور پر بہرے ہیں + اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ چند ایک کیڑے ایسے ہیں۔ جو سُن سکتے ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر کیڑے مکوڑے جن میں مکھیاں بھی شامل ہیں۔ بالکل نہیں سُن سکتے۔ وہ قوت سامعہ سے قطعی طور پر محروم ہیں +

پھولوں کا رس لوٹنے میں مصروف و مشغول شہد کی مکھیوں سے صرف ایک انچ کے فاصلہ پر سارنگی کا بلند ترین سُر نکالا گیا۔ مگر دیکھنے میں آیا۔ کہ اُن پر اُس کا مطلق اثر نہیں ہوا + کیڑے مکوڑوں کے جن میں مکھیاں بھی شامل ہیں۔ حواس ایسے حیرت انگیز ہیں۔ اور بعض باتوں کے اعتبار سے وہ حواسِ انسانی سے اس قدر بہتر ہیں۔ کہ یہ معلوم کرنا ہم سے بہت سوں کے لئے بے حد دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ قریب قریب تمام کیڑے مکوڑے جن میں صرف گھر کی مکھیاں ہی نہیں۔ بلکہ اعلےٰ ترین کیڑے

مکوڑے مثلاً شہد کی مکھیاں ۔ چیونٹیاں اور بھڑیں بھی شامل ہیں۔ بالکل بہرے ہوتے ہیں ۔

کیا مکھیاں ایک ہی وقت میں ہر طرف دیکھ سکتی ہیں ؟

نہیں۔ مکھی ایک ہی وقت میں تمام اطراف و جوانب میں نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ خواہ اس کی آنکھوں کی شکل کیسی ہی ۔ کیوں نہ ہو ۔ بہر حال اُن کا ایک حصہ تو ضرور سر کے ایک طرف رہیگا اور کم از کم اُس سمت میں مکھی نہیں دیکھ سکتی۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے ۔ کہ مکھیوں کی اور اَور بھی بہت سے کیڑے مکوڑوں کی آنکھیں ہماری آنکھوں کی نسبت بہت زیادہ اطراف میں دیکھ سکتی ہیں۔ یہ بات اُن حالتوں میں خاص طور پر سچ ہے ۔ جہاں آنکھیں چوڑی ہونے کی بجائے بہت زیادہ گولائی لئے ہوئے اور اُوپر کو اُبھری ہوئی ہوں ۔ لیکن ہمیں یہ نہیں مان لینا چاہیئے ۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ ان کیڑے مکوڑوں کو جنہیں قدرت نے اس قسم کی آنکھیں عطا کی ہیں ۔ ایک ہی وقت میں تمام اطراف وجوانب میں ٹھیک نظر آتا ہے ۔ ہاں اس کا یہ مطلب ضرور ہے ۔ کہ جب کوئی ایسا کیڑا کسی ایک سمت میں دیکھتا ہے تو اس کو ہماری نسبت بہت اِدھر اُدھر کی چیزیں نظر آجاتی ہیں۔ گویا کہ ایسے کیڑے مکوڑوں کا احاطۂ بینائی بہت وسیع ہوتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ پھر بھی ہرگز نہیں ہو سکتا - کہ وہ ایک ہی وقت میں تمام اطراف و جوانب میں دیکھ سکتے ہیں ؛

مکھیوں کی نجاست

مکھیوں کے پیٹ یا آنتوں میں کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ جو جراثیم داخل ہوتے ہیں - ان میں وہاں پہنچ کر کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی - اور وہ نجاست یا قے کے ساتھ اسی طرح نکل آتے ہیں + یہ امر کسی سے بھی پوشیدہ نہیں - کہ مکھیاں بہت جگہ اپنا فضلہ نکالتی رہتی ہیں - جہاں وہ بیٹھتی ہیں - اس جگہ جو کالے کالے نشان سے نظر آنے لگتے ہیں - وہ اُن کے فضلہ کے سوا اَور کچھ نہیں ہوتا + میجر فنیچینی نے ہندوستان میں ایک مکھی کو صاف اور چکنے کاغذ کے بکس میں پورے چوبیس گھنٹے بند رکھا - اس بکس میں نجاست کے پچاس نشانات پائے گئے - یعنی قریباً نصف گھنٹے میں اُس نے ایک بار فضلہ خارج کیا - مگر میجر صاحب نے یہ نہیں بیان کیا - کہ بکس میں کوئی کھانے کی چیز بھی رکھی گئی تھی یا نہیں - کیونکہ کھانا کھا کر مکھی زیادہ مرتبہ فضلہ خارج کرتی ہے ؛

ڈاکٹر گوب نے ۹ بج کر ۲۳ منٹ پر ایک مکھی کو غذا دی - اور پھر اُسے ۹ بج کر ۳۵ منٹ سے ۱۱ بج کر ۲۶ منٹ تک برابر

دیکھتے رہے۔ اس نے اتنی دیر میں ۲۳ مرتبہ فضلہ خارج کیا + نجاست کے اُن تئیس نشانات میں سے دس میں جراثیم پائے گئے +

مکھیوں کی نجاست کے نشانات گرمیوں میں بے شمار ہوتے ہیں + ڈاکٹر کوب صاحب لکھتے ہیں :۔ "میں نے ایک آلے کی مدد سے کھڑکیوں کے آئینوں پر مکھیوں کی نجاست کے نشانات ایک ہزار سے دس ہزار تک فی مربع فٹ گنے ہیں" + دس سے لے کر پچاس نشانات فی مربع فٹ تک صاف مکانات میں پائے جانا معمولی بات ہے + پردوں۔ چکوں۔ پنکھوں یا ان کے لٹکانے کی ڈوریوں۔ بجلی کے تاروں اور کھمبوں پر تو یہ اتنے ہوتے ہیں۔ کہ آسانی شمار میں نہیں آسکتے۔ یعنی جیسے آسمان پر تارے +

مکھی اپنے پتلے کھانے کو جلد ہی ہضم کر لیتی ہے۔ اور اس کے بعد فضلہ خارج کر دیتی ہے۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ اُس کو بہت مقدار میں کھانے کی ضرورت ہوتی ہے + اس بارے میں ڈاکٹر کوب نے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ ایک بار میں مکھی اپنے نصف وزن کے برابر کھاتی ہے +

بعض مصنفین اور سائنس دانوں کی رائے ہے۔ کہ مکھی کے نجاست کے داغوں میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں۔ وہ اُن جراثیم

Taj Tahir Foundation

کی نسبت جو مکھیوں کی ٹانگوں میں غلیظ مقامات سے لگ لپٹ کر چلے آتے ہیں۔ بہت زیادہ خطرناک اور مہلک ہوتے ہیں ؛ اگر مکھی کسی سیال چیز مثلاً دودھ۔ شربت۔ سالن۔ شوربہ دار ترکاری۔ کھیر وغیرہ میں گر پڑے۔ تو وہ باہر نکلنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ بار بار قے اور فضلہ خارج کرنے لگتی ہے۔ اور اس کے جسم سے لپٹے ہوئے جراثیم بھی اس سیال شئے میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ مکھی کسی چیز میں جتنی زیادہ دیر تک پڑی رہتی ہے۔ اتنا ہی اُس چیز میں جراثیم زیادہ تعداد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پانچ منٹ میں دو ہزار جراثیم سے لے کر نصف گھنٹہ میں ساڑھے تین لاکھ جراثیم تک مکھی کے ذریعے کسی چیز میں داخل ہو سکتے ہیں ؛

مکھیوں کے اُڑنے کی طاقت

مکھیاں کتنی دُور تک اُڑ سکتی ہیں۔ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا مشکل ہے۔ کیونکہ مکھیوں کی اُڑنے کی طاقت پر بہت سی باتوں کا اثر پڑتا ہے۔ ہوا۔ بارش۔ شہر اور دیہات۔ کھیت۔ جنگل۔ پہاڑ وغیرہ ان تمام باتوں کا اثر مکھیوں کی اُڑنے کی طاقت پر پڑتا ہے ؛ اگر ہوا ان کے موافق ہو۔ تو بہت دُور تک اُڑ سکتی ہیں۔ لیکن ہوا ناموافق ہو۔ تو بہت تھوڑی دُور تک جا سکتی ہیں۔

اسی طرح وہ بارش میں بھی نہیں اُڑسکتیں۔ کیونکہ پانی سے اُن کے پر بھیگ جاتے ہیں + پہاڑوں کو وہ پار نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ اس قدر اُونچا اُڑنے کی طاقت اُن میں نہیں ہوتی + کھیتوں اور جنگلوں کو بھی پار کرنا اُن کے لئے قریب قریب ناممکن ہے۔ کیونکہ وہاں اُن کو کھانا میسّر نہیں آتا۔ البتّہ شہروں اور دیہات کو وہ بڑی آسانی سے پار کرجاتی ہیں۔ کیونکہ یہاں اُن کے کھانے کا سامان افراط سے پایا جاتا ہے +

بعض اشخاص نے مکھیوں کو کسی خاص رنگ سے رنگ کر چھوڑا۔ تاکہ اُن کے پہچاننے میں مشکل نہ ہو۔ وہ رنگی ہوئی مکھیاں تین سو گز سے لے کر ایک ہزار گز یعنی قریبًا ایک میل کے فاصلہ پر دوروز کے بعد ملیں + اس سے تم یہ سمجھ سکتے ہو۔ کہ کھاد یا کوڑے کے ڈھیر بستی سے کتنی دُور اور کہاں ہونے چاہئیں + مگر ایک بات قابلِ ذکر یہ بھی ہے۔ کہ مکھیاں ایک بستی یا محلّہ سے دوسری بستی یا محلّہ میں بلاکسی خاص وجہ کے بڑی تعداد میں نہیں آتی جاتی ہیں +

کوب صاحب کی رائے ہے۔ کہ مکھیاں بہت تیزی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ آجاسکتی ہیں۔ اس بات کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ جب کوئی جہاز بندرگاہ میں پہنچتا ہے۔ تو بہت دُور تک پھیلے ہوئے پانیوں کو عبور کرکے مکھیاں

اُس پر آجاتی ہیں - اس وقت جہاز کا زمین سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا مکھیاں وہاں اُڑکر ہی پہنچتی ہیں + عموماً یہ بھی دیکھا جاتا ہے - کہ مکھیاں بہت دُور دُور تک چوپایوں کا پیچھا کرتی ہیں + مکھیوں کے پر چڑیوں کے پروں سے باعتبار تناسب بھاری ہوتے ہیں - یہی وجہ ہے - کہ مکھیاں جلدی نہیں تھکتیں - اگر کسی کمرے میں تم دیر تک مکھی کو اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر اُڑاتے رہو - تو اس سے نہ وہ تھکے گی - اور نہ گھبرائیگی +

مکھیوں کی بناوٹ عجیب و غریب ہوتی ہے - اُن کے ہر ایک پیر میں دو دو پنجے اور ہلکے رنگ کی دو دو گدّیاں ہوتی ہیں - کھردری چیزوں پر مکھیاں پنجوں کے بل بیٹھتی ہیں - اور چکنی اشیا پر پنجے اور گدّیوں دونوں کے بل + ان گدّیوں پر ہزارہا چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں - بالوں کے سرے لیس دار ہوتے ہیں - جب مکھی کسی بیمار کے بدن پر بیٹھتی ہے - تو مرض کے جراثیم انہی بالوں کے سِروں سے چپک جاتے ہیں - پھر دوسری جگہ جاکر جب وہ اپنے پاؤں پھیلاتی یا جھاڑتی ہے - اس وقت وہ سب وہاں گر پڑتے ہیں مکھی کے پاؤں لیس دار ہوتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اسے اُن کو بار بار صاف کرنا پڑتا ہے + پاؤں میں زیادہ کیچڑ مٹی لگ جانے سے جس طرح آدمی کو چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے - اور کیچڑ پونچھ کر صاف کرنا پڑتا ہے - اسی طرح مکھیوں کو اپنے پاؤں

صاف کرنے پڑتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں۔ تو انہیں چکنی چیزوں پر بیٹھنے میں بڑی دِقّت پیش آئے ۔

مکھی کا سر اور خاص طور پر اس کا مُنہ بہت ہی عجیب و غریب بنا ہوتا ہے۔ اس کے سر کی بڑے پیمانہ پر تصویر اتاری جائے۔ تو اُسے دیکھ کر ڈر سا لگتا ہے ۔ کوب صاحب نے تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ جب کبھی مکھیاں کسی سڑی گلی ہوئی چیز پر یا کسی مریض کے بدن پر بیٹھ جاتی ہیں۔ تو مرض کے بے شمار جراثیم اُن کے پیروں سے چپک جاتے ہیں۔ اور وہ انہیں دوسری جگہ پہنچا دیتی ہیں ۔ مکھیوں کا یہ کام ہماری تندرستی کے لئے بہت ہی ضرر رساں ہے ۔ امریکہ والے مکھیوں کو اپنے ملک سے نکال دینے یا ان کا نام و نشان تک مٹا دینے کی فکر میں ہیں ۔

مکھّی کے جسم پر پائے جانے والے جراثیم

سائنس دانوں نے مکھیوں کو پکڑ کر اُن کے جسم پر لپٹے ہوئے جراثیم کی جانچ کی۔ تو اُنہیں معلوم ہوا۔ کہ وہ جراثیم سب کے سب ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے۔ بلکہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں ۔ مسٹر ایچ۔ ٹی۔ گستو نے ایک بار ایک مکھّی کو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سے پکڑ کر دیکھا۔ اُنہیں اس کے جسم پر ایک سو چھبیس قسم کے جراثیم ملے ۔ ایک اَور مکھّی اُنھوں نے سڑک پر سے پکڑی۔ اُس

کے جسم پر نو قسم کے جراثیم پائے گئے۔ تیسری مکھی انہوں نے اپنے گھر کے ایک کمرے میں سے پکڑی۔ اس کے جسم پر اکتیس قسم کے جراثیم ملے۔

ایک مکھی کے جسم پر پانسو پچاس سے لے کر چھ لاکھ تک جراثیم پائے گئے ہیں۔ اوسط مکھیوں کے جسم پر تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار جراثیم پائے جاتے ہیں۔ ایک ننھے سے جاندار کے جسم پر جراثیم کی اتنی بڑی تعداد کا پایا جانا کس قدر حیرت انگیز امر ہے۔ موسم بہار کے آغاز میں جب مکھیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اس وقت ان کے جسم پر جراثیم تھوڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ جراثیم کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ اور جب برسات کا موسم آتا ہے اس وقت ان کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

جراثیم کی تعداد کا انحصار بہت کچھ مکھیوں کے رہنے کی جگہ پر بھی ہے۔ اگر مکھی کسی گندے مقام میں رہتی ہے۔ تو اس پر زیادہ جراثیم پائے جائیں گے۔ برخلاف اس کے اگر مکھی کسی صاف مقام میں رہتی ہے۔ تو قدرتی طور پر کم جراثیم پائے جائیں گے۔ اس سے ہمیں ایک بات کا پتہ لگتا ہے۔ مکھیاں ایک گلی یا محلے سے اڑ کر دوسری گلی یا محلے کو جاتی ہی ہیں۔ اس لئے ہر ایک مقام کی مکھیوں پر قریب قریب تعداد میں برابر ہی جراثیم پائے جاتے ہوں گے۔ اور کسی ایک گلی یا محلے کو صاف رکھنے سے

کچھ خاص فائدہ نہیں ہوتا ہوگا۔ مگر تجربہ کی بنا پر معلوم ہوا ہے۔ کہ بلا کسی خاص مطلب کے مکھیاں ایک مقام سے دوسرے مقام کو بڑی تعداد میں نہیں جاتیں ؛

جیسے مختلف مکھیوں پر مختلف تعداد میں جراثیم مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی مکھی کے جسم کے مختلف حصوں میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اُن میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً سائنس دانوں نے مسلسل تجربات کی بنا پر پتہ لگایا ہے۔ کہ مکھی کی آنتوں میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں۔ وہ اُس کے باقی جسم پر پائے جانے والے جراثیم کی نسبت تعداد میں تو زیادہ ہوتے ہیں۔ مگر خطرناک بھی بہت ہوتے ہیں ؛

مکھی کا جسم جراثیم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں کس طرح مدد دیتا ہے ؟ مکھی کا جسم گھنے اور کڑے بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ چنانچہ امراض کے جراثیم اس کے جسم سے چمٹ کر ایک مقام سے دوسرے مقام کو بڑی آسانی کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ بالوں کے سبب جراثیم مکھی کے جسم میں مضبوطی سے اور زیادہ تعداد میں چمٹ جاتے ہیں ؛

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ گھر کی مکھیاں سرتاسر جراثیم سے بھری ہوتی ہیں ۔ جو جراثیم ان کے بیرونی حصۂ جسم پر ہوتے ہیں۔ وہ تو براہِ راست یا کھانوں وغیرہ کے توسط سے ہم کو امراض

میں مبتلا کرتے ہیں۔ اور جو جسم کے اندرونی حصّے میں ہوتے ہیں۔ غلاظت وغیرہ کے ذریعہ خطرہ کا باعث بن جاتے ہیں۔

مکھی کی ساخت اور ہیئت کا غور سے معائنہ کرنے کے بعد صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ کس طرح امراض کے جراثیم اس کے ذریعے چاروں طرف منتشر ہوتے ہیں۔

مکھّی اور بیماریاں

مکھی کو صدہا مہلک امراض کی ماں اور مجسم پیغام اجل کہا جائے۔ تو عین روا ہے۔ ہیضہ۔ تپ دق۔ تپ لازم۔ سنگرہنی وغیرہ امراض آنتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان امراض کے جراثیم ہمارے کھانے کے ساتھ ہماری آنتوں میں جا پہنچتے ہیں۔ وہاں جاکر ان کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا ہے۔ انجام اس کا یہ ہوتا ہے۔ کہ آدمی بیمار پڑ جاتا ہے۔ مریض کے تھوک۔ قے۔ پاخانہ وغیرہ میں اس قسم کے جراثیم لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں مکھیوں سے محفوظ نہ رکھی جائیں۔ اور انہیں ان پر بیٹھنے اُٹھنے کی سہولت رہے۔ تو یہی جراثیم مکھیوں کے ذریعے دوسرے آدمیوں کے کھانے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کو خراب کر ڈالتے ہیں۔ اس طرح ایک بیمار کے فضلے۔ قے۔ تھوک وغیرہ کے جراثیم سے اَور بہت سے لوگ بیمار ہو سکتے ہیں۔

Taj Tahir Foundation

تپ دق کے جراثیم مریض کے بلغم اور تھوک میں ہوتے ہیں۔ اُن پر مکھیاں آکر بیٹھتی ہیں۔ چنانچہ مکھیوں کے ذریعے دق کے جراثیم دوسرے آدمیوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اُن کو اس نامراد مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں + مسٹر گریہم سمتھ نے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ دودھ اور شربت کی نسبت بلغم اور تھوک کھا کر مکھیاں زیادہ فضلہ خارج کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تپ دق کے پھیلانے میں زیادہ مؤثر آلۂ کار ثابت ہوتی ہیں +

گھاؤ پر بیٹھ کر مکھیاں اس کو خراب کیا کرتی ہیں۔ وہ زخم پر اپنے ساتھ کے جراثیم چھوڑ جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اچھا نہیں ہونے پاتا + یہ جراثیم خون میں بھی مل جاتے ہیں۔ اور بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس لئے گھاؤ کو مکھیوں سے بچا کر رکھنا چاہئے + اسی طرح مکھیوں سے دیگر امراض پھیلتے ہیں +

ٹائیفائڈ بخار کے جراثیم کو مکھیاں دو طرح سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہیں۔ یا تو وہ نجاست وغیرہ جس میں اس مرض کے جراثیم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ مکھی کے جسم میں لگ جاتی ہے۔ اور پھر مکھی کے ساتھ ہمارے کھانے تک پہنچ جاتی ہے۔ یا یہ جراثیم اُس کے کھانے کے ساتھ مکھی کے پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ اور پھر اُس کی نجاست یا قے کے ساتھ باہر نکلتے رہتے ہیں + یہ جراثیم مکھی کے پیٹ میں چھ دن تک

زندہ رہتے ہیں + اب اگر ہم اندازہ لگائیں۔ کہ مکھی ہر گھنٹے میں تین سے گیارہ بار تک فضلہ خارج کرتی ہے۔ اور چھ سے پندرہ مرتبہ تک قے کرتی ہے۔ تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ مکھیاں ٹائی فائڈ بخار کے پھیلانے کا کتنا بڑا ذریعہ ہیں + ٹائیفائڈ بخار کے جراثیم آدمی کے بیمار پڑنے سے دس بارہ روز پہلے سے ہی اس کے فضلے میں نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور عموماً اس کے تندرست ہو جانے کے بہت دن بعد تک نکلتے رہا کرتے ہیں +

جن دنوں ہیضہ کی وبا زوروں پر ہو۔ اس وقت مکھیوں کو زہر کی مانند سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر وہ مریض کے قے یا فضلے تک پہنچ سکیں گی۔ تو وہ ضرور ہی ان کے جراثیم کو چاروں طرف پھیلا دیں گی۔ اس لئے ہر ممکن طریقہ سے احتیاط برتنی چاہیے۔ کہ کھانے پینے کی چیزوں کے پاس مکھیوں کو نہ آنے دیا جائے + بچوں کو اکثر سنگرہنی ہو جاتی ہے۔ جس سے اُن کی اموات کی تعداد بڑھ جاتی ہے + اس کا سبب یہی ہے۔ کہ دُودھ اور چینی پر مکھیاں بیٹھا کرتی ہیں۔ اور وہ اُن چیزوں میں مہلک اثرات پیدا کرتی ہیں + بچوں کے منہ گندے رہتے ہیں۔ اور اُن پر بھی مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ چنانچہ جن بچوں کو وہ دودھ پلایا جاتا ہے۔ وہ مہلک امراض کے جراثیم کا شکار ہو کر بیوقت اجل کے گھاٹ اُتر جاتے

ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اوپری دودھ پینے والے بچّوں کی نسبت
وہ بچّے جو اپنی ماں یا دایہ کا دودھ پیتے ہیں۔ اور صاف رہتے
ہیں۔ بہت کم بیمار ہوتے ہیں + ایک بار ایک لڑکی اُس دُودھ
کو جس میں ایک مکھی گر کر مر گئی تھی۔ مکھّی سمیت پی گئی۔ تھوڑی ہی
دیر بعد اس کی حالت بگڑنے لگی۔ حاذق سے حاذق ڈاکٹر اُس
کے مرض کی تشخیص سے عاجز ولاچار رہے۔ حتیٰ کہ لڑکی بے
چاری مر گئی + مرنے کے بعد لاش کے معائنہ سے معلوم ہوا۔ کہ
اس افسوس ناک موت کا باعث اُن جراثیم کے سوا اَور کچھ نہ تھا۔
جو مکھی کے جسم سے لپٹے ہوئے تھے +

یہ امر دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ آنتوں کے امراض اُنہی مہینوں
میں زیادہ پھیلتے ہیں۔ جن میں مکھیاں زیادہ ہوتی ہیں +

اگر گھر میں ایک بچے کی آنکھیں دُکھنے آتی ہیں۔ تو سب
بچّوں کی آنکھیں دُکھنے آجاتی ہیں + جن بچّوں کی آنکھیں گندی
رہتی ہیں۔ اور اُن پر مکھّیاں بھنبھنایا کرتی ہیں۔ اُن کی آنکھیں
عموماً دُکھیں گی + اس کا سبب یہ ہے۔ کہ آنکھوں کے میل یا
پُلپٹس وغیرہ پر بیٹھنے کے بعد مکھی کے پَیروں پر امراض کے
جراثیم چڑھ جاتے ہیں۔ اور پھر جب وہ تندرست آنکھ پر بھنبھناتی
ہیں۔ تو اس پر مرض کے کچھ جراثیم چھوڑ جاتی ہیں۔ ان جراثیم کی
بدولت تندرست آنکھ بھی دُکھنے آتی ہے +

Taj Tahir Foundation

مصر میں لوگ اپنی آنکھیں بہت گندی رکھتے ہیں۔ وہاں نہ صرف بچوں ہی کی بلکہ بڑے آدمیوں کی بھی آنکھوں پر مکھیاں بھنبھنایا کرتی ہیں + یہ لوگ مکھیوں کو آنکھ کا میل اور گندہ پانی چوسنے دیتے ہیں۔ اُن کو اُڑانے کی مطلق پروا نہیں کرتے + اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مصر میں لوگوں کی آنکھیں بہت دُکھنے آتی ہیں + یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ جن مہینوں میں مکھیوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ اُن مہینوں میں آنکھیں بھی زیادہ دُکھتی ہیں + یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ جن مقامات میں مکھیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ وہاں کے رہنے والے آنکھوں کی تکلیف میں بھی زیادہ مبتلا رہتے ہیں + مصر کے قریب ریگستانوں میں جہاں مکھیاں نہیں ہوتیں۔ آنکھیں بہت کم دُکھنے آتی ہیں۔ اگرچہ وہاں بھی لوگ ان کو ویسا ہی گندا اور غلیظ رکھتے ہیں + چنانچہ اس امر کی احتیاط برتنی چاہیے۔ کہ آنکھیں ہمیشہ صاف رہیں۔ اور اُن پر مکھیاں نہ بیٹھنے پائیں + استعمال شدہ پٹی۔ گیٹس وغیرہ کو یا تو جلا ڈالنا چاہیے۔ یا گھر سے کہیں دُور کوڑے کرکٹ میں پھینکوانا چاہیے +

مکھیوں کا سارا جسم جراثیم سے بھرا رہتا ہے۔ یہ مچھروں کی طرح تو ایک آدمی سے دوسرے آدمی تک مرض کو نہیں لے جاتیں۔ بلکہ ان کا سارا جسم ہی ہیضہ۔ ٹائیفائڈ۔ تپ دق وغیرہ مہلک امراض کے جراثیم سے ڈھنپا رہتا ہے۔ وہ جہاں کہیں بیٹھتی ہیں

Taj Tahir Foundation

اُسی جگہ ان کے جسم سے یہ جراثیم جھڑتے ہیں + یہ جراثیم حیرت ناک سُرعت سے بڑھتے ہیں۔ اس گھر میں پھیلتے ہیں۔ اُس گھر میں جا پہنچتے ہیں۔ اور ہوتے ہوتے سارے شہر کو صاف کر ڈالتے ہیں + اس امر کا ثبوت ہمیں اس شہر یا گاؤں سے ملتا ہے۔ جہاں ہیضہ وغیرہ پھیلتا ہے۔ اس وقت کتنی جلدی جلدی لوگوں کی اموات واقع ہوتی ہیں؟

ڈاکٹروں کی رائے ہے۔ کہ مکھیاں پلیگ۔ چیچک وغیرہ اور بہت سے امراض بھی پھیلاتی ہیں +

۱۸۹۸ء میں ہسپانیہ اور امریکہ کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی۔ اس کے دوران میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی افواج میں ٹائیفائڈ بخار پھیل گیا + بڑھتے بڑھتے یہ مرض اس قدر بڑھا۔ کہ کل فوج کا پانچواں حصہ اس میں مبتلا ہو گیا۔ وہاں کی گورنمنٹ نے تحقیقات کی غرض سے قابل ڈاکٹروں کا ایک بورڈ مقرر کیا۔ بورڈ کی رائے میں اس مرض کے پھیلنے کا سبب ایک بڑی حد تک مکھیاں ہی تھیں +

بیماریاں پھیلانے کے لحاظ سے مکھیاں ہماری سخت دشمن ہیں بلکہ سچ تو یوں ہے۔ کہ دنیا کی بڑی بڑی لڑائیوں میں تلواروں۔ بندوقوں اور توپوں نے اتنی جانوں کا نقصان نہیں کیا۔ جتنی کہ مکھیوں کے سبب ہر سال دُنیا میں ضائع ہوتی ہیں + یعنی مکھیاں

Taj Tahir Foundation

مہلک امراض پیدا کرتی ہیں۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی جانیں لے لیتی ہیں +

انڈے بچّے

مکھیاں کوڑا کرکٹ۔ سڑے گلے پتّے۔ لید۔ گوبر وغیرہ پر اور گندے مقامات میں انڈے دیتی ہیں۔ صرف ایک گرمی کے موسم میں ایک مادہ مکھی ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۱۸۰ انڈے ایک بار میں سو سے لے کر ایک سو پچاس تک انڈے کے حساب سے دیتی ہے + جب تک وہ مکھی کی شکل اختیار کر کے اس قابل نہیں ہو جاتے۔ کہ اُڑ سکیں۔ اس وقت تک وہ وہیں پڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ روزِ پیدائش ہی سے اُن کا سارا جسم جراثیم سے لتھڑا رہتا ہے +

مکھیاں کبھی جانوروں کے زخموں پر بھی انڈے دے دیتی ہیں۔ بعض مکھیاں گھوڑوں۔ بھیڑوں اور مویشیوں کو بڑی تکلیف دیتی ہیں۔ اور غضب کرتی ہیں۔ کہ اُن کی کھال کے نیچے انڈے دے آتی ہیں + بعض گوشت پر انڈے دیتی ہیں۔ بعض پودوں پر + ان میں سے کرم نکلتے ہیں۔ وہیں پلتے ہیں + پودوں والے کرم جڑوں۔ پتّوں اور پھولوں پھلوں کو بہت خراب کرتے ہیں + بڑے ہوتے ہیں۔ تو اکثر اپنی خوراک چھوڑ دیتے ہیں۔ اور

زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے بچاؤ کی جگہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ وہاں اپنا پہلا پوست اتارتے ہیں۔ اب اَور ہی شکل کے بن جاتے ہیں۔ گول مول۔ لمبوترے اور نکیلے معلوم ہوتے ہیں۔ سر دھڑ۔ پاؤں۔ نظر نہیں آتے۔ اس حالت میں نہ ہلتے جلتے ہیں۔ نہ کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ تھوڑے عرصے بعد اندر ہی اندر مکھی بن جاتے ہیں۔ پوست پھاڑ کر نکل آتے ہیں۔ اُڑتے پھرتے ہیں۔ سب کو دق کرتے ہیں۔ ان کرموں سے کچھ کچھ فائدے بھی ہیں۔ کیونکہ بہت سی گلی سڑی چیزوں اور سب طرح کی آلائشوں کو کھا کر صاف کر دیتے ہیں۔ اور آپ بھی بہتیرے جانوروں کا ناشتہ بنتے ہیں۔

مادہ کم سے کم پانچ چھ دفعہ انڈے دیتی ہے۔ اور ہر بار سو سے ڈیڑھ سو تک انڈے رکھتی ہے۔ انڈے اس قدر مہین ہوتے ہیں۔ کہ صرف خوردبین سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسرے کیڑے کوڑوں کی طرح ان کے انڈوں میں سے اِلّی نکلتی ہے۔ اِلّی سنکھی بنا کر سوتی ہے۔ اور جب وقت آتا ہے۔ تو اسے چھوڑ کر مکھی کی شکل میں نکل آتی ہے۔ یہ سب کام صرف آٹھ نو ہی دن میں انجام پا جاتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد نئی مادہ بھی بہت جلد انڈے دینا شروع کر دیتی ہے۔ اس کے بچے بھی آٹھ نو دن میں تیار ہو جاتے ہیں۔ جب تک مرنے کا وقت آئے۔ مکھی

پرداری اور ٹنگڑوالی تک بن جاتی ہے۔ اس طرح ایک مکھی سے لاکھوں۔ کروڑوں مکھیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

انڈوں میں سے بچے ایک ہی دن میں نکل آتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے صاف کیڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ نہ ان کی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ نہ ان کا سر نظر آتا ہے۔ مگر منہ کی جگہ ایک چھوٹا سا ہک لگا ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیٹ کو سکیڑ کر چلتے ہیں۔ اور سڑی گلی خوراک پر گزارہ کرتے ہیں۔ اس طور سے دو دو ہفتے تک بسر کرتے ہیں۔ اس کے بعد کسی خشک آرام گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں پویا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور دو ہفتے کے بعد بردار مکھی بن کر نکل آتے ہیں۔

مکھیاں ہر قسم کی گلی سڑی اور گیلی اشیا میں انڈے دیتی ہیں۔ اگر حرارت اور نمی موافق ہو۔ تو انڈے بہت جلد پک جاتے ہیں۔ گھوڑے کی لید میں مکھیاں عموماً انڈے دیتی ہیں۔ اس میں وہ بہت جلد نشو و نما پاتے ہیں۔ انسان کا فضلہ بھی انڈوں کے نشو و نما کے لئے بہت موافق بیٹھتا ہے۔ اس کے علاوہ جانوروں کا فضلہ۔ پرانے چیتھڑے۔ سڑی ہوئی ترکاریاں۔ گلے ہوئے پھل سڑا ہوا گوشت وغیرہ سب چیزیں ان کے لئے موزوں و مناسب ہوتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں نہ صرف ہر ایک گاؤں یا شہر ہی میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ بلکہ ہر ایک گھر میں اور

اُس کے آس پاس بھی + یہی وجہ ہے کہ شہروں ۔ گاؤں اور محلوں میں ہمارے بالکل قریب ہی مکھیوں کے زچّہ خانے موجود رہتے ہیں +

اگر حرارت ۔ نمی اور سڑتی ہوئی اشیا ٹھیک مل جائیں ۔ تو مکھیوں کی نسل حیرت انگیز طریقے سے بڑھتی ہے + بدقسمتی سے ہندوستان میں گرمی خوب پڑتی ہے ۔ پانی کی بھی کمی نہیں ۔ اور سڑتی ہوئی اشیا ، بھی یہاں ہر طرف ۔ ہر جگہ خوب افراط سے پائی جاتی ہیں + گھوڑے شہروں اور دیہات میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں ۔ وہ سڑکوں پر لید کر دیا کرتے ہیں ۔ اور لید کو گاؤں کے پاس کھیتوں میں ہی کھاد کے لئے سڑاتے ہیں + لید کے ڈھیر کا درمیانی حصّہ گرمیوں میں بھی بہت دنوں تک نہیں سوکھتا ۔ چنانچہ اس میں مکھیاں خوب انڈے دیتی ہیں ۔ کیونکہ یہاں گرمی اور نمی دونوں کافی مقدار میں بہم پہنچ جاتی ہیں ۔ پھر گوبر کے ڈھیر گھر کے پاس ہی ہوتے ہیں ۔ اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر تو بڑے بڑے شہروں میں بھی گھروں میں لگے ہوتے ہیں +

سردی سے مکھیاں مرجاتی ہیں ۔ مگر گرمی میں اُن کے بچّے پیدا کرنے کی طاقت حیرت انگیز طریقے سے بڑھ جاتی ہے + مکھیاں عموماً مارچ سے انڈے دینا شروع کرتی ہیں ۔ اور اکتوبر تک برابر دیتی رہتی ہیں + ماہ اگست اور ستمبر میں اُن کی بچے پیدا کرنے کی طاقت

Taj Tahir Foundation

بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کبھی کبھی جاڑوں میں بھی گرم مقامات میں جیسے باورچی خانہ۔ رسوئی گھر وغیرہ میں مکھیاں انڈے دے دیتی ہیں +

مسٹر ایل۔ او۔ ہاورڈ نے واشنگٹن شہر میں گرمیوں میں تجربات کئے تھے۔ اُنہیں پتہ لگا۔ کہ مکھی کی نشو ونما انڈے سے لے کر پوری ترقی یافتہ مکھی تک قریباً دس دن میں ہو جاتی ہے۔ اس وقت اُسے جس قدر بڑھنا ہوتا ہے۔ بڑھ جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ اَور نہیں بڑھتی + اس وقت تک مکھی اُسی جگہ رہتی ہے۔ جہاں وہ پیدا ہوئی تھی + گرم ممالک میں یہ اَور بھی سرعت کے ساتھ نشو ونما پا جاتی ہیں + ہندوستان اور بنارس میں سرجن میجر الیف سمتھ نے تجربات کی بنا پر یہ دریافت کیا ہے۔ کہ مکھیاں صرف آٹھ ہی روز میں پوری پوری بڑھ جاتی ہیں۔ اور کوئی دس۔ وز کے بعد یہ نوزائیدہ مکھیاں بھی انڈے دینا شروع کر دیتی ہیں۔ گویا تقریباً اٹھارہ دن کے اندر انڈے پک کر پھوٹ جاتے ہیں۔ مکھیاں کامل طور پر نشو ونما پالیتی ہیں۔ اور خود بھی انڈے دینا شروع کر دیتی ہیں +

فرض کرو کہ جاڑے سے بچی ہوئی ایک مکھی نے یکم مارچ کو ایک سو بیس انڈے دیئے۔ تب ۸ مارچ کو ۱۲۰ پوری بڑی بڑی مکھیاں تیار ہو جائیں گی۔ جن میں ۶۰ مادہ ہوں گی ۱۸ مارچ

کو ۶۰ مکھیوں میں سے ہر ایک ایک سو بیس انڈے دے گی۔
۲۶ مارچ کو سات ہزار دو سو مکھیاں تیار ہو جائیں گی۔ جن میں
سے ۳۶۰۰ مادہ ہوں گی + ۳ اپریل کو ۳۶۰۰ مکھیوں میں سے ہر
ایک ۱۲۰،۱۲۰ انڈے دیگی۔ ۱۱ اپریل کو ۴،۳۲،۰۰۰ مکھیاں تیار
ہو جائیں گی۔ جن میں ۲،۱۶،۰۰۰ مادہ ہوں گی۔ اس طریقہ سے
دسویں پشت تک ایک مکھی کے جوڑے سے کچھ نہیں تو
۳،۳۳،۵۶،۲۳،۲۰،۰۰،۰۰۰۰ مکھیاں پیدا ہو جائیں گی +
اتنی بڑی تعداد کا خیال آتے ہی جی گھبرا اُٹھتا ہے +

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ مکھی کے تمام انڈوں بچوں کا زندہ
رہنا ناممکن ہے۔ زیادہ امکان ان کے مرجانے کا ہی ہوتا ہے
مگر ایک مکھی اپنی زندگی میں چار بار انڈے دیتی ہے۔ ہم نے اوپر
صرف ایک جھول کے انڈوں کا حساب لگایا ہے + اس سے
یہ امر بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ مکھیاں اتنی کس طرح بڑھ جاتی ہیں +

میجر نینجنی نے ہندوستان میں پاخانہ کی ایک مربع فٹ زمین میں
چوبیس ہزار مکھیاں پیدا کیں۔ اور آدمی کے ایک بار کے پاخانے
میں پانسو مکھیاں + اُنہیں چودہ چھٹانک کھاد کے ایک ڈھیر میں سے
مکھیوں کے ۲،۵۶۱ بچے ملے + اس حساب سے ساڑھے بارہ
من کھاد کے ڈھیر میں سے کم از کم ۴،۵۵،۰۰۰ انڈے بچے
ضرور ملیں گے + پتہ لگا ہے۔ کہ ایک دو دن کا ہونے کے بعد

Taj Tahir Foundation

مکھی کے انڈوں کو اگر ناموافق حالات کا بھی سامنا کرنا پڑے۔ تب بھی وہ ضائع نہیں ہوتے۔ اور وقت مقررہ پر پک کر پھوٹ جاتے ہیں۔ اور اُن میں سے نئی مکھیاں نکل آتی ہیں + اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ گھروں کی ۹۰ فیصدی مکھیوں کی پیدائش گھوڑے کی لید سے ہوتی ہے + گرمی میں سڑکوں یا کھیتوں پر گری ہوئی لید اس قدر جلد سُوکھ جاتی ہے۔ کہ اس پر مکھیوں کے دیئے ہوئے انڈے سوکھ کر خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر لید کے سوکھنے سے پہلے انڈے ایک دو دن کے ہو جاتے ہیں۔ تو پھر وہ خراب نہیں ہوتے۔ اور جب وہ پک کر پھوٹتے ہیں۔ تو ان میں سے مکھیاں نکل آتی ہیں +

ہیسن نے پچیس مربع فٹ زمین کو چاروں طرف جالی سے ڈھانک کر ایک پنجرا سا بنا لیا۔ اور اس میں انڈے ملی ہوئی گھوڑے کی لید کی کھاد چودہ سیر فی مربع فٹ کے حساب سے پھیلا دی۔ اس پنجرے میں مکھیاں پیدا ہوئیں۔ گو گرمی کے سبب زمین اور کھاد دونوں بہت سُوکھ گئی تھیں + کھاد میں جو انڈے تھے۔ اُن کے پک کر پھوٹ جانے اور پوری نشو و نما یافتہ مکھیوں کے پیدا ہو جانے کے بعد بھی پنجرا اُسی طرح بنا رہا۔ مگر مکھیوں کی دوسری نسل اس کے اندر نہیں پیدا ہوئی۔ گو نئی پیدا شدہ مکھیاں پنجرے میں ہی رہیں۔ اور وہیں اُن کو کھانا ملتا رہا + اس

Taj Tahir Foundation

سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گرمی میں کھیتوں میں کھاد پھیلا دینے پر بھی اس کے اندر کے انڈے بچے تو نہیں مرتے۔ مگر مکھیاں اس میں اور انڈے نہیں دیتیں +

عجیب و غریب مکھیاں

خدا کی مخلوق میں بے شمار جاندار ایسے ہیں۔ جن کا حال سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ابھی حال میں جان۔ جے وارڈ صاحب نے ایک عجیب و غریب قسم کی مکھیوں کا پتہ لگایا ہے۔ جن کا حال سن کر بڑے بڑے عالم ششدر رہ گئے ہیں + وارڈ صاحب کئی سال سے اپنے باغیچے میں دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک مقررہ وقت پر بہت ہی مکھیاں آکر گلاب کے پودوں پر بیٹھ جاتی ہیں۔ دو ہی چار روز کے اندر ان مکھیوں کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی ہے۔ کہ ان سے باغیچے کے قریب قریب سبھی پیڑ پودے ڈھک جاتے ہیں + وارڈ صاحب ان کی ذاوانی نسل کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ وہ تحقیقات کرنے لگے۔ کہ یہ مکھیاں اسی وقت یہاں کیسے آپہنچتی ہیں۔ اور اتنی جلدی ان کی نسل اس قدر کیوں بڑھ جاتی ہے + ایک عرصہ کی تحقیق سے وارڈ صاحب کو ان کے بارے میں جو باتیں معلوم ہوئیں۔ وہ بہت ہی حیرت انگیز ہیں +

وہ لکھتے ہیں۔ کہ جاڑے کے آخری ایام میں مکھیاں ان کے باغیچے میں آتی ہیں۔ قد و قامت میں یہ معمولی مکھی سے کسی قدر چھوٹی

ہوتی ہیں۔ رنگ ان کا سبز ہوتا ہے۔ باغیچے میں پہنچتے ہی وہ وہاں کے درختوں کے پتوں پر انڈے دینا شروع کرتی ہیں۔ انڈوں کے ساتھ ہی ایک قسم کا رس نکلتا ہے۔ اس کے اثر سے انڈے درختوں کے پتوں پر چپک جاتے ہیں۔ انڈوں کا بالائی حصہ مضبوط ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاہے کیسی ہی شدت کی سردی پڑے انہیں مطلق نقصان نہیں پہنچتا۔ بہار کا موسم شروع ہوتے ہی انڈے پھوٹنے لگتے ہیں۔ انڈوں سے مادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ان انڈوں سے نرمکھیاں نہیں پیدا ہوتیں۔ ان کے پنکھ نہیں ہوتے۔ تین چار دن کے اندر یہ بڑھ کر بڑے ہو جاتے ہیں۔ نرمکھیاں نہیں ہوتیں۔ لیکن پھر بھی نئی پیدا ہوئی مکھیاں بچے جنتی ہیں۔ ان کے بچے بھی مادہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر یہ انڈوں سے نہیں نکلتے۔ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے بھی پنکھ نہیں ہوتے۔ وارڈ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ مکھیاں صرف جاڑے کے اخیر میں انڈے دیتی ہیں۔ باقی دنوں میں بچے پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ نرمکھیوں کی مدد کے بغیر ہی بچے جنتی ہیں۔

نوزائیدہ مکھیاں جونہی چار پانچ دن میں بڑھ کر بڑی ہو جاتی ہیں۔ اسی وقت اُن کے بھی بے پر مادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ جب یہ بڑے ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے بھی ایسے ہی مادہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے بھی پر نہیں ہوتے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ مگر ایک جگہ جب ان کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی ہے۔ کہ ان کے رہنے کے لئے کافی جگہ نہیں رہتی۔

تب ان کے پیٹ سے ایسے مادہ بچّے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے پر ہوتے ہیں۔ وہ بچے اُڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں۔ وہاں جاکر پھر بے پر مادہ بچّے پیدا کرنے لگتے ہیں +

جاڑے کے آخر حصہ میں بے پر کھیوں کی ایک آخری ٹولی پیدا ہوتی ہے۔ وہی انڈے دیتی ہے۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند روز میں ایک نرمکھّیوں کا گروہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہ نرمکھّیوں کا جھنڈ سال بھر کے دوران میں صرف ایک ہی بار پیدا ہوتا ہے۔ مادہ مکھّیوں کا آخری جھنڈ جو انڈے دیتا ہے۔ نرمکھیوں کے ہی جھنڈ کی مدد سے دیتا ہے۔ انڈے دیتے ہی ان دونوں جھنڈوں کی تمام مکھیاں مرجاتی ہیں۔ انہی کے انڈے موسم بہار کے آغاز میں پھوٹتے ہیں۔ اور ان سے نکلی ہوئی مادہ مکھیاں رفتہ رفتہ اپنے آپ ہی بے پنکھ کے اور پنکھوں والے بچے پیدا کرتی ہیں۔ یہ مکھیاں درختوں اور پودوں کے پتے۔ پھل پھول اور اُن کے ننّھے ننّھے اُن کروں کو کھاکر اپنا گزارہ کرتی ہیں۔ اگر یہ تمام مکھیاں ایک سال بھی زندہ رہیں۔ تو ملک میں کہیں ایک بھی ہرا بھرا درخت یا پودا نظر نہ آئے۔ مگر قدرت کو یہ کب گوارا ہے؟ اُس نے مکھی کی نسل کے خاتمے کا طریقہ بھی ساتھ ساتھ نکال دیا ہے۔ ہر قسم کے کیڑے کوڑے اور پرندے مکھیوں کو جہاں پاتے ہیں۔ چٹ کرجاتے ہیں۔ اس طرح کروڑہا مکھّیوں کا ساتھ ہی ساتھ صفایا ہوتا رہتا ہے +

وارڈ صاحب نے ان مکھیوں کے ایک زبردست دشمن کا بھی حال بیان کیا ہے۔ وہ بھڑ کی قسم کا ایک کیڑا ہوتا ہے۔ مگر وہ لمبائی چوڑائی میں

بھڑ سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ کیڑا انڈے دینے کے وقت سبز رنگ کی مکھیوں کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ مکھیوں کو پاکر یہ اُن میں سے ایک کے اوپر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر یہ اُس مکھی کے پیٹ میں اپنے انڈے دینے کی نالی ڈال کر اس میں اپنا انڈا رکھ دیتا ہے۔ انڈے کے ساتھ ہی ایک قسم کا زہریلا سیال مادہ نکل کر مکھی کے پیٹ میں بھر جاتا ہے۔ اور وہی چار روز کے بعد وہ اس مکھی کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اس طرح مری ہوئی مکھیاں درختوں اور پودوں کے پتوں پر پڑی رہتی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد کیڑے کا انڈا پھوٹ جاتا ہے۔ اور اس میں سے بچہ نکل کر اس سبز مکھی کا گوشت کھاتا رہتا ہے۔ اور جب بڑا ہو جاتا ہے۔ تو اُڑ جاتا ہے۔ اسی طریقے سے یہ کیڑے، ہر روز ہزارہا مکھیوں کا شکار کرتے رہتے ہیں۔

نیچر اگر ان مکھیوں کی نسل کو روکنے کے لئے اس قسم کے طریقے استعمال میں نہ لاتی۔ تو ملک کے ملک تباہ ہو جاتے۔ مکھیوں کے سوائے دنیا میں کہیں اور کچھ نظر ہی نہ آتا۔

آتشیں مکھیاں

جرمنی کے مشہور شہر برلن میں ایک گرجا گھر میں عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ ایک روز عین دوپہر کے وقت گرجا میں سے شعلے بلند ہوتے دیکھے گئے۔ جن کا دھواں آسمان کی طرف جا رہا تھا

فوراً ٹیلیفون کیا گیا - آگ بجھانے والا انجن مدد کے لیے پہنچ گیا - لیکن لوگوں نے قریب آکر دیکھا - تو اُن کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی - کیونکہ وہ آگ کے شعلے نہ تھے - بلکہ ایک قسم کی مکھیاں تھیں - جو گرجا کے ایک حصے سے اُڑ رہی تھیں + چنانچہ اُن میں سے چند پکڑی گئیں - اور ملاحظہ کے بعد معلوم ہوا - کہ وہ آتشین مکھیاں ہیں +

گھوڑا مکھی

ایک قسم کی مکھی ہوتی ہے - جس میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کا کچھ حصہ گھوڑے کے پیٹ میں کاٹتی ہے + سائیں والوں نے اس کا نام گھوڑا مکھی یا طویلہ کی مکھی رکھا ہے + وہ اپنی زندگی کے ابتدائی حصے میں گھوڑے کے معدے کے سوائے اَور کسی جگہ زندہ رہ نہیں سکتی - اس کے بچپن کی غذا و دیگر تمام ضروریات کی چیزیں گھوڑے کے پیٹ میں چھپی رہتی ہیں +

گھوڑا مکھی یا طویلہ کی مکھی دودھ پلانے والے جانوروں ہی کی قسم کا خون پیتی ہے - انہی میں انسان کا بھی شمار ہوتا ہے - خاص کر گھوڑے اور گائے بیل کے خون کا اس کو لپکا ہوتا ہے + یہ تھان اور طویلوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے - اس لئے اس کو گھوڑا مکھی یا طویلہ کی مکھی کہنا کچھ بے جا نہیں +

Taj Tahir Foundation

اس مکھی نے پہلے پہل جنم تو یورپ ہی میں لیا تھا۔ لیکن اب تجارتی جہازوں کے ساتھ قریب قریب سب تہذیب یافتہ ممالک میں پہنچ گئی ہے۔

جس طریقے سے یہ پیدا ہونے سے پہلے ہی گھوڑے کے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے۔ وہ واقعی نہایت حیرت انگیز ہے جب مادہ گھوڑا مکھی کے انڈے دینے کا وقت قریب آتا ہے۔ تو گھوڑا اپنے جسم کے جس جس حصے کو چاٹنے کے قابل سمجھتا ہے۔ اور جہاں اس کی زبان آسانی پہنچ سکتی ہے۔ وہ انہی حصوں پر سینکڑوں انڈے دے دیتی ہے۔ اس کے انڈے دینے اور توالد وتناسل کے مقامات اور طریقے ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے معمولی مکھیوں کے۔ فرق کچھ ہے۔ تو اس قدر کہ یہ ایک جھول میں ساٹھ انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈے سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور ایک قسم کے چیپ دار مادے کی مدد سے گھوڑے کے بالوں سے چمٹ جاتے ہیں۔ ان کے اوپر ایک قسم کا ڈھکنا ہوتا ہے۔ جو بچہ نکلنے کے وقت پھٹ جاتا ہے۔ جب گھوڑا اپنا جسم چاٹتا ہے۔ تو یہ انڈے اس کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور اس کے بعد دانہ گھاس یا لعاب دہن کے ساتھ گھوڑا انہیں نگل جاتا ہے۔ اور وہ اس حیرت انگیز طریقے سے اس کے پیٹ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہیں نشو ونما پاتے ہیں۔ مگر بہت سے انڈے اس کے دانتوں

کے نیچے آکر ضائع بھی ہو جاتے ہیں ⁂

لاروا کے سر میں دو ہُکیں لگی ہوتی ہیں۔ جس سے وہ معدے کے اندر چمٹا رہتا ہے۔ جب وہ پورا پورا بڑھ چکتا ہے۔ تو معدے کا چمڑا چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ گھوڑے کی انتڑیوں سے گذرتا ہوا لید کے ساتھ باہر نکل آتا ہے۔ اور پھر فی الفور ایک مناسب مقام ڈھونڈ کر پُوپا کی حالت کو اختیار کر لیتا ہے ⁂ اس وقت اس کا چمڑا موٹا اور سخت ہو جاتا ہے۔ اور اس کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے ⁂ جب پوری پوری تبدیلی ہو چکتی ہے تو کیڑا مکھی بن جاتی ہے۔ ڈھکنا اٹھا کر باہر نکل آتی ہے۔ اپنے پر سکھا کر ہوا میں اُڑ جاتی ہے۔ اور اس کے بعد یہ بھی اپنی زندگی کے کاموں میں مشغول ہو جاتی ہے ⁂

حالات موافق ہوں۔ تو کوئی بیس دن کی مدّت میں انڈوں سے مکھیاں بن جاتی ہیں۔ لیکن جس جگہ یہ انڈے دیتی ہے۔ وہاں کبھی روشنی کا گزر ہو۔ یا وہ مقام خشک ہو جائے۔ تو پھر بچّہ پیدا ہونے کی مدت ایک مہینہ تک بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر مقام اور حالات بالکل ہی ناموافق ہوں۔ تو کبھی کبھی تین تین مہینے بھی گُذر جاتے ہیں ⁂

Taj Tahir Foundation

گھوڑا مکھی کی قسمیں

گھوڑا مکھیوں کی بھی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ جن کو کسان اور کُنبی خوب جانتے ہیں بعض تو شہد کی مکھی کے برابر بڑی ہوتی ہیں۔ چھوٹی گھوڑا مکھی بھی بہت خطرناک ہے۔

گھوڑا مکھیاں چھوٹی ہوں یا بڑی۔ سب انسان اور جانوروں کی دشمن۔ اور دشمن بھی ایسی زبردست۔ کہ وسط افریقہ میں لاکھوں کروڑوں حبشیوں کو تہِ خاک سلا دیا۔ اس کی بدولت سنہ ۱۹۰۵ء میں فالج الاطفال کا مہلک مرض سویڈن میں نمودار ہوا تھا۔ اور وہاں سے نکل کر چاروں طرف دنیا میں پھیل گیا۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں اس بلائے بے درمان سے امریکہ میں بھی ہزاروں گھروں پر اداسی چھا گئی۔ لوگ ہراساں و پریشان دیوانہ وار پھرتے تھے۔ اور حکیم ڈاکٹر سر دھنتے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ مرض کا دفعیہ تو کیا کرتے روک تھام بھی کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اور مرض کی شدت کا یہ حال تھا۔ کہ خدا کی پناہ! امیر ہو کہ فقیر۔ نازوں کا پلا ہو کہ گدڑی کا لال کسی کو اس کے جان لیوا ہاتھوں سے پناہ نہ ملتی تھی۔ پروفیسر ایم۔ جی روزونیو کا نام دنیا میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ جنہوں نے آخر کار اپنی لگاتار اور ان تھک کوششوں سے اس مرض کی جڑ بنیاد کا کھوج لگا ہی کے چھوڑا انہوں نے مختلف تجربات سے یہ ثابت کر دکھایا

Taj Tahir Foundation

کہ عام طور پر گھوڑا مکھی اس موذی مرض کے جراثیم کو ایک سے دوسرے تک لے جاتی ہے۔ چنانچہ اب مشہور ڈاکٹر اینڈرسن اور ذاسٹ بھی اس کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ انسان اس کے ظلم سہے اور اس کی مخالفت پر کمر نہ باندھے۔

گھوڑا مکھی گھر کی مکھیوں میں مل کر گھروں میں چلی آتی ہے۔ اور سطحی نظر سے دیکھا جائے۔ تو گھر کی مکھی اور طویلہ کی مکھی میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن اگر تم غور سے دیکھو گے۔ تو اس کی تھوتھنی میں ایک نشتر سا لگا ہوا نظر آئے گا۔ جس سے وہ انسانوں اور جانوروں کا خون پینے کے لئے ڈنک کا کام لیتی ہے۔ بھورے بھورے اور کالے دھبے یوں تو گھر کی مکھی اور گھوڑا مکھی دونوں ہی کے جسم پر ہوتے ہیں۔ مگر گھوڑا مکھی کے جسم پر بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ اور باریک نوکیلے جو دو ہونٹ سے نکلے ہوتے ہیں۔ ان پر صرف باہر کی جانب بال ہوتے ہیں علاوہ اس کے ایک فرق یہ بھی ہے۔ کہ اس کی بعض رگیں معمولی مکھی کی رگوں سے زیادہ خمیدہ ہوتی ہیں۔

گھوڑا مکھی جراثیم کس طرح منتقل کرتی ہے؟

گھوڑا مکھی بھی خون چوسنے والی مکھی ہے۔ اور امراض کے جراثیم کو منتقل کرنے کا جو طریقہ اُن کا ہے۔ وہی اس کا ہے۔ ڈنگ

ار کر جب یہ بیمار انسانوں یا جانوروں کا خون پیتی ہے۔ تو اس کا ڈنک ستائے
خون میں ڈوب کر زہر میں بجھے ہوئے تیر کی طرح خطرناک ہو جاتا ہے
یہی ڈنک جب کسی تندرست انسان کے خون میں داخل ہو گا۔
تو اس کا وہی اثر ہو گا۔ جو زہریلے تیر کا ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جانوروں
کو بعض قسم کی بیماریاں اور انسانوں کو سہر اور سُبات کی شکایات اسی
طریقے سے ہوتی ہیں۔

امراض کے جراثیم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے
کے علاوہ گھوڑا مکھی کا ٹنی اس بُری طرح سے ہے۔ کہ جانوروں
کے جوڑ سوج جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات اُٹھنا بیٹھنا تو کیا پیر
ہلانا تک دشوار ہو جاتا ہے۔ انسان کی کھال چونکہ پتلی ہوتی ہے
اس لئے اس کو انسان کا خون پینے میں زیادہ سہولت اور آسانی
ہوتی ہے۔

چونکہ دھوپ اس کو بہت بھاتی ہے۔ اس لئے یہ عموماً
صحن اور مکان کے بیرونی حصوں میں رہا کرتی ہے۔ لیکن رات
کے وقت یا جاڑے برسات میں گھر میں پناہ لیتی ہے۔

چگو مکھی

جنوبی امریکہ اور جزائر ویسٹ انڈیز میں چگو نام کی ایک آوارہ مکھی
پائی جاتی ہے۔ جب اس کے بچے دینے کا وقت قریب آتا ہے تو

مادہ چگو بغیر کسی کے دیکھے ہی آدمی کے ناخن میں سوراخ کرکے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ وہ بہت ہی ذراسی ہوتی ہے۔ اور جب وقت وہ ناخن میں سوراخ کرکے انگلی میں داخل ہوتی ہے۔ اس وقت آدمی ایک قسم کی راحت محسوس کرتا ہے + چنانچہ ناواقف لوگ محتاط نہ رہ سکنے کے سبب بآسانی اس کا شکار ہو جاتے ہیں + انگلی میں داخل ہونے کے بعد چگو کا زخم رفتہ رفتہ بڑھنے لگتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انگلی پھول جاتی ہے۔ اور اس میں درد ہونے لگتا ہے۔ اس وقت چگو کے پیٹ میں بے شمار انڈے موجود ہوتے ہیں +

اس حالت میں لوہے کی سلائیوں وغیرہ کے ذریعے بڑی ہوشیاری کے ساتھ چگو کو ناخن سے باہر نکالا جاتا ہے۔ اُن ملکوں میں چگو نکالنا ایک جُدا پیشہ بن گیا ہے۔ مگر انسان کا جسم چگو کی ایسی دل پسند جائے رہائش ہے۔ کہ سلائیوں اور سلاخوں سے بار بار کاٹنے پیسنے پر بھی وہ اپنی جگہ نہیں چھوڑتی + اگر اس وقت عادم توجہی سے دو ایک انڈے رہ بھی جائیں۔ تو بھی تکلیف رہتی ہے۔ جب تک اُن انڈوں کے بچے نہیں ہو جائیں گے۔ اور جب تک سلائیوں سلاخوں کے ذریعے وہ نہیں نکالے جائیں گے۔ اس وقت تک تکلیف رفع نہیں ہوگی + اگر انگلی سے چگو باہر نہ نکلے۔ تو پہلے وہ انگلی اور اس کے بعد ہاتھ پر سوج آجاتی ہے۔ اور جا بجا زخم

ہو جاتے ہیں۔ جس سے اس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ کہ چُپ ہی بھلی ہے۔ حتےٰ کہ موت کا زبردست ہاتھ ہی اُس ناقابل برداشت تکلیف سے نجات دلا سکتا ہے ٭

سسٹی مکھی

یہ مکھی گھر کی مکھی سے ذرا بڑی ہوتی ہے۔ مگر اس کی رنگت بھُوری ہوتی ہے۔ اُس کے پیٹ پر تین چار زرد لکیریں ہوتی ہیں۔ پَر بہت پھیلے رہتے ہیں۔ اور یہ ہمیشہ ایسی چوکنی رہتی ہے۔ کہ ہاتھ سے اُس کا پکڑنا نہایت مشکل ہے + اس کا بھنبھنانا عجیب قسم کا ہوتا ہے۔ جسے ایک دفعہ سُن کر بھولنا ناممکن ہے + یہ مکھی فقط مشرقی افریقہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کی آواز دور سے سُن کر مویشی فوراً پہچان لیتے ہیں۔ اور نہایت ہی خوف زدہ ہو جاتے ہیں +

سب سے عجیب بات اس مکھی میں یہ ہے۔ کہ اس کا ڈنک آدمی یا وحشی حیوانوں بلکہ بچھڑوں کے لئے بھی جب تک وہ ماں کا دودھ پیتے ہیں۔ بالکل بے ضرر ہے۔ لیکن جب یہ ایک بیل کو کاٹتی ہے۔ تو چند روز کے بعد اُس کی آنکھوں اور نتھنوں سے پانی بہنے لگتا ہے۔ جبڑوں کے نیچے ورم ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی دست شروع ہو جاتے ہیں۔ جس سے حیوان چارہ کھا نہیں سکتا اور اسی طرح مارے ضعف کے مر جاتا ہے + بعض تو کاٹتے

ہی اندھے ہوجاتے اور بہت جلد مرجاتے ہیں + یہ سب اس زہر کے اثر سے ہوتا ہے۔ جو اس کے ڈنگ کے ساتھ اُن کے خون میں داخل ہوجاتا ہے +

افریقیہ کے مشہور سیاح ڈاکٹر لونگسٹن کے ایک سفر میں ۴۳ عمدہ بیل اسی مکھی کے ڈنگ سے ضائع ہو گئے۔ حالانکہ وہ اس کی طرف سے بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ خچر۔ گدھے۔ اور بکری پر اس کے ڈنگ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جہاں جہاں یہ موذی مکھی پائی جاتی ہے۔ وہاں بکری کے سوا اَور کوئی خانگی مویشی رکھنا ناممکن ہے +

لالٹین مکھی

اب تک اس مکھی کی قریباً بیس قسمیں معلوم ہو چکی ہیں۔ جو گرم ممالک میں پائی جاتی ہیں + اس کے سر کے سامنے ایک بڑھا ہوا حصہ ہے۔ جس سے یہ روشنی نکلتی ہے + چین کی لالٹین مکھی کی کھوکھنی چھوٹی ہوتی ہے۔ مگر اس قسم کی جو مکھی جنوبی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ اُس کی کھوکھنی بہت بڑی ہوتی ہے + یہ قریب تین انچ کے لمبی ہوتی ہے۔ اور پر پھیلاتے وقت اُس کا عرض قریباً ۵ انچ ہوتا ہے + اس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ مگر کہیں کہیں سبز اور سُرخ بھورے رنگ کے دھبے اور دھاریاں پائی جاتی ہیں +

Taj Tahir Foundation

پَرزرد ہوتے ہیں۔ اور اُس پر بھورے رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ نیچے کے پَروں کے جوڑ پر ایک بڑی آنکھ کی صورت بنی ہوتی ہے۔ جس کے گرد اگرد سُرخ حلقہ اور درمیانی حصّہ آدھا سُرخ اور آدھا سفید ہوتا ہے + سر قریب ایک انچ کے آگے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ جو رات کے وقت بہت تیزی سے چمکتا ہے۔ اکثر مسافر رات کے وقت تین چار کیڑوں کو ایک لکڑی پر باندھ کر اُن سے مشعل کا کام لیتے ہیں +

نیولا لکھی

نیولا لکھّی کی دُنیا کے مختلف حصّوں میں ہزاروں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اُن میں سے بعض تو بہت بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ اور بعض بہت چھوٹی چھوٹی +

نیولا لکھیوں کے بڑے بڑے سینگ ہوتے ہیں۔ اور سینگوں میں بہت سی گانٹھیں ہوتی ہیں + مادہ کے پاس انڈے دان ہوتے ہیں۔ یہ انڈے دان بعض حالتوں میں بہت اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں + جب اُن کے انڈے (لاروا) کملہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تو وہ اُن کو دوسرے جانوروں کے جسم میں رکھ دیتی ہیں۔ جہاں اُن کو خوراک بہم پہنچتی رہتی ہے۔ بعض اوقات خود نیولا لکھیاں اسی طریقے سے خوراک حاصل کرتی ہیں +

یہ مکھیاں مختلف قسم کے نقصان دینے والے کیڑوں کو کھا جاتی ہیں۔ اور اس سے کاشتکاروں کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا ہے ؀

کابلی مکھی

یہ مکھیاں بڑے خوبصورت کیڑے ہیں۔ ان میں بعض کا رنگ شوخ ہوتا ہے اور تتلیوں کے رنگوں سے کسی صورت میں کم خوبصورت نہیں ہوتا۔ اُن کی آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ اُن کے پر بعض اوقات نہایت صاف ہوتے ہیں۔ اور اُن میں قوس قزح کے تمام رنگ پائے جاتے ہیں۔ وہ بڑی تیزی سے اُڑتی ہیں۔ اگر کوئی اُن کو پکڑنا چاہے۔ تو صاف نکل جاتی ہیں اور ہاتھ نہیں آتیں ؛ وہ اُڑتے اُڑتے مکھیوں اور تتلیوں کو پکڑ لیتی ہیں۔ اور اُڑتے ہی اُڑتے اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہیں ؛ اگر اُن کو پکڑا جائے۔ تو وہ بڑے زور سے کاٹتی ہیں۔ مگر اُن کے کاٹنے سے نقصان نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اُن میں زہر نہیں ہوتا۔ یہ آسانی سے پیچھے کی طرف اُڑ سکتی ہے ؀

مادہ اپنے انڈے پانی میں دیتی ہے۔ کملہ (لاروا) جب انڈے میں سے نکلتا ہے۔ تو کسی قدر پورے کیڑے کی مانند ہوتا ہے۔ اُس کا نیچے کا ہونٹ بڑا ہوتا ہے۔ اور وہ اُس کو دفعتاً باہر نکال کر اپنے شکار کو پکڑ لیتا ہے ؛ کملے دوسرے کملوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ بلکہ جب موقع ملتا ہے۔ ایک دوسرے کو

ہڑپ کر جاتے ہیں ؛

مکھّی کے دشمن

قربان جائیے قدرت کے! کیسا عجیب کارخانہ بنایا ہے! اگر بیماریاں پیدا کی ہیں۔ تو ساتھ ہی اُن کے علاج بھی پیدا کر دیئے ہیں۔ مکھّی کو نوع انسان کا دشمن سمجھا۔ تو اُس کے بھی صدہا دشمن پیدا کر دیئے ؛

اب مکھی کے دشمنوں کی تلاش کریں۔ تو ایک گُگّر موتا ملے گا۔ کہ مکھّی اس پر بیٹھ کر اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہوتی ہے۔ اور سُست پڑ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد مر جاتی ہے۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ گرمیوں میں مکھیوں کی کثرت ہوتی ہے تو اُس کی بھی کثرت ہوتی ہے ؛

مکڑی بھی جب دیکھئے۔ اپنا جال بچھا کر ہمیشہ مکھّیوں کی گھات میں لگی رہتی ہے۔ مگر یہ کوئی زیادہ ہمارے کار آمد نہیں۔ کیونکہ اگر اس کو گھروں میں پوری آزادی مل جائے۔ تو گھروں کی زیب و زینت اور رونق جاتی رہتی ہے۔ لیکن عام مکڑی کے سوا اَور قسم کی مکڑیاں بھی ہوتی ہیں۔ جو مکھیوں کا شکار تو کرتی ہیں۔ مگر گھر کو بے رونق بھی نہیں ہونے دیتیں ؛

مکھیوں کے انڈوں اور کرم کو کنکھجورے۔ گبریلے اور چیونٹیاں

بھی کھا جاتی ہیں + چھپکلی اور گرگٹ بھی مکھیوں کے دشمن ہیں - اور مکھیوں کا خوب شکار کرتے ہیں + گرگٹ تو معلوم ہوتا ہے - کہ محض اسی کام کے لئے دراز زبان اور کشادہ دہن بنایا گیا ہے +

پرندے عموماً مکھیوں کے دشمن ہوتے ہیں + مکھی مار - ابابیل اور پدّی بشب پر مکھیوں اور ان کے انڈوں پر زندگی بسر کرتے ہیں + تیتر - بٹیر - لوا - مرغی - بط - بگلا - یہ سب مکھیوں کو کھا لیتے ہیں - اور کوڑے کرکٹ سے اس کے انڈوں اور کرم کو چن لیتے ہیں - اور تو اور ایک اور قسم کی مکھی ہوتی ہے - جو معمولی مکھیوں سے کسی قدر چھوٹی ہوتی ہے - یہ ان معمولی مکھیوں کے انڈوں میں انڈے دیتی ہے - اس کے انڈوں کے کرم دوسرے کرم کو کھا جاتے ہیں +

مکھی مار

مکھی مار بھی ہمارے گاؤں کے نہایت خوشنما پرندوں میں سے ہیں - یہ چھوٹے پرندے قد و قامت میں چڑیا کے برابر ہوتے ہیں - ان کا گزارہ زیادہ تر اڑنے والے کیڑوں پر ہے - کوئی مکھی یا کیڑا اڑتا ہوا اس کے پاس سے گزرے - تو مکھی مار فوراً اسے اپنی چونچ میں پکڑ لیتا ہے + اس کی چونچ کشادہ اور چپٹی ہوتی ہے - جس سے کیڑے بآسانی پکڑے جا سکتے ہیں +

لوگ اسے ماچڑیا کہتے ہیں + اس کے جسم کا بالائی حصہ سیاہ
یا بھورا ہوتا ہے ۔ لیکن پیشانی سفید ہوتی ہے ۔ اور ایک
چوڑا سفید خط پیشانی اور آنکھوں کے اوپر سے ہوتا ہوا گردن
کی پشت تک چلا جاتا ہے ۔ بازوؤں میں سفیدی بہت کم ۔
لیکن دُم کی نوک اور نیچے کے حصے کے سوائے داغدار
سفید ہوتے ہیں + اسے لمحہ بھر بھی قرار نہیں آتا ۔ جب یہ مکھیوں
کے شکار میں مصروف نہ ہو ۔ تو ایک شاخ سے دوسری شاخ
پر پُھدکتا پھرتا ہے ۔ اور جب بیٹھتا ہے ۔ اپنی دُم کو چنور بنا
لیتا ہے ۔ اور ناچتا ہے + اپنا گھونسلا ماہ اپریل یا موسمی ہواؤں
کے چلنے کے ایام میں عموماً آم یا گوا کے درخت کی ایسی
شاخ پر بناتا ہے ۔ جو انسان کے قد سے ذرا اونچی ہو + گھونسلا
خشک گھاس کا ہوتا ہے +

ایک اور قسم کی مکھی مار چڑیا جو ہمارے دیہات کے
آموں کے باغ میں موسم سرما میں آتی ہے ۔ اس کے
سر کی رنگت خاکستری ہوتی ہے ۔ ہمارے خیال میں اُس
کا ہندوستانی نام زرد پھٹکی ہے + اس کا انگریزی نام تو یہ ظاہر
کرتا ہے ۔ کہ اس کا سر خاکی ہوتا ہے ۔ لیکن ہندوستانی نام
سے یہ ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ یہ ایک زرد رنگ کا چھوٹا سا پرندہ
ہے + یہ اتنا بڑا نہیں ہوتا ۔ جتنی کہ چڑیا ۔ اس کے سر اور

Taj Tahir Foundation

چھاتی کی رنگت خاکستری۔ اور چھاتی سے لے کر نیچے کے
حصوں کا رنگ چمکیلا زرد ہوتا ہے۔ بالائی پر و بال سوائے
خاکستری سر اور بھوری دُم کے سبزی مائل زرد ہوتے ہیں۔
یہ اپنے وقت کا بہت سا حصہ آموں کے درختوں کی چوٹیوں
پر گزارتا ہے۔

ایک اور نہایت خوشنما پرندہ جو ہمارے گاؤں کے
قریب کے آموں کے باغ میں آتا ہے۔ بہشتی مکھی مار ہے۔
اس کے کئی ہندوستانی نام ہیں۔ مثلاً شاہ بُلبُل۔ حسین
بُلبُل۔ سلطانہ بُلبُل۔ ٹکا۔ اور دودھ راج۔ اس کی مادہ بُلبُل
کے برابر ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس کی عام شکل و شباہت
بھی بُلبُل کی طرح ہے۔ اس لئے ہندوستانی اس کو بھی بُلبُل
ہی کہتے ہیں۔ لیکن اس کی تمام عادات مکھی مار کی سی ہیں۔
مادہ اور جوان نر کا سر اور چوٹی سیاہ گلا خاکستری اور باقی پر سُرخی
مائل بھورے ہوتے ہیں۔ اس کی دُم کے دو وسطی پر بڑھ
کر اس کے جسم سے دُگنے لمبے ہو جاتے ہیں۔ اس سے
ایک سال بعد جب یہ جانور کریز کرتا ہے۔ تو تمام سُرخ پر
سفید ہو جاتے ہیں۔ اس کی دُم کے لمبے پر ہوا میں اس
طرح لہراتے ہیں۔ جس طرح کہ کنکوے کی دُم۔ اور اس حالت
میں یہ پرندہ بہت خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔ بھورے

Taj Tamir Foundation

سروالا مکھی مار بچے نکالنے کے لئے پہاڑوں میں چلا جاتا ہے لیکن بہشتی مکھی مار بعض اوقات اپنا گھونسلا کسی آم کے درخت پر ایک مصفا پیالے کی مانند بنا لیتا ہے + اس کے انڈوں کا رنگ گلابی ہوتا ہے۔ جن پر سرخ چیتیاں ہوتی ہیں + نر اور مادہ دونوں باری باری ان کو سیتے ہیں + جب نر انڈوں پر بیٹھا ہوا ہو۔ تو اس کی دُم کے لمبے پر گھونسلے سے باہر نکلے ہوئے اور لٹکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں +

مکھیوں کا انسداد

گھر کی مکھی انسانی آبادی کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ ہوا کی مثل یہ بھی کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے جہاں کہیں انسان رہتے سہتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ وہاں مکھیوں سے احتیاط کی بے حد ضرورت ہے + ہم تمہیں بتا چکے ہیں۔ کہ مکھیوں کے فروغ کا موسم مارچ اپریل ہے۔ جب کہ کوڑے کرکٹ کے انباروں۔ سڑکوں پر گھوڑوں کی لید۔ اور مال مویشی کے فضلے پر مکھیاں بے شمار انڈے دیتی ہیں۔ جن سے بہت جلد بچے نکل آتے ہیں +

سردیوں میں مکھیاں گھروں میں تصویروں یا پردوں کے پیچھے یا اور ایسی جگہوں پر جہاں انہیں کوئی نہ ستا سکے۔ روپوش

ہو جاتی ہیں۔ اور گرمیوں میں صرف ایک مکھی سے کئی ہزار بلکہ کئی لاکھ مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے سردی میں ایک مکھی کا مارنا گرمیوں میں لاکھوں مکھیوں کو ہلاک کرنے کے برابر ہے۔

مکھیوں سے بچنے کے لئے مکان پاک صاف رکھے جائیں۔ دوسرے تیسرے دن لوبان یا کوئی دوسری خوشبودار چیز جلا کر گھر میں اس کی دھونی دی جائے۔ جاڑوں میں یہ مکھیاں جو مکانوں کے گوشوں۔ کواڑوں کی چولوں۔ درزوں میں سمٹ کر بیٹھ رہتی ہیں۔ کوشش کر کے دھوئیں سے ہلاک کر دی جائیں۔ تاکہ آئندہ ان سے ان کی نسل قائم نہ ہو۔ کھانے کی چیزیں کھلی نہ رہیں۔ ایسی جگہ کھانا کھایا جائے۔ جہاں ہوا خوب آتی ہو۔ بچوں کے چہرے پر سوتے وقت باریک کپڑا ڈال دیا جائے۔

مکھیوں اور مچھروں سے ہم سب کو جس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے ان موذی کیڑوں سے بچنے کے لئے اتنی ہی زیادہ کوشش کی ہے۔ بہت سی دوائیں ایجاد کیں۔ مگر زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اب تحقیق سے ایک طریقہ ان کے شر سے بچنے کا دریافت ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ کچھ خاص رنگ ہیں۔ جن سے مکھیوں اور مچھروں کو نفرت ہوتی

ہے۔ مکھیاں نیلے رنگ کو ناپسند کرتی ہیں۔ اور مچھر زرد رنگ کو + اس بات کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ اور کامیاب رہا ہے۔ لہٰذا جہاں مکھیاں زیادہ ہوں۔ نیلا رنگ استعمال کیا جائے کمرے پر قلعی نیلی ہو۔ اور سامان اور لباس میں بھی جہاں تک ممکن ہو۔ اسی رنگ کو ترجیح دی جائے۔ اسی طرح مچھروں سے بچنے کے لئے زرد رنگ کا استعمال کیا جائے +

مکھیوں کے پکڑنے یا ہلاک کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ مکھی مار کاغذ کے ذریعے آسانی سے پکڑی جا سکتی ہیں۔ گوند کے ساتھ تھوڑا سا گڑ ملا کر ایک کاغذ پر چپڑ دو مکھیاں گڑ کھانے کے لالچ سے اس کاغذ پر جا بیٹھیں گی۔ اور اس سے چپک جائیں گی + ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ اور پانی جس میں تھوڑی سی فارملین ملا دی گئی ہو۔ رکھ چھوڑو۔ اُس پر بسکٹ یا روٹی کا ایک ٹکڑا ایسا ڈالو۔ کہ تیرتا رہے + بچوں اور بلی کی پہنچ کے باہر وہ پیالہ کسی کمرے میں رکھ دو۔ اس کمرے میں جتنی مکھیاں ہوں گی۔ اُس پانی کو پئیں گی۔ اور ہلاک ہو جائیں گی +

اگر ہڑتال زرد کو دودھ میں حل کر کے کسی برتن میں رکھ دیں تو مکھیاں اس میں گر گر مر جاتی ہیں +

نک چھکنی اور ہڑتال کی دھونی سے مکھیاں ہلاک

Taj Tahir Foundation

ہو جاتی ہیں +

برٹش میڈیکل جرنل میں ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میرے کمرے میں کھیاں بے شمار تھیں۔ میں ان سے سخت تنگ آگیا تھا۔ کہ ایک دن میں نے ارنڈ کے کچھ پتے لاکر اتفاقاً کمرے میں رکھ دیئے۔ کچھ دیر کے بعد مکھیوں کا شور بند ہوگیا۔ کمرے میں ایک بھی مکھی نظر نہ آتی تھی + تحقیق کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ سب ارنڈ کے پتوں کے ساتھ چپکی پڑی ہیں + پتہ لگا۔ کہ ارنڈ کے پتوں میں سے ایک خاص قسم کا تیل نکلتا ہے۔ جس میں کیڑے مارنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں یہ طریقہ کارگر ثابت ہوسکتا ہے +

مکان کے دروازوں اور دریچوں میں جال کے چوکھٹے نصب کر دیئے جائیں۔ اس سے مکھیوں سے بے فکری ہونے کے علاوہ مچھر۔ ڈانس وغیرہ کا بھی سدباب ہو جاتا ہے + سانپ بچھو اور دیگر موذیوں سے بھی پناہ ملتی ہے۔ اور اور بھی بہت سے فائدے پہنچتے ہیں +

عوام کو حسب ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیئے :۔

(۱) پاخانہ وغیرہ کی صفائی کا ہر گھر میں معقول انتظام ہونا چاہیئے اور ہر تیسرے چوتھے دن تازہ چونہ اور ریت بچھا دینا چاہیئے +

(۲) خاص خاص امراض کے تھوک اور قے پر مکھیاں ٹوٹ

Taj Tahir Foundation

پڑتی ہیں۔ اور جب یہ غلاظت اُن کے معدے میں پہنچتی ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس میں کے جراثیم پر معدے کے فعل کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور وہ زندہ صحیح سالم معدے سے خارج ہوتے ہیں۔

(۳) مکھیوں کا مُنہ اور ہاتھ پاؤں غلاظت میں ملوّث ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے کھانے پینے کی چیزیں جراثیم سے متاثر ہوتی ہیں۔

(۴) عموماً ہر مریض کے پاس اور خصوصاً متعدی امراض میں جو مبتلا ہوں۔ اُن کے پاس مکھیوں کی رسائی نہ ہونی چاہئیے۔ مریض کے لیئے جالی دار مسہری کا انتظام ہو۔ تو اس کے اور دوسروں کے لئے آرام دہ اور مفید ہوگا۔

(۵) کھانے پینے کی چیزیں جہاں رکھی جاتی ہوں۔ وہاں جال لگا دینا چاہئیے۔ خصوصاً پھلوں کا زیادہ خیال رکھنا چاہئیے۔ لوگوں کی بے احتیاطی کا یہ عالم ہے۔ کہ پھلوں کو کھانے سے پہلے دھوتے تک نہیں۔ حالانکہ تپ کے جراثیم اُن پر اکثر ہوتے ہیں۔ اس لئے بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔

تپ کے مریضوں کا فضلہ جہاں بے احتیاطی سے پڑا ہوتا ہے۔ اور مکھیوں کو موقع ملتا ہے۔ تو اس سے مہلک جراثیم کو باورچی خانوں اور دسترخوانوں پر پہنچا دیتی ہیں اس کے بارہا تجربے ہو چکے ہیں۔

مکھیاں جو مختلف طریقوں سے فساد برپا کرتی ہیں۔ اُن سے بچنے کی تدبیر یہی ہے۔ کہ صفائی کا کافی انتظام ہو۔ اور ان کا نجس قدم کسی صورت میں اندر نہ آنے پائے ٭

جان کی دشمن گھر کی مکھی کا تسلّط عالمگیر ہے۔ دُنیا کا کوئی حصّہ اس کے اثراتِ بد سے محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے جو لوگ نوعِ انسانی کے بہی خواہ ہیں۔ اُن کا فرض ہے۔ کہ اس کے قلع قمع اور بیخ کنی میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں ٭

تمّت

(مسلم پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپا ۱۹۳۳ء)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

نٹ کھٹ پانڈے

ایک بہت ہی شریر لڑکے
کے بچپن کی کہانی۔ جس سے
اس کے رشتہ دار۔ ہمسائے
ماسٹر اور سب دوسرے لڑکے
پناہ مانگتے تھے۔ اس کی نت
نئی شوخیاں پڑھ کر کون ہے
جس کو ہنسی نہ آئے۔ اور
کس لڑکے میں اتنی ہمت ہے
کہ اس دلچسپ کتاب کو
شروع کر کے ختم کیے بغیر
کتاب ہاتھ سے رکھ دے؟
تین فوٹو کی تصویریں۔ اور ایک
نہایت خوشنما سہ رنگی تصویر
مجلد ۱۲ر۔ بغیر جلد ۹ر

ملنے کا پتہ
دار الاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

تصانیف پروفیسر رام سروپ کوشل ایم۔ اے

مینگن سندری اور دوسری کہانیاں۔ ایک لڑکی مینگن میں سے نکلی۔ ایک کسان کے ہاں پلی۔ اور آخر بادشاہ کی ملکہ بن گئی۔ بادشاہ کی پہلی بیوی نے اسے ایک ترکیب سے مار ڈالا۔ اور اس کی نعش ایک بند مکان میں رکھی گئی۔ آخر ایک بڑے مزے دار طریقے سے ملکہ کی قلعی کھل گئی۔ اور مینگن سندری زندہ ہو کر بادشاہ سے مل گئی۔ ساتھ ہی اور دلچسپ کہانیاں درج ہیں۔ تین رنگین تصویریں۔ قیمت ۹ر

اندھا اور بہرا اور دوسری کہانیاں۔ ایک اندھا اور بہرا دونوں جنگلوں میں پھرتے پھراتے جنوں کے محل میں پہنچ گئے۔ ان دونوں نے بہت مزے دار طریقے سے بہت سے جنوں کا مقابلہ کیا۔ آخر بہت سا مال دولت لے کر گھر گئے۔ پھر ان کی آنکھ اور کان کے عیب بھی جاتے رہے۔ ساتھ ہی اور بہت عمدہ کہانیاں دو رنگین تصویریں۔ قیمت سہر

جادوگر اور دوسری کہانیاں۔ ایک جادوگر اپنے جادو کے زور سے [illegible] اٹھا کر لے گیا۔ راجکمار چندر بڑا ہوا۔ تو اپنی ماں کو جادوگر کے ہاتھ سے چھ[illegible] گیا۔ اور بڑی تکلیفیں اٹھا کر اپنی ماں تک پہنچا۔ وہاں سے اسے معلوم ہوا [illegible] کی جان ایک سبز طوطے میں ہے۔ چنانچہ وہ آگ کا دریا پار کر کے طوطے تک پہنچ[illegible] اسے مار کر اپنی ماں کو چھڑایا۔ اس کے ساتھ ہی سات اور مزے دار کہانیاں تین رنگین تصویریں۔ قیمت ۵ر

دارالاشاعت پنجاب لاہور

صرف سرورق مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپا

RY

Taj Tahir Foundation